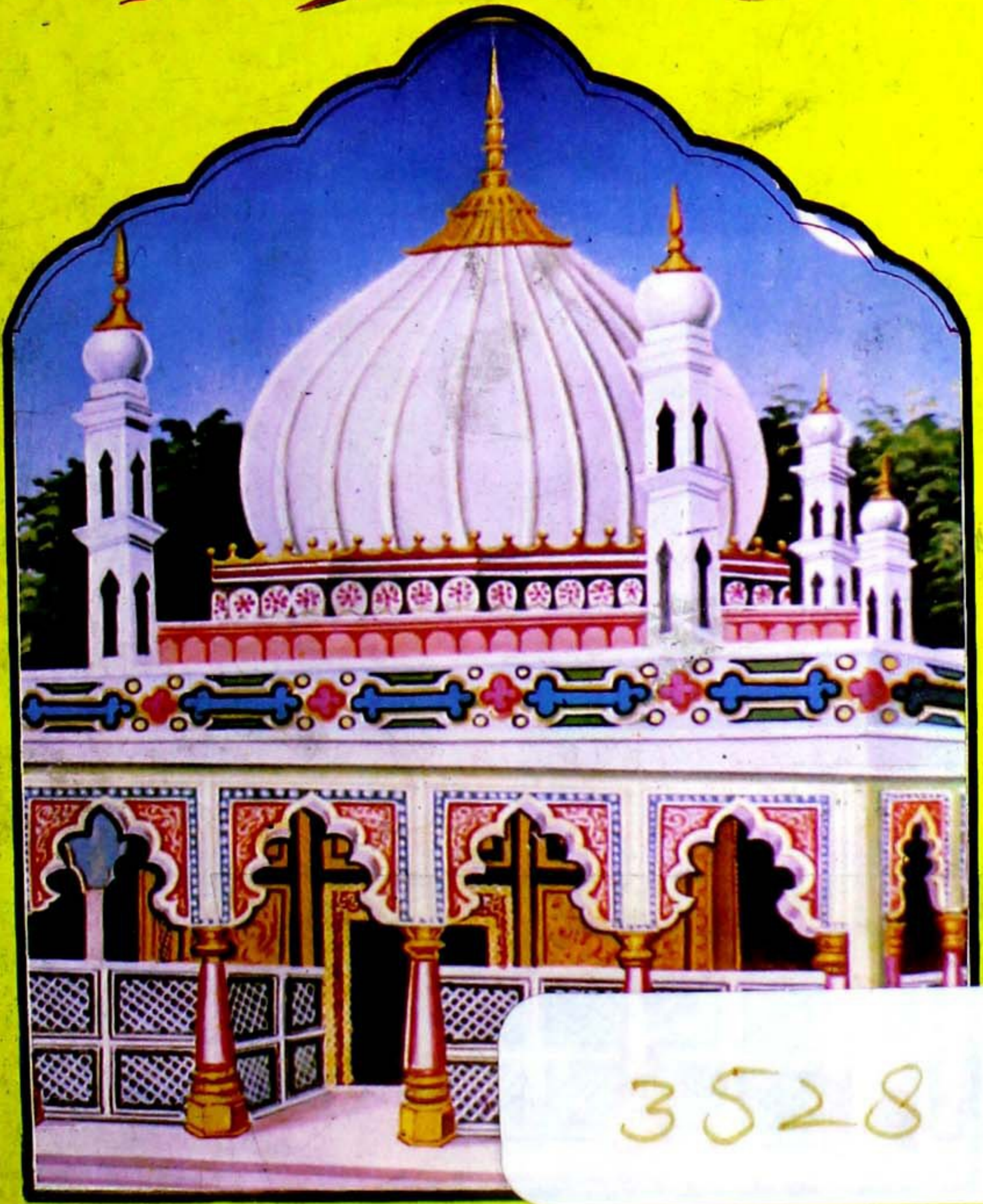


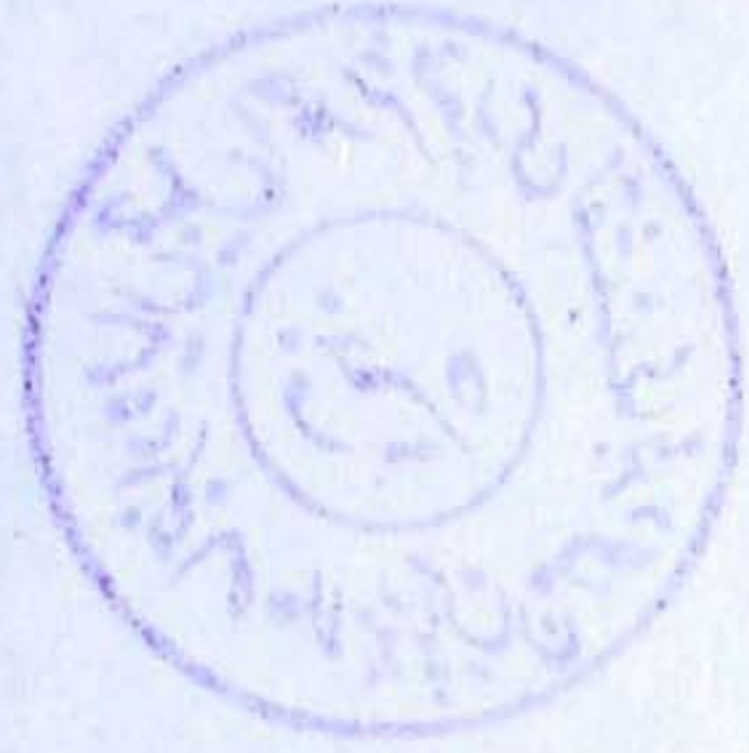
تذکرہ

حضرت علی احمد صاحب کلیری
رحمۃ اللہ علیہ



3528

عالم فقیری



حیات و تعلیمات

3528

تذکرہ

حضرت علی احمد صابر کلیری
رحمۃ اللہ علیہ

عالم فقہی

شعبہ برادرزہ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بنام اللہ تعالیٰ آزاد ہیں۔
کتاب ہذا کی فوٹو کاپی پھاپنے کی عام اجازت ہے ۶

86726

نام کتاب	86726	حضرت علی احمد صابر کلیریؒ
مؤلف		عالم فقہی
موضوع		حیات و تعلیمات
تعداد طبع اول		۱۱۰۰
سال اشاعت		اپریل ۱۹۹۵
زیر نگرانی		حاجی انور اختر
ناشر		شبیر برادرزہ، اردو بازار لاہور
مطبع		گنج شکر پرنٹرز ریٹی گن روڈ لاہور
قیمت		روپے
کتابت		ایم اے شاد نمبر انوالی

منقبت

3528

(از حضرت سائیں توکل شاہ انبانیوی)

اے تاجدارِ چشتیاں مخدوم صابر کلیری
اے چارہ بے چارگان مخدوم صابر کلیری
اے مخیرِ جملہ خواجگان مخدوم صابر کلیری
آمدِ نجوم عاشقان بردر گہت گریہ کنان
اے تاج وحدت بر سر ت اے مہربانِ معرفت
دستِ تو دستِ ایزدی فیض تو فیضِ برتری
عالم ہمہ عشاق تو آشفته و مشتاق تو
در عشق تو دیوانہ ام از ما سوا بیگانہ ام

اے پیشوائے عارفان مخدوم صابر کلیری
اے رہنمائے گمراہان مخدوم صابر کلیری
مطلوب جانِ عاشقان مخدوم صابر کلیری
لطفے بہ این خستہ دلال مخدوم صابر کلیری
مسجود عالم بردرت مخدوم صابر کلیری
شانِ تو شانِ احمدی مخدوم صابر کلیری
لا تقنطوا مرصداق تو مخدوم صابر کلیری
تو شمع من پر دانہ ام مخدوم صابر کلیری

رویم نما سویم ببین محبوب لب العالمین
مخدوم جملہ کاملین مخدوم صابر کلیری

فہرست

صفحہ نمبر	تفصیل	صفحہ نمبر	تفصیل	صفحہ نمبر
۴۲	سانپ کے دو ٹکڑے ہونا	۷	۹	سخندان چند از حکیم محمد موسیٰ صاحب
۴۲	بچپن کا تیسرا سال	۸	۱۰	تقدم از ابو طاهر قدح حسین فدا
۴۲	واقعہ ذکر	۹	۱۳	مختصر تعارف
۴۴	فاقد کشتی	۱۰	۱۴	ریسایچہ از علامہ اسد نظامی
۴۴	بچپن میں زہد و مجاہدہ	۱۱	۲۶	سلسلہ چشتیہ
۴۴	بچپن میں نماز کی پابندی	۱۲	۳۳	۱. خاندان
۴۷	والد ماجد کا انتقال	۱۳	۳۳	نسب نامہ پداری
۴۸	ابتدائی دینی تعلیم	۱۴	۳۳	۲. حضرت شاہ عبدالرحیم المعروف سید عبداللہ
۴۸	اجودھن میں آمد اور تعلیم	۱۵	۳۶	۳. حضرت علی احمد صابر کی والدہ ماجدہ
۴۹	حقیقی ماموں کی آغوش محبت	۱۶	۳۸	۲- ولادت و پرورش
۵۱	حضرت بابا صاحب کی روحانی توجہ	۱۷	۳۸	۱. آثار قبل از ولادت
۵۱	روحانی منازل	۱۸	۳۹	۲. پیدائش
۵۳	حضرت کی والدہ صفا کا ہر اوپس جانا	۱۹	۳۹	۳. واقعہ بوقت پیدائش
۵۵	۳. ریاضت و عبادت		۴۰	۴. اسم گرامی
۵۵	خدمات تقسیم لنگر	۱	۴۱	۵. زمانہ رضاعت کی کرامات
۵۶	مجاہد کے بارے میں روایات	۲	۴۱	۶. بچپن کے واقعات

۸۲	سلسلہ رشد و ہدایت	۵۸	تقسیم لشکر کا انتظام	۳	
۸۲	کلیئر کے تاریخی حالات	۱	۵۸	دعائے توری	۴
۸۲	کلیئر کی جامع مسجد	۲	۶۱	حضرت مخدوم صاحب کی جلالی کیفیت	۵
۸۵	حضرت مخدوم صاحب کی کلیئر روانگی	۳	۶۲	والدہ محترمہ کی ہرات سے واپسی	۶
۸۵	حضرت کی کلیئر میں آمد	۴	۶۳	دربار فریدی سے صابر کا خطاب	۷
۸۶	جامع مسجد میں وعظ	۵	۶۵	حضرت بابا فرید مخدوم پاک کے ہجرے میں	۸
۸۷	دوسرے دن کی مجلس وعظ	۶	۶۸	۴۷. ازدواجی زندگی	۱
۸۸	قاصی تبرک کی مخالفت	۷	۶۹	شکاح اور زوجہ محترمہ کا وصال	۲
۸۸	گم شدہ بکری کا واقعہ	۸	۷۱	نئی دین کے وصال کے غم میں والد کا وصال	۳
۹۰	بابا صاحب کی حالات کلیئر سے گاہی	۹	۷۱	نوسال کا استغراق	۴
۹۱	حضرت مخدوم کا مسجد میں دوبارہ جانا	۱۰	۷۲	۵۔ بیعت و خلافت	۱
۹۲	قاضی تبرک نے بابا صاحب کا خط چاک کر دیا	۱۱	۷۳	اذکار و اشغال کا دور	۲
۹۳	حضرت صابر کی تنبیہ	۱۲	۷۴	بشارت قبل از خلافت	۳
۹۳	حضرت بابا صاحب اور رئیس کلیئر	۱۳	۷۵	فرقہ خلافت	۴
۹۳	کے بذریعہ خط مذاکرات	۱۴	۷۷	سند خلافت	۵
۹۶	کلیئر میں زلزلہ	۱۴	۷۹	حضرت شیخ جمال الدین قطب ہانسی	۶
۹۷	کلیئر کی جامع مسجد کا رکوع	۱۵	۷۹	سند خلافت پر مہر تصدیق کا حکم	۷
۹۹	حضرت بابا فرید گنج شکر کو حالات کی اطلاع	۱۴	۷۹	حضرت مخدوم صاحب کی ہانسی کو روانگی	۸
۱۰۰	اولیاء کی حضرت مخدوم کی مزاج پر سی	۱۷	۷۹	حضرت مخدوم پاک کی انگلی شمع کی طرح روشن ہو گئی	۹
				۴۔ کلیئر میں قیام اور	

۱۱۵	۲	وصال حضرت مخدوم پاک	۱۰۱	۱۸	چار چیزوں کی آتش غضب سے
۱۱۷	۵	حقیقت فنا و بقا	۱۰۱	۱۹	حفاظت کی دعا
۱۱۸	۶	حضرت مخدوم پاک کی تاریخ وصال	۱۰۱	۲۰	کلیئر میں آتش زدگی
۱۱۹	۹	اوصاف و معمولات	۱۰۳		سلطان ناصر الدین کا خط حضرت
۱۲۰	۱	علیہ مبارک			بابا فرید کے نام
۱۲۰	۲	لباس	۱۰۳		دور جمال
۱۲۱	۳	ذوق شعر گوئی	۱۰۳	۱	بارہ سال کا مجاہدہ
۱۲۲	۴	غزل	۱۰۳	۲	جمال میں لانے کیلئے بابا صاحب
۱۲۳	۵	سیرت			کی تدبیر
۱۲۸	۱۰	مزار اقدس	۱۰۵	۳	حضرت شمس الدین کی کلیئر میں آمد
۱۲۸	۱	دور ویرانی			اور قیام
۱۲۹	۲	حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۱۰۶	۴	بیعت حضرت شمس الدین ترک
		کا دور	۱۰۷	۵	حضرت شمس الدین کو نصیحت
۱۳۰	۳	ہندو جوگی کا واقعہ	۱۰۷	۶	عالم جمال کا آغاز
۱۳۱	۴	تعمیر گنبد و مسجد	۱۰۸	۷	حضرت امیر خسرو کا واقعہ
۱۳۲	۵	دیگر عمارات کی تعمیر	۱۱۰	۸	زندگی کا آخری دور اور وصال
۱۳۴	۶	عمارات درگاہ	۱۱۰	۱	حضرت مخدوم پاک کی وصیت
۱۳۴	۷	روضہ اقدس	۱۱۳	۲	حضرت خواجہ شمس الدین کی فوج
۱۳۵	۸	اوقات حاضری آستانہ شریف			میں بھرتی
۱۳۵	۹	مسجد درگاہ شریف		۳	حضرت خواجہ شمس الدین کی دعا
۱۳۶	۱۰	لنگر	۱۱۴		سے قلعہ فتح ہو گیا

۱۵۲	تحصیل علم	۲	۱۲۶	محفل خانہ	۱۱
۱۵۲	تلاش مرشد	۳	۱۲۰	۱۱۔ آپ کا عرس مبارک	
۱۵۳	ریاضت و عبادت	۴	۱۲۰	عرس کی ابتداء	۱
۱۵۳	خرقہ خلافت	۵	۱۲۰	میلہ پیران کلیر شریف	۲
۱۵۳	پانی پت میں آمد و قیام	۶	۱۲۱	ایام عرس کی رونق	۳
۱۵۴	کرامت	۷	۱۲۳	روشنی	۴
۱۵۵	سیرت پاک	۸	۱۲۳	ختم قرآن پاک	۵
۱۵۵	خلیفہ	۹	۱۲۳	غسل	۶
۱۵۵	وصال	۱۰	۱۲۴	رسم مہندی	۷
۱۵۵	اولاد	۱۱	۱۲۵	محافل سماع	۸
۱۵۶	۱۲۔ اعمال صابریہ		۱۲۶	لنگر دوران عرس	۹
۱۵۶	زیارت رسول اکرم کا طریقہ	۱	۱۲۷	تکمیل عرس اور زائرین کی واپسی	۱۰
۱۵۶	قبولیت دعا کا وظیفہ	۲	۱۲۹	۱۲۔ کلیر شریف میں دیگر اولیاء کے مزارات	
۱۵۷	صاحب کشف بننے کا عمل	۳	۱۲۹	حضرت امام ابو صالحؒ	۱
۱۵۷	استخارہ کا طریقہ	۴	۱۵۰	مزار حضرت کلکلی شاہؒ	۲
۱۵۸	تسخیر عام کا عمل	۵	۱۵۱	مزار حضرت پیر غائب	۳
۱۵۸	حصول علم کا عمل	۶	۱۵۱	حضرت ابدالؒ کا مزار اقدس	۴
۱۵۹	عبادت کیلئے رات کو اٹھنے کا عمل	۷	۱۵۱	مزار شہید بابا چرم پوش	۵
۱۵۹	سخنی بننے کا عمل	۸	۱۵۱	حضرت شاہ چراغ علی صاحبؒ	۶
۱۶۰	کشادگی رزق کا عمل	۹	۱۵۲	۱۳۔ حضرت شمس الدین ترک پاتی پتی	
۱۶۱	حصول روزگار کا عمل	۱۰	۱۵۲	نام و نسب	۱

۱۶۳	۱۸	قید سے رہائی کا عمل	۱۶۱	۱۱	مصائب سے نجات کا وظیفہ
۱۶۴	۱۹	اولاد زینہ کیلئے مجرب عمل	۱۶۲	۱۲	ادائے قرض کا عمل
۱۶۴	۲۰	نظر بد کو دور کرنے کا عمل	۱۶۲	۱۳	خلاصی قرض کی مجرب دعا
۱۶۵	۲۱	دانت درد کو ختم کرنے کا مجرب عمل	۱۶۲	۱۴	قضائے حاجات کا مجرب عمل
۱۶۵	۲۲	آنکھ کے پھڑکنے کا علاج	۱۶۳	۱۵	گم شدہ چیز کے ملنے کا عمل
۱۶۵	۲۳	تریاق لقوہ	۱۶۳	۱۶	جان و مال کی حفاظت کا عمل
۱۶۶	۲۴	اکھڑا کا عمل	۱۶۳	۱۷	دشمنوں سے محفوظ رہنے کا عمل

۹
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سخنِ چاند

قدوة العارفين، زبدة الكاملين، قدوة السالكين، فخر اوليائے
روئے زمین حضرت شیخ علی احمد صابر کلپیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عظیم المرتبت
بزرگ ہیں۔ ان کے باطنی مقامات و کمالات عالیہ سے وہی خوش نصیب کچھ واقفیت
حاصل کر سکتا ہے۔ جس نے ان کے فیوض و برکات کے بحر بے کراں میں غوطہ زنی کی
سعادت حاصل کی ہو۔ بہر حال سلسلہ صابریہ کے باکمال حضرات نے ان کے حالات و مقامات
پر بہت کچھ لکھا ہے اور آئندہ بھی لکھا جانا ہے گا۔

ہمارے فاضل دوست جناب عالم فقہری صاحب ایم اے ایل ایل بی
مصنف کتب کثیرہ لائق صد ستائش ہیں کہ انہوں نے بھی حضرت صابر پیا قدس سرہ العزیز کے
حضور خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے ایک گلستہ تیار کیا ہے، جو ماشاء اللہ بہت
زیادہ خوشنما ہے، امید ہے کہ جناب عالم فقہری کا یہ نذرانہ عقیدت حضرت صابر پیا
علیہ الرحمۃ کی بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت حاصل کر لے گا۔

اہل طریقت اور بزرگان دین کے حالات و کمالات سے ذوق رکھنے والے حضرات
اس سے مستفید و مستفیض ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

خاکِ راہِ درو منداں

محمد موسیٰ عفی عنہ

داتا کی نگری

۱۴ شوال المکرم ۱۴۰۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفہیم

از
ابوالطاهر فدا حسین فدا مدیر اعلیٰ مہر و ماہ - لاہور

حمد محمودی کے درجہ صورت
شد بانوار محمد جلوہ گر

آج اگر ہم اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ہم ایک ایسے پر آشوب دور سے گزر رہے ہیں، جو جہالت اور گم راہی کے سبب مادیت، غفلت اور معصیت کی آلودگی سے لگھڑا ہوا ہے اور ہمیں انتہائی مایوسیوں، محرومیوں اور بد نختیوں کے اتھاہ اندھیروں کی طرف لئے جا رہا ہے۔ یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے اعمال صالحہ اور افعال حسنہ سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ ہمارے اذہان اپنے درخشندہ ماضی کی روایات کو فراموش کر چکے ہیں۔ اور ہم خاصانِ خدا کے اہم واقعات اور انکی سیر و حیات کی تمام تر جزئیات کو دل و دماغ سے محو کرنے میں کچھ بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کر رہے، حالانکہ یہی وہ واجب تعظیم اور لائق تقلید ہستیاں ہیں، جن کا ہر سوہ ہدایت آفتابِ ماہتاب کی شعاعوں کا کام دیتا ہے اور جن کا مطمح نظر صرف یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اخلاقِ عالیہ ہی اسلام میں ایک اساسی اہمیت کا حامل ہے۔

آج کے دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اُمتِ مسلمہ ایک بار پھر گم گشتگانِ راہ ہدایت کو متبعینِ شریعت اور اصحابِ طریقت و معرفت کے اقوال و افعال، تحریر و تقریر اور تبلیغ و ارشاد سے روشناس کر لے۔ کیونکہ ان ہی صالحین کے زینِ اسالیب کی پیروی میں ہماری دینی و ملی کامرانیوں کا راز پنہاں ہے۔

اگر آج بھی ہم اپنے ظاہر و باطن کو مبرا و منسرہ کر لیں تو ہمارے سروں پر زندقہ و الحاد

کے جو بادل منڈلا رہے ہیں، یکسر ٹھپٹ جا بیٹے گے اور ہمیں نہ صرف دنیا میں بلکہ عاقبت میں بھی ایسا سکون و اطمینان نصیب ہوگا، جو ہر مردِ مومن کو حاصل ہونا چاہیے (انشاء اللہ تعالیٰ)۔ ان حقائق و شواہد کو مد نظر رکھتے ہوئے موجودہ مخرب اخلاق اور ناپسندیدہ ماحول میں اسلامی تعلیمات کی روشنی کو پھیلانے، شمعِ اسلام کی ضیائیں چہار سو بجھیرنے اور دینِ متین کی تبلیغ و ترویج کے ملی فریضہ کو بحال لانے کیلئے ہمارے ایک صاحبِ فکر و نظر، باشعور اور قابلِ دوست پیش پیش نظر آتے ہیں، جنہیں تاریخ و سیر اور اسلامی ادبیات سے گہرا شعف ہے۔ اس سے میری مراد جنابِ عالمِ فقہی ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہیں۔

محترم عالمِ فقہی زید مجدہ ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں، جو متعدد کتب کے مصنف و مؤلف ہیں۔ صوفیاء کرام سے والہانہ قلبی لگاؤ ان کا خاصہ اور تبلیغِ اسلام، اشاعتِ دین، اور احکامِ شریعت کی تشہیر ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ آپ کی جملہ تصانیف و تالیفات اسلامی حلقوں میں قبولیتِ عامہ کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ اسی جذبہٴ اخلاق کے پیش نظر آپ انہوں نے شیخ الاسلام و المسلمین، زہد الانبیاء حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کے خواہر زادہ اور خلیفہ خاص، فخر اولیاء، پیکرِ صبر و رضا، حضرت خواجہ علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سوانحِ اقدس نہایت احتیاط، تحقیق و تدقیق، ذہن شناسی اور والہانہ عقیدت و ادارت سے جمع کئے ہیں۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ ایک عارفِ کامل اور فانی الذات شخصیت تھے۔ ایسی برگزیدہ اور خدارسیدہ ہستیوں کی عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ اور تبلیغِ دین و ملت کیلئے قربانی و ایثار کے واقعات کو ہمیں بار بار دہرانا چاہیے تاکہ ہماری آئندہ نسلیں اخلاقی پستی کی طرف جانے کی بجائے اخلاقِ حسنہ کی بلندیوں کی جانب ثابت قدم ہو کر چل سکیں اور ان کے دلوں میں دنیا کے سب سے بڑے اور ہمہ گیر مذہب ”اسلام“ کی سچی لگن اور حقیقی محبت کا جذبہ

کار فرما ہو سکے۔

حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ صابر پیما کے پیارے اور محبوب لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ صابر پیما کے الفاظ سنتے ہی ان کے شدید ایسوں پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور وہ صابر پیما، صابر پیما کہتے ہوئے مستانہ وار جھومنے لگ جاتے ہیں۔ یہاں یہ تحریر کر دینا بھی صاحب سوانح کی عظمت کا شاندار اعتراف ہے کہ فارسی زبان کے ممتاز و معروف سخن گو ملک الشعراء حضرت شیخ مولانا غلام قادر گرامی (شاعر خاص حضور نظام دکن مرحوم) علیہ الرحمہ صابر پیما کے حضور اپنا منظوم نذرانہ عقیدت ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

مُرشد مخدوم شیخ صابر صابر در صبر و رضا اول و آخر صابر
گفتم کہ بود اولیا جو ہر حسد خود روح فرید گفت صابر صابر
یہی وہ صابر پیما ہیں جن کے متبرک سوانح حیات احاطہ تحریر میں لا کر فاضل موصوف نے ایک گراں قدر شاہکار کا اضافہ کیا ہے۔
محترم عالم فقیری اپنی اس سعی جمیلہ کے باعث ہر اہل علم و دانش اور وارفتگان اولیاء کرام کی لامحدود تحسین و ستائش کے مستحق ہیں۔
میں بصد مسرت و انبساط موصوف کی اس شاندار کاوش پر ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ رب العزت انہیں خدمت دین و ملت کی مزید توفیق و استطاعت سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔

ابوالطاہر قدا حسین قدا
”مدیر اعلیٰ مہر و ماہ لہو“

۱۳ شوال المکرم ۱۳۰۵ھ
لاہور

مختصر تعارف

برادر محترم جناب علامہ عالم فقیری صاحب جنرل سیکرٹری پاکستان سٹی رائٹر گلڈ لاہور جو بزرگان دین سے گہرا تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ متعدد کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن کا مقصد حیاتِ صوفیا حضرات سے مناسبت اور ان کے حالات و افکار کی اشاعت و ترویج کرنا ہے چنانچہ اسی سلسلے میں گلزارِ صوفیا جیسی مشہور کتاب کا خصوصی ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو اولیائے لاہور کے بارے میں آپ نے اپنی محنت و شاقہ سے قلمبند کی اور اپنے ادارے کی طرف سے طبع کر کے طالبانِ تصوف کو معلومات پہنچائیں۔ اس سے قبل آپ نے حضرت سید فخر الدین المعروف حضرت شاہ حسین زنجانی علیہ الرحمۃ کے احوال و مقامات کے بارے میں تین کتابیں لکھ کر حضرت میراں حسین زنجانی علیہ الرحمۃ کی زندگی اور علمی، روحانی پر کیف معلومات قارئین حضرات تک پہنچا چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں حضرت محمد سید علاؤ الدین علی صاحب قرظ صابر قدس سرہ العزیز کے بارے میں بہترین معلومات پر مشتمل کتاب لکھی ہے جسے مطالعہ کے بعد آپ حضرات برادر عالم فقیری کی علمی بصیرت کا خود جائزہ لیں گے کہ سرزمینِ لاہور میں اقامت پذیر ہو کر کس قدر معلومات کا انمول خزانہ ہیں۔

سے
 این سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشہ خدائے بخشندہ

یکے از خاکپائے کوچہ خواجگانِ چشت

نیازمند اسد نظامی، موسوی قلندر

چک نمبر ۱۱۴/۱۰-۸ ڈاک خانہ جہانیاں منڈی تحصیل، خانیوال

منلع ملتان شریف

یکم ماہ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ بروز شنبہ بمقام خود

دیباچہ

گل و گلزارِ حِشْتِ حضرتِ مخدومِ صابَر
مخزنِ علم و عملِ منبعِ فیضِ و عسلیٰ
موجبِ رشکِ بہشتِ حضرتِ مخدومِ صابَر
گنجینہٴ علم و ولایتِ حضرتِ مخدومِ صابَر

حضرتِ مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابَر قدس سرہ کی ذاتِ گرامی نے جو ہر فریدی کو جس قدر وسعتِ دی خاندانِ حِشْتِ کے فکری اور روحانی تراویوں کو پھیلا یا اگرچہ آپ کے مزاجِ اقدس میں جلالتِ کھوا مگر اس کے باوجود بھی دینی روحانی خدمات کو وسیع تر فرمایا آپ کی حیاتِ مبارکہ سرِ اہل علم و روہ بت تھی جس سے اہل دنیا نے اپنی طلب و تھلس کے مطابق فیض اکتساب کیا یہ وہ سلسلہ مقدس ہے جو کورہ ارضی میں پھیلا ہوا ہے جو واقعی عدیم التظیر ہے کیونکہ سارا فیضانِ کرم شیخ الاسلام و المسلمین فرید الملت والدین مسعود گنجشکر قدس سرہ العزیز (المتوفی ۷۶۹ھ) کا ہے جو سلسلہ نظامیہ، جمالیہ اور صابریہ کی شکل میں آفتاب و مہتاب کی طرح اظہر من الحقیقت ہوا اور یہ وہ اولیائے کاملین ہیں کہ جن کے وجودِ مسعود کی بدولت و برکت سے بالخصوص برصغیر میں دینی اور روحانی اشاعت و تراویج ہوتی اگر ان حضرات کا وجود مسعود نہ ہوتا تو کفر و ظلمت و ادبار کے ابرتیرہ شبی کی مانند ہم پر مسلط ہوتا اور ہم کفر و ضلالت کی پر عمیق وادیوں میں بھٹک رہے ہوتے۔

درویشِ راہِ شہر نہ بودے اگر مقام گشتے سراسر ایں ہمیشہ عالم خرابِ حال
دینِ فطرت کو پھیلانے میں یہی اولیائے کبار تھے کہ جنہوں نے دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر ظلمتِ کدوں میں آذانِ حق کو بلند کیا اگرچہ دوسرے سلاسل کے حضرات اولیاء

نے بھی خدمات سر انجام دیں وہ بھی فی الواقع قابل ذکر ہیں مگر یہاں صرف حضرت بابا
 فرید الدین مسعود گنجشکر علیہ الرحمۃ کے اختلاف کی دینی اور روحانی خدمات کا تذکرہ کرنا مقصود
 ہے۔ ابتدا بنا بریں ان حضرات میں سے حضرت مخدوم صابر پاک قدس سرہ کی حیات مبارکہ
 اور انکی روحانی تجلیات کا ذکر خیر شہیر کرنا راقم السطور کے پیش نظر ہے اس لئے مختصر تاریخ
 و تصوف کی روشنی میں موصوف الذکر ولی کامل یعنی حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ جو نسباً
 سادات بہرات میں سے تھے، آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مخدوم سیچو عبد الرحیم بہراتی علیہ
 الرحمۃ تھا، جو سرزمین بہرات کے فاضل عالم دین اور صاحب فقر و ولایت تھے جن کا علمی
 اور روحانی مقام بہرات کے علماء و مشائخ میں بلند و بالا تھا، جو آپ کے تذکرہ نگاروں نے
 بہر لحاظ سے فوقیت دی اور واقعی دی جانی چاہیے تھی، محققین تصوف کے نزدیک آپ کا
 سلسلہ نسب یہ ہے کہ

حضرت سید عبد الرحیم اقلقب سید عبد السلام بن سید فتح الدین بن سید نور محمد بن
 سید امجد بن سید غیاث الدین بن سید بہاؤ الدین بن سید داؤد بن سید تاج الدین
 بن سید محمد بن سید علی بن سید ضیاء الدین بن سید اسماعیل بن سید امام جعفر
 صادق بن سید امام باقر بن سید زین العابدین بن سید حضرت امام حسین بن
 سید علی رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

منتذکرہ نسب نامہ کے مطابق آپ سید حسینی تھے اور یہی شجرہ نسب جو مختلف کتابوں میں مرقوم ہے
 اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہ الرحمۃ جو حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجشکر قدس
 سرہ العزیز کی ہمیشہ تھیں، آپ کے نانا جان حضرت قاضی جمال الدین سلیمان حشتی علیہ الرحمۃ
 (جن کا مزار اقدس دیوان چاول مشائخ جو بوریوالہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے) جو حضرت
 خواجہ غریب نواز قدس سرہ العزیز کے دست بیعت تھے، حضرت بی بی ہاجرہ جو حضرت

لے مرزا عبد الستار سہراچی، مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین، جلد دوم، ص ۳۹۔

بی بی قرسم بنت موسکن وجبہ الدین ضجری ثم ملتانی علیہ الرحمۃ تھیں جنکا پیر اصغر علی حشتی نے جو اہر فریدی میں کیا ہے۔ ان حقائق بالا کے مطابق حضرت مخدوم صابر پاک قدس سرہ نجیب الطرفین تھے یعنی والد ماجد کی طرف سے سادات حسینی اور والدہ ماجدہ کی جانب سے فاروقی النسب تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت بغداد شریف میں ہوئی جو عنفوان شباب میں بغداد شریف سے اپنے والد ماجد کے ساتھ ہرات میں تشریف لائے۔ اس لئے آپ کو حضرت سید عبدالرحیم ہراتی علیہ الرحمۃ کہا جاتا ہے۔ ہرات سے کھوٹوال یعنی دیوان چاولی مشائخ میں تشریف لاکر حضرت قبلہ مخدوم قاضی جمال الدین سلیمان حشتی علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی چند دن قیام پذیر رہے علمی اور روحانی استفادہ کیا پھر آپ کو حضرت قاضی علیہ الرحمۃ نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت بی بی ہاجرہ علیہ الرحمۃ کو عقد میں دیدی۔ حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت مقام ہرات میں ہے اور ایک دوسری روایت کے مطابق کھوٹوال ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کا مزاج اقدس انتہائی طور پر جلالی تھا جو حسب اطہر سے ہر وقت جلالت متشریح تھی حضرت علی اصغر حشتی محزن صابر حشتی میں رقم طراز ہیں۔
 ”اے عارف کامل و اے قطب اکمل و اے مقتدائے اہل طریقت و اے پیشوائے عالم حقیقت اے رہمائے کوچہ معرفت اے فرید الدہر و حید العصر اے محرم راز خفی و جلی و اے جانشین نبی و علی اے زبیدۃ اولیائے مشائخان اکابر یعنی مخدوم علاؤ الدین علی احمد قدس سرہ کہ صاحب کشف و کرامات و عالی درجات

۱۔ حضرت مولانا وجبہ الدین ضجری علیہ الرحمۃ جو خراسان کے علاقہ کے خنجد کے باشندہ تھے اپنے والد ماجد کے ساتھ

لاں عیسیٰ کرور (ضلع مظفر گڑھ) میں تشریف لائے جو بعد میں ملتان کے قلعہ پر حضرت مولانا قطب الدین کاشانی حشتی نظامی

علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۸۰ھ) کے درس میں اقامت پذیر ہوئے جن کا انتقال بھی وہیں ہوا۔ جنکی مزار اقدس

قدہ کہتہ پر موجود ہے۔ (اسد نظامی)

اولیائے وقت بودہ شانے عظیم و درجہ رفیع داشت“ ۱۷
 آپ اپنے عہد بچپن میں قائم اللیل اور صائم الدہر رہتے جو چند دنوں اور پانی سے روزہ اقطاع فرماتے:

” قائم اللیل و صائم النهار بودند وقت افطار چند دانہ گولہ را جوش دادہ می خوردند و
 بغیر از نماز پنجگانہ ازال حجہ نمی برآند“ ۱۸

ترجمہ: قائم اللیل اور صائم الدہر رہتے، چند دنوں گولہ جوش دیئے ہوتے سے
 روزہ افطار فرماتے، نماز پنجگانہ ادا فرماتے اور پھر حجہ میں تشریف لے جاتے،
 جب آپ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے جاتے تو آپ کو نور کا ہیولا گھیر لیتا اور جب
 آپ اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے جاتے تو وہ نور کا ہیولا آپ کے ارد گرد رہتا جس
 سے آپ کی ولایت کے آثار نمایاں تھے، عارف باللہ عالم برحق حضرت شیخ عبدالحق قادی
 دہلوی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) اپنی کتاب اخبار الاخیار میں رقمطراز ہیں:-

” صاحب حالے بلند و ہمہتی قوی در شرت و از غلبہ استغراق ذات مطلق

ہرگز بدنیاء و عقبتی نمی آورد“ ۱۹

ترجمہ: صاحب حال بلند ہمہت زیادہ رکھتے تھے اور استغراق کا غلبہ آپ پر
 بے حد غالب تھا، جو ذات مطلق کی محبت و عشق سے معمور تھا آپ کی
 توجہ دنیا اور عقبتی کی خواہشات پر ہرگز نہ تھی۔

آپ پر عشق و مستی غالب رہتی جو روحانی ارتقا کا مظہر تھی جنکی روحانی جولانگاہ جو حد
 عقل و خیال سے ماوراء تھی یہ سب کچھ تقائے فریدہ تھی۔ ۲۰

۱۷ پیر علی اصغر چشتی، مخزن مناقب چشت فارسی، ص ۱۱۷، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور،

۱۸ حضرت شاہ محمد خطیر دہلوی، مقامات احمدیہ سعیدیہ، ص ۱۹

۱۹ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (قلمی)، ص ۲۱۷، مملوکہ اسد نظامی،

مے حشر و حدت کسے نوش کرد کہ دنیا و عقبی امت را موش کرد
حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجشکر قدس اللہ سرہ کی آپسے بے حد محبت تھی جو حسب ذیل
فرمودہ تعلق قلبی کا مظہر ہیں۔

” کہ علم سینہ من یہ شیخ نظام الدین و علم دل من بشیخ علاء الدین صابر رسید لے
میرے سینے کا علم شیخ نظام الدین کو ملا اور دل کا علم شیخ علاء الدین صابر
کو پہنچا۔

صدری علم اور دل کا علم یہ دونوں حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ ہی کے مخزن کرم تھے
جو ان دونوں حضرات یعنی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی دہلوی علیہ الرحمۃ ،
(المتوفی ۷۲۵ھ) اور حضرت قبلہ مخدوم صابر پاک قدس سرہ کو مرحمت کئے گئے جو اہر
فریدی میں حضرت مخدوم صابر پاک قدس سرہ کے متعلق مرقوم ہے کہ

’ آن حضرت صاحب زہد و تقویٰ و صاحب تجرد و بکریہ و صاحب قرانیت و
صاحب تفرید و صاحب توحید و صاحب فوق سماع بود، لے

ترجمہ: آپ صاحب زہد و تقویٰ اور انتہائی پسند، توحید باری تعالیٰ سے
بے حد محبت رکھنے کے علاوہ سماع کا ذوق بھی رکھتے تھے۔

آپ پر محبت الہی کا اس قدر غلیہ ہوا کہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر محو استغراق رہنے لگے۔

و از کمال محبت الہی دوام مشاہدہ و در ریاضت چنان مستغرق بود کہ از خود و از

بیچ چیز خبر نداشت تا بمرتبہ رسید کہ عمدہ مشائخ عصر و قدوہ اولیائے دہر گردید لے

ترجمہ: آپ محبت حق میں کمال درجہ رکھتے تھے جو انہی میں مشاہدہ دوامی

لے شیخ الہندی ابن شیخ عبدالرحیم، سیر الاقطاب فارسی، ص ۸، مبلوونہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ،

لے شیخ علی اصغر چشتی، جواہر ذریعی، (قلمی) ص ۱۱۹،

لے نویشگی قصورن، معارضہ الولاہیت قلمی ص ۲۰۸ مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لاہور لکھنؤ،

حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے علمی اور روحانی کمالات دے کر تبلیغ اسلام کی خاطر کلیہ شریف میں مامور فرمایا جو آپ سب سے پہلے دہلی میں تشریف لے گئے۔

” حضرت گنجشکر اور ابعاد از عطا خلافت و اجازت دادہ بجانب دہلی رخصت نمود۔“ ۱

ترجمہ. حضرت گنجشکر نے آپ کو خلافت اور اجازت دے کر دہلی کی طرف روانہ فرمایا۔

اجودھن سے دہلی پہنچ کر کچھ عرصہ قیام فرمایا دوران دہلی برادر طریقت حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی قدس سرہ (المتوفی ۷۲۵ھ) سے یاہمی ملاقاتیں بھی کیں۔

” دوران قیام در دہلی با شیخ نظام الدین تجاری دہلوی قدس سرہ متعدد ملاقات می کرد،“ ۲

ترجمہ. دہلی میں قیام کے دوران شیخ نظام الدین تجاری دہلوی قدس سرہ سے کئی بار ملاقاتیں بھی کیں۔

سرزمین دہلی میں جتنے دن قیام فرمایا مخلوق خدا کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے مستفید فرماتے رہے چنانچہ حضرت اہلایا علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

” سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کہ ماہین ہر دو بزرگوار رابطہ اتحاد قائم بود،“ ۳

ترجمہ. سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے درمیان ان پر دو بزرگوار کا رابطہ اتحاد برقرار تھا۔

۱ حضرت خوشگی علیہ الرحمۃ، معارج الولاہیت، ص ۲۰۸،

۲ مذاہب صوفیہ، ص ۱۱۷، حضرت قاضی صادق علیہ الرحمۃ، ۳ حضرت شیخ اہلایا علیہ الرحمۃ

سیر الاقطاب (فارسی قلمی) ص ۱۱۹، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور،

جب تک آپ دہلی میں اقامت پذیر رہے جو شخص بھی حضرت محبوب الہی علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں بیعت ہونے کی خواہش کرتا تو آپ اُسے حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں بھیج دیتے،

”کسانیکہ شغھے بخدمت حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الہی قدس سرہ برائے بیعت شدن می آمدی حضرت شیخ بخدمت حضرت صابر علیہ الرحمۃ کلیری می فرستادندے“ ۱

ترجمہ: جو شخص حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الہی قدس سرہ کی خدمت اقدس میں بیعت ہونے کیلئے حاضر ہوتا تو آپ اُسے حضرت صابر کلیری کی خدمت میں بھیج دیتے

حضرت قاضی عبید اللہ چشتی نظامی ملتان کی علیہ الرحمۃ کے علاوہ شاہ جہانی عہد کا مشہور صوفی مورخ حضرت الہ دیا بن عبد الرحیم امیٹھوی علیہ الرحمۃ بھی باہمی ارتباط کے بائیں لکھتے ہیں: ”حضرت سلطان المشائخ ہر کس را بخدمت آن حضرت می فرستاد تا کہید می فرمود کہ خدمت آن حضرت بوجہ احسن نمائی و تحریم و تعظیم بجا آری آن چندن نباشد کہ بلال خاطر آن حضرت را واقع شود“

ترجمہ: حضرت سلطان المشائخ ہر آنے والے شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجتے اور ساتھ ہی یہ تاکید فرماتے کہ آپ کی خدمت میں اچھے طریقے سے پیش آنا تعظیم و تکریم خوب بجالانا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی طبع مبارک پر کوئی بات ناگراں گذر دہلی کے کلیر شریف میں اقامت پذیر ہو کر روحانی خدمات بجالاتے رہے،

۱ حضرت شیخ الہ دیا علیہ الرحمۃ سیر الاقطاب (فارسی قلمی) ص ۱۹۰، مملوکہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور،

۲ حضرت قاضی عبید اللہ چشتی نظامی ملتان کی علیہ الرحمۃ، مذاہب صوفیہ، ص ۱۲۱،

۳ حضرت شیخ الہ دیا امیٹھوی علیہ الرحمۃ، سیر الاقطاب، (قلمی) ص ۱۹۰،

” از دہلی چوں در کلیہ شریف می رفتند آنجا خدمات روحانی سرانجام می دادند“ ۱
ترجمہ: دہلی سے جب کلیہ شریف تشریف لے گئے تو وہاں پر روحانی
خدمات سرانجام دیتے رہے،

آپ ظاہری اور باطنی علوم کے بحرِ خاں تھے۔

” و در علم ظاہری و باطنی نظیرنداشت و جذبہ الہی بلا نہایت می داشت و قطب
و غوث وقت خود بود“ ۲

ترجمہ: ظاہری اور باطنی علم میں بے نظیر تھے جذبہ الہی بہت ہی زیادہ رکھتے
تھے جو اپنے وقت کے قطب اور غوث تھے۔

خلافتِ روحانیہ اور تجاہتِ حقہ کے علمبردار محمد و الملت والدین حضرت شیخ علاؤ الدین
علی احمد صابر قدس سرہ العزیز نے کلیہ شریف کے خطے کو صرف اسی لئے منتخب فرمایا کہ وہاں
کفرستان تھا جنکا چپہ چپہ کفر و ظلمت کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ اس لئے وہاں توحید و رسالت
کی اشاعت و ترویج ضروری تھی کیونکہ کلیہ شریف سے پچیس میل کے فاصلے پر ہندوؤں کا
ایک قدیم مندر تیرتھ نامی موجود تھا جس میں ہاتھوں کے تراشیدہ پتھروں کی پرستش کی
جاتی تھی جہاں پر تیرتھ ہر دو ار کے پتھروں اور مہابتوں کی چیرہ دستیوں سے عامتہ الناس
لوگ بے حد نالاں تھے جب آپ نے کلیہ شریف میں اقامت اختیار فرمائی تو آپ کے وارد مسود
سے کفر لڑنے پر اندام ہوا بت کدوں میں وہ رونق نہ رہی بلکہ بتدریج محکم ہوتی چلی گئی اور
اور مظلوم انسانوں اور سکون قلب کے پیاسوں نے جب دیکھا کہ سر زمین کلیہ میں ایک ایسی
عظیم المرتبت شخصیت تشریف فرما ہے جس کی خدمت میں حاضری دینے سے تسکینِ روح ہوتی

۱ حضرت قاضی عبید اللہ ملتانی علیہ الرحمۃ، مذاہب صوفیہ، (قلمی) ص ۱۱۹، مملوکہ حضرت مفتی عبد الشکور

صاحب مدظلہ ملتان شریف۔ ۲ مولانا الہ دیا چشتی علیہ الرحمۃ، سیر الاقطاب (فارسی)

ص ۱۷۸، مطبوعہ منبغ منشی نامی نول کشور لکھنؤ۔

86726 69226

ہے، زخموں کو مندمل کیا جاتا ہے۔ روحانی غذا دی جاتی ہے وہ ظلم گزیدہ انسان آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہونے لگے، جنکی نگاہِ کرم کی بدولت اطمینان قلب ملنے لگی۔

ہر کجا شمعِ بلا اندر وختند صد ہزاراں جانِ عاشق سوختند
 آپکی یہی کشش اور جاذبیت تھی کہ نہ صرف سرزمینِ کلیہ شریف بلکہ دور و دراز علاقوں کے لوگ کشاں کشاں جوق در جوق حاضر ہو کر دیوانہ وار شفیقہ و فریفتہ ہونے لگے۔
 کیا شبیلی تھی آنکھ ساقی کی بے خبر کر دیا جدھر دیکھا
 جب لوگ آپکی خدمت میں بکثرت حاضر ہونے لگے تو کفرستانِ ہند کے مہاراجے سنو سمرتی اور اپنشد پرستار بوکھلا گئے مگر چونکہ حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ کی روحانی نیت کے سامنے تاب نہ لاسکتے تھے۔ لہذا سامنے آنے کی بجائے آپ کے خلاف رشتہ دیوانیاں شروع کر دیں خدا کی قدرت کہ وہ حاسد کا سد خود آپ اپنی موت مر گئے مگر آفتاب و مہتاب صابر اپنی تابانی و جولانی پر قائم و دائم رہا ہے۔ اور تا قیام قیامت برقرار ہے گا جس سے متجسس اپنی بساط کے مطابق ضوفشانی حاصل کرتے رہیں گے۔
 خسرانِ قبلہ حاجاتِ جہان ماندوئے از ازل تا ابد فرصتِ درویشانست

غلط واقعہ کی تردید

یہ عام طور پر آپ سے یہ واقعہ منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ کو جب حضرت بابا صاب علیہ الرحمۃ نے خلافت نامہ دے کر حضرت مخدوم جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ کے ہاں مہر شربت کرانے کیلئے ہانسوی روانہ فرمایا۔ ہانسوی جا کر حضرت مخدوم قطب جمال الدین علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی اور اپنا عندیہ ظاہر کیا تو حضرت ہانسوی علیہ الرحمۃ نے

آپکی جلالت دیکھ کر خلافت نامے کو دو شق کر دیا تو حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ جلال میں آکر یہ ارشاد فرمایا کہ

” کہ چوں تو مثال من پارہ کردی من سلسلہ تو پارہ کردم “ لے
جب تو نے خلافت نامہ بھاڑ دیا تو میں نے تیرے سلسلے کو پارہ پارہ کر دیا۔
جب حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ واپس اجودھن میں آکر حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کو خلافت نامہ چاک کرنے کا واقعہ سنایا تو حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ

” در پارہ کردہ جمال را فرید نتواند دوخت “ لے

ترجمہ: جمال کے چاک کردہ خلافت نامے کو فرید دوبارہ نہیں جوڑ سکتا۔
پھر حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے دوبارہ خلافت نامہ لکھ کر کلیر شریف روانہ فرما دیا اور حضرت قطب جمال ہانسوی علیہ الرحمۃ کا سلسلہ روحانیت منقطع ہو گیا۔
اس واقعہ کو سب سے پہلے حضرت محمد اکرم براسوی نے اپنی کتاب اقتباس الانوار میں لکھا پھر شیخ الہدیٰ بن عبد الرحیم امبھٹوی نے جس سے نقل کر دیا اور بعد میں حضرت محمد حسن رامپوری نے حقیقت گلزار جاری میں درج کر دیا جنکے حوالات آج تک متعدد مصنفین و مرتبین حضرات اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آ رہے ہیں مگر حیرت ہے کہ اسی اہم واقعے سے صاحبان ”راشد القواد“، صاحب سیر الاولیاء، صاحب اسرار الاولیاء، صاحب گلزار ابرار جیسے حضرات بے خبر رہے اور اپنی کتابوں میں نہ تحریر کر سکے حتیٰ کہ حضرت جمال خاں جمال صاحب سیر العارفین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب اخبار الاحیاء علیہم الرحمۃ جیسے اولیائے کاملین پر انکشاف نہ ہو سکا بلکہ گیارھویں صدی ہجری کے

لے شیخ الہدیٰ، سیر الاقطاب، ص ۱۸۰، حضرت شیخ محمد اکرم براسوی، اقتباس الانوار، ص ۱۴۹،

بعد کے صاحبان پر سرسینہ راز کیسے منکشف ہو گیا؟
 تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ گھر کران نفوس قدسیہ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے جو
 یہ واقعہ دراصل وقوع پذیر ہی نہیں ہوا، اس غلط واقعہ کی تردید حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد
 مہادری علیہ الرحمۃ (المتوفی ۱۲۰۵ھ) کے مرید و خلیفہ جو حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ کے
 ملفوظ شریف میں تحریر ہے جسے ملاحظہ کیجئے۔

” میاں شرف الدین پاک پتی سواں نموداز و کہ نزع فیما بین شیخ المشائخ شیخ
 قطب جمال رحمۃ اللہ علیہ و شیخ المشائخ شیخ علاؤ الدین مشہور است کہ علاؤ الدین
 ختم کردہ بر خلافت دادن قطب جمال معذرت و در یک شب در پیش
 آوردہ بود ازین جہت فیما بین ہر دو مشائخ نزاع برخواست بر صدق باشد یا
 کذب،

حضرت فرمودہ این قصہ سراسر بہتانے و افتراست کہ خلق از خود پیدا کردہ
 است“ لہ

ترجمہ: میاں شرف الدین پاک پتی نے سوال کیا کہ جو حضرت شیخ المشائخ شیخ
 قطب جمال رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ المشائخ شیخ علاؤ الدین کے درمیان
 نزاع (جھگڑا) مشہور ہے کہ حضرت علاؤ الدین کے خلافت نامے کو قطب جمال
 نے چاک کر دیا تھا یہ واقعہ ایک رات کو پیش آیا اسی بنا پر ان دونوں
 مشائخ حضرات کے درمیان یہ نزاع رونما ہوا کیا یہ سچ ہے یا جھوٹ؟
 حضرت نے فرمایا کہ یہ قصہ سراسر بہتان اور افترا ہے جو لوگوں نے اپنی طرف
 بنا رکھا ہے۔

لہ ملفوظات شریف حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ، ص ۱۰۵، مرتبہ حضرت میاں احمد قادری

تونسوی علیہ الرحمۃ، سال تحریر ۱۲۶ھ مملوکہ میوزیم لاہور

سلسلہ چشتیہ

طرفیت کے مختلف سلسلوں میں سے ایک سلسلہ طریقت چشتیہ ہے۔ یہ سلسلہ خراسان کے ایک مشہور شہر چشت کی نسبت سے معروف ہے اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہاں کچھ بزرگان دین نے روحانی اصلاح و تربیت کا ایک عظیم الشان نظام قائم کیا جسے تصوف میں بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے اور وہ نظام اس مقام کی نسبت کی وجہ سے سلسلہ چشتیہ کے نام سے مشہور ہوا اس سلسلے کے اکابر بزرگان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

۱۔ حضرت خواجہ ابوالسحاق چشتی

آپ سلسلہ چشتیہ کے پہلے بزرگ تسلیم کیے جاتے ہیں جن کے نام کے ساتھ لفظ چشتی استعمال ہوا ہے آپ شام سے بغداد آئے اور وہاں حضرت خواجہ ممشاد علودنیوری کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت ممشاد علودنیوری نے آپے پوچھا بیٹے کہاں سے آئے ہو اور تمہارا نام کیا ہے آپ نے جواب دیا میرا نام ابوالسحاق ہے۔ حضرت ممشاد علودنیوری نے فرمایا کہ تم اہل چشت کے سردار ہو گے چشت کی مخلوق تم سے فیض پائے گی۔ اور تمہارے ہی نام سے تمہارے مرید چشتی کہلائیں سات سال تک حضرت ابوالسحاق اپنے مرشد کی خدمت میں رہے اور آخر جب آپ کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت سے سرفراز کر کے چشت میں قیام کا حکم فرمایا چنانچہ آپ چشت میں مکین ہو گئے۔ اور وہاں لوگوں کو روحانیت سے خوب مالا مال کیا آپ کی نسبت سے خانوادہ چشتیہ مشہور ہوا۔ آپ کا وصال ۱۴ ربیع الثانی ۳۲۹ ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار ملک شام میں ہے۔

۲. حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال چشتیؒ

حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال چشتی کے والد گرامی کا نام فرسافہ تھا مگر سلطان فرسافہ کے نام سے مشہور تھے آپ نجیب الطرفین سادات حسینی سے تھے آپ کا خاندان چشت میں حکمران تھا اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ ۶ رمضان ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے آپ کو بچپن ہی سے حضرت خواجہ ابوالاسحاق شامی کی صحبت میسر آئی اور ظاہری علوم انہی سے حاصل کیے علوم و فنون کی تکمیل کے بعد آپ نے حضرت خواجہ ابوالاسحاق شامی کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی آپ کچھ عرصہ تک ہندو تقویٰ میں مصروف رہے اسکے بعد آپ کے مرشد نے آپ کو خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ تبلیغ کرو۔ اس روز سے آپ آخری دم تک خدمتِ دین میں مشغول رہے آپ کو سماع کا بڑا شوق تھا اور آپ کے ہاں اکثر محفل سماع منعقد ہوا کرتی تھی۔ آپ نے ۹۵ برس کی عمر میں یکم جمادی الثانی ۵۳۵ھ میں رحلت فرمائی آپ کا مزار اقدس چشت میں ہے۔

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد ہارویؒ نے فرمایا چونکہ ہمارے سلسلے کے چار مشہور خواجگان یعنی خواجہ ابوالاسحاق شامی چشتی، خواجہ ابوالاحمد چشتی خواجہ ابو محمد چشتی اور خواجہ ابویوسف چشتی قصبہ چشت کے رہنے والے تھے اس لئے ہمارا سلسلہ انہی بزرگوں کی نسبت سے چشتیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

۳. حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ

آپ حضرت خواجہ ابوالاحمد ابدال چشتی کے فرزند ارجمند و خلیفہ تھے آپ کا نام ابو محمد اور لقب ناصح الدین تھا آپ ۱۰ محرم ۳۳۱ھ میں پیدا ہوئے آپ ہارزاد ولی تھے آپ بڑے عالی مرتبت ولی اللہ تھے آپ بڑے زاہد اور عابد تھے آپ نے اکثر کوئٹہ میں لشک کر نماز معکوس بھی ادا کی آپ اپنے والد بزرگوار کے وصال کے بعد ہنگامہ مشیخت گرم

کیا حیثیت میں بے شمار مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ ایک مرتبہ آپ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے خرقے کو جو پھٹا ہوا تھا سہی رہے تھے شاہِ فارس کا ولی عہد ادھر آنکلا گھوٹے سے اتر اور آدابِ بجالایا اور ہزار دینار کی ایک تھیلی آپ کی خدمت میں پیش کی اور قبول کرنے کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ یہ میرے پیرانِ نقت کا طریقہ نہیں آپ مجھے معاف فرمائیں۔ ولی عہد نے جب بہت اصرار کیا تو آپ نے دریائے طرف دیکھا دریائے ہزاروں مچھلیوں نے منہ ککالا اور مچھلی کے منہ میں ایک سرخ دینار تھا آپ نے ولی عہد سے کہا دیکھو یہ کیا ہے اس پر ولی عہد نے سر خم تسلیم کیا اور آپ کے رخصت ہو کر چلا آیا آپ کا وصال ۷۰ ہجرت سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الثانی ۴۱۱ھ کو ہوا مزار اقدس حیثیت میں مرجعِ خلایق ہے۔

۴۔ حضرت خواجہ ابو یوسف حشتیؒ

آپ کا نام خواجہ ابو یوسف اور لقب ناصر الدین تھا۔ والد بزرگوار کا نام محمد سمعان تھا آپ خواجہ ابو محمد حشتی کے حقیقی بھانجے تھے آپ ۳۷۵ھ میں پیدا ہوئے ظاہری و باطنی تعلیم اپنے ماموں حضرت خواجہ ابو محمد حشتی سے حاصل کی اس کے بعد انہی کے دستِ پر بیعت کی اور انہی کی زیر نگرانی سلوک کی منازل طے کیں آخر رجب آپ پر روحانیت کے دروازے کھل گئے تو آپ کے ماموں نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرما کر اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اس روز سے آپ نے دین و دنیا کی خدمت کو اپنا شعار بنایا آپ امیروں سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے تھے آخری عمر میں آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی آپ کا وصال ۸۴ برس کی عمر میں ۳ رجب المرجب ۴۵۹ھ کو ہوا آپ کا مزار پر انوارِ حشتیت میں ہے۔

۵۔ حضرت خواجہ مودود حشتیؒ

آپ خواجہ ابو یوسف حسینی کے فرزند تھے اور ۴۳۳ھ میں پیدا ہوئے آپ کا اصل نام
 مورد اور لقب قطب الدین تھا۔ آپ نے اپنی تعلیم اپنے بزرگوار کے زیر سرپرستی حاصل کی
 والد محترم کے وصال کے بعد ان کے جانشین بنے آپ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے آپ کو
 کشف القلوب اور کشف القبور پر خاصہ ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے دین کی اشاعت اور تبلیغ
 کا بھی خوب کام کیا اس مقصد کیلئے آپ نے مختلف مقامات کا سفر کیا۔ اور مخلوق خدا کو ہدایت کی
 آپ زیارت کعبہ کیلئے بھی تشریف لے گئے آپ کا حسن اخلاق بہت اچھا تھا جو ملاقات
 کیلئے تشریف لانا اس سے بڑی شفقت سے پیش آتے۔ آپ کے اقوال اور اعمال بالکل شریعت
 کے مطابق تھے۔ آپ کی نصیحتوں میں بڑی تاثیر تھی جو بھی سنتا اثر قبول کرتا۔ حضرت خواجہ صاحب
 سماع کا بھی ذوق رکھتے تھے آپ کا وصال رجب المرجب ۵۲۷ھ میں ہوا۔ اور آپ کا
 مزار پر انوارِ حشت میں ہے۔

۶۔ حضرت حاجی شریف زندنی حسینیؒ

حضرت حاجی شریف زندنی زندنی کے رہنے والے تھے جو بخارا کے علاقے میں ہے آپ
 نے ابتدائی تعلیم بخارا میں حاصل کی بڑے ہو کر آپ نے بے حرج مجاہدات کئے آپ کے متعلق مشہور
 ہے کہ آپ چالیس برس تک جنگل و صحرا میں رہے آپ حضرت خواجہ مورد حسینی کے مرید و خلیفہ
 تھے۔ آپ کا شمار خاصانِ خدا میں ہوتا ہے آپ اللہ کے نہایت ہی مقبول بندوں میں سے
 تھے لوگ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ ایک دفعہ سلطان سنجر نے دمشق کی جامع مسجد میں آپ
 سے ملاقات کی اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا جب سلطان سنجر کا انتقال ہو گیا تو ایک
 شخص نے اس کو خواب میں دیکھا اور حال دریافت کیا اس نے کہا کہ میرے اعمال کی سنرا
 میں فرشتے مجھے دوزخ میں ڈالنے والے تھے کہ فرمان الہی ہوا کہ اس نے فلاں دن دمشق
 کی جامع مسجد میں حاجی شریف زندنی کی قدم بوسی کی تھی اسکی وہ ادا ہمیں پسند آئی اور ہم نے

اے بخش دیا لہذا سلطان سنجری رہائی ہو گئی۔ آپ کا وصال ۱۲۰ برس کی عمر میں ۱۰ رجب ۶۱۲ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس زندہ میں ہے۔

۷۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی ہشتی

حضرت خواجہ عثمان ہارونی حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی کے مرید و خلیفہ تھے آپ کا نام عثمان کنیت ابو النور تھی آپ قصبہ ہرون میں پیدا ہوئے جو مینشا پور کے قصبات میں سے تھا۔ آپ حافظ قرآن تھے اور دن رات میں دو بار قرآن ختم کر لیا کرتے تھے آپ جید عالم تھے اور شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کے علوم میں امام العصر تھے آپ ۷۰ برس تک ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے آپ نہایت محویت و استغراق قلب کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو آپ کی نماز بہت پسند تھی۔ آپ نے زندگی کا کچھ حصہ سیر و سیاحت میں بھی بسر کیا۔ اور آخری عمر تک ان کا یہ مشغلہ جاری رہا حتیٰ کہ ہندوئی حضرت خواجہ معین الدین ہشتی اجمیری آپ کے ہمراہ ۲۰ برس تک مسافرت میں رہے آپ کا وصال ۹۱ برس کی عمر میں ۵ شوال ۶۱۷ھ کو ہوا آپ کو مکہ معظمہ میں دفن کیا گیا تھا لیکن اب نشان نہیں ملتا۔

۸۔ حضرت خواجہ معین الدین ہشتی

ہندوستان میں سلسلہ ہشتیہ کے بانی خواجہ معین الدین ہشتی ہیں۔ آپ ۱۲ رجب ۵۳۷ھ میں بمقام سنجری پیدا ہوئے آپ نے خواجہ عثمان ہارونی سے روحانی فیض حاصل کیا۔ بے حد ریاضت اور عبادت کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے خرقہ خلافت حاصل ہوا۔ آپ نے مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کی دوران سیاحت آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شہاب الدین سہروردی، خواجہ روح الدین کرمانی سے ملاقات ہوئی اور شرف نیاؤ سے مستفیج ہوئے۔ آپ ۷۰ دراز تک مدینہ شریف بھی رہے اور بارگاہ نبوت سے مراتب حاصل کئے پھر وہاں سے لاہور

آئے اور یہاں سے براستہ دہلی اجمیر شریف میں قیام پذیر ہوئے۔ آپ نے بے حد خدمت اسلام سرانجام دی لا تعداد غیر مسلم آپ کے ہاتھوں پر مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کا وصال ۱۰۴۳ھ میں ہوا آپ کا مزار اقدس اجمیر شریف میں ہے۔

۹۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حشتیؒ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا سلسلہ نسبت حضرت امام حسینؑ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سید کمال الدین تھا آپ ماوراء النہر کے ایک قصبہ اوش میں پیدا ہوئے اپنے ابتدائی تعلیم مولانا ابو حفص سے حاصل کی ظاہری علوم کے حصول کے بعد مرشد کامل کی تلاش میں نکلے اور اصغہان میں حضرت خواجہ معین الدین حشتیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے بڑی جلدی مرشد کی نظر کیمیاء نے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔ سترہ سال کی عمر میں خرقہ خلافت عطا ہوا۔ جب حضرت خواجہ معین الدین حشتیؒ ہندوستان تشریف لائے تو آپ بھی ہمراہ تشریف لائے اور قیام دہلی کے دوران دہلی میں قیام پذیر ہو گئے۔ اور یہیں ۱۰۴۷ھ ربيع الاول ۴۳۹ھ میں وصال ہوا۔ آپ کا روضہ مبارک مہرولی دہلی میں ہے۔

۱۰۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ

آپ حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیریؒ کے ماموں اور مرشد تھے اور انہی کی نظر کیمیاء سے حضرت صابر ولی کامل بنے۔ حضرت بابا صاحب حضرت فاروق اعظم کی اولاد میں سے تھے۔ آپ قصبہ کوٹھوال میں ۵۸۶ھ میں ملتان میں پیدا ہوئے۔ عالم شباب ہی تھا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی تشریف لائے آپ نے ان کے ساتھ دہلی جانے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن انہوں نے فرمایا کہ پہلے علم حاصل کرو پھر درویشی میں قدم رکھو چنانچہ آپ نے حسب ضرورت علم حاصل کیا۔ پھر مختلف مقامات کی سیاحت کی۔ آخر دہلی میں حضرت

قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر سبوت ہو گئے آپ نے بے حد ریاضت کی اس کے بعد شد گرامی نے خلافت سے نوازا۔ بعد ازاں آپ پاک پٹن میں آکر اللہ کے بندوں کو راہ ہدایت دکھانے میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے بے شمار خلفاء تھے مگر ان سب میں سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الہی، شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر شیخ جمال الدین ہانسوی اور نجیب الدین متوکل بہت مشہور ہیں۔ آپ کا وصال سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں ۹۵ سال کی عمر میں ۵ محرم ۷۶۴ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس پاک پٹن میں مرجع خلائق ہے۔

۱۔ خاندان

حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کا نسبی تعلق خاندان سادات سے تھا۔ آپ صحیح النسب سید تھے کیونکہ آپ کا سلسلہ نسب کئی واسطوں سے حضرت امام حسینؑ سے ملتا ہے اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ صحیح النسب سید تھے آپ کے آبا و اجداد عرصہ سے بغداد میں آباد تھے آپ کا خاندان علوم ظاہری اور باطنی میں بڑا مشہور تھا۔

نسب نامہ پیری | حضرت مخدوم علی احمد صابر بن سید عبداللہ بن سید فتح اللہ بن سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت سید احمد قدس اللہ سرہ بن حضرت سید غیاث الدین قدس سرہ بن سید بہاؤ الدین قدس سرہ بن سید داؤد قدس سرہ بن حضرت تاج الدین قدس سرہ بن سید محمد اسمعیل قدس سرہ بن سید امام ناطق موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت مولیٰ مشکل کشا حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ آپ کا نسبی تعلق حضرت امام حسنؑ سے تھا کیونکہ تواریخ آئینہ تصوف نے آپ کا جو شجرہ نسب دیا ہے اس میں آپ کو اولادِ غوث الاعظم قرار دیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم المصطفیٰ اللہ | حضرت مخدوم علی احمد صابر کے والد ماجد کا نام بعض تذکروں میں شاہ عبدالرحیم لکھا ہے اور

بعض میں سید عبداللہ لکھا ہے لیکن معلوم یہی ہوتا ہے کہ آپ کے والد کے نام دو تھے لیکن زیادہ تر تذکرہ نگاروں نے آپ کے والد کا نام سید عبدالرحیم لکھا ہے آپ کے والد ماجد بڑے نیک اور صالح انسان تھے بغداد میں بروز اتوار بوقت سپہر بتاریخ ۱۱ ذیقعد ۵۴۱ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم و تربیت وہاں حاصل کی اور ایک دینی مدرسے میں علوم ظاہری کی تکمیل کی۔

حضرت شاہ رحیم کے والد بھی ایک صاحب تصرف بزرگ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت اور پرورش پر خصوصی توجہ فرمائی۔ بعض تذکروں میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شاہ رحیم کو جب ان کے والد ماجد توجہ باطنی سے دیکھتے تو ان پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تو انہیں ان کے والد گود میں لیتے اور آپ کو بوسے اور دعائیں دیتے۔

جب حضرت شاہ رحیم جوان ہو گئے تو آپ کے دل میں عشق الہی کا جذبہ عروج پر پہنچ گیا۔ تو آپ کے والد ماجد نے جب یہ محسوس کیا کہ فرزند روحانیت کو سنبھالنے کے قابل ہو گیا ہے تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو دست مبارک پر بیعت کر لیا اور سلسلہ طریقت میں تعلیم دینا شروع کی اور آپ کو راہ سلوک میں بہت جلد کامل کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک روز مجلس میں اپنے بیٹے کو حاضرین کے سامنے سلسلہ جلید اور سلسلہ رشیدیہ کی خلافت عطا فرمائی، آپ کو دستار خلافت عطا فرمائی اور اس پر سبز عمامہ باندھا، اس خلافت کے حصول سے حضرت عبدالرحیم کے روحانی مقامات میں زیادہ اضافہ ہوا، جب روحانی مقامات میں اضافہ ہوا تو آپ اپنے شہر سے نقل مکانی کر کے جذب و مستی میں پھرنے لگے حتیٰ کہ اسی حالت میں ہرات پہنچ گئے اور وہاں سے ایک روز سیر و گشت کرتے ہوئے قصبہ کھوٹوال (دیوان چاولی مشاخ ضلع ملتان) جا پہنچے، وہاں آپ حضرت جمال الدین سلیمان

کے گھر کے سامنے سے گزرے تو حضرت شیخ جمال الدین نے آپ کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور آپ کا حال دریافت کیا۔ جب حضرت عبدالرحیم اپنا حال بیان کر چکے تو شیخ جمال الدین نے آپ سے فرمایا کہ ”مجھے ایک مدت سے تیرا انتظار تھا، خدا نے آج تجھ کو میرے پاس بھیج دیا ہے اب تو یہیں رہ“ چنانچہ حضرت عبدالرحیم شیخ کے پاس رہنے لگے حتیٰ کہ دس برس تک آپ ان کی خدمت میں رہے۔ ان سے علوم ظاہری کی تکمیل کی اور اس عرصہ قیام کے دوران خدمت گزار کرتے رہے۔

اس واقعہ کو حضرت سید عبدالرحیم عبدالسلام نے اپنی تصنیف انوار الشہود میں تحریر فرمایا ہے۔

کہ میں بتاریخ پنجم ماہ ذی الحجہ ۱۵۵۹ھ کو چہار شنبہ کے دن ظہر کے وقت شہر ہرات میں داخل ہوا اور ایک مکان کے دروازہ پر کھڑا ہوا مالک مکان نے میرا اور میرے آبا و اجداد کا نام دریافت کیا، اور مجھ کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے مکان پر ٹھہرایا۔ اور ایک خط بنام مولوی جمال الدین سلیمان جو حضرت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ابن خطابؓ کی اولاد میں سے ہیں تحریر کیا، جس کا مضمون یہ تھا کہ میری خوبی قسمت سے حضرت عبدالرحیم عبدالسلام بلا سعی اور تلاش کے مجھ کو مل گئے اور میں نے آپ کی تحریر کے بموجب ان کو اپنے مکان پر فخر دارین حاصل کرنے کیلئے ٹھہرایا ہے۔ کئی دن کے بعد حضرت محمد بن اسحاق صاحب نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ آج حضرت شاہ شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا خط آیا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ ان کے والد حضرت فتاحی جمال الدین سلیمان نے آپ کے مل جانے کی خوشخبری سن کر سجدہ شکر ادا کیا اور شادی مرگ ہو گئی۔ آخر حضرت شیخ جمال الدین نے اپنی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت ہاجرہ کا نکاح آپ سے کر دیا، نکاح کے بعد بھی کچھ روز آپ کھوٹوال میں رہے پھر سسرال میں رہنا مناسب خیال کر کے آپ تلاش معاش میں پھر ہرات پہنچے اور وہاں جا کر آپ تے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ کو بھی ہمراہ لے گئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ لیکن "انوار الشہود" مکتوب حضرت عبدالرحیم عبدالسلام اور "ارکان الشہود" مکتوب محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور "ظہرت نامہ" مکتوب مولانا ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ گرامی سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحیم عبدالسلام کا نکاح قصبہ کھوٹوال ضلع ملتان میں بتاریخ ۱۵۴۱ھ کو شب پنجشنبہ میں بعد نماز عشاء حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر ہوا۔ اور آپ اٹھارہ ماہ تک وہاں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد وہاں سے مع اہلیہ محترمہ کے ہرات میں بر مکان حضرت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ کے پاس تشریف لائے۔ اور بدستور سابق قیام پذیر ہو گئے۔ آپ دن و رات ارشاد

لے مسانک الساکین، مرزا عبدالستار بیگ سہسرامی، ص ۳۹ ۵۷ تذکرہ

مخدوم علی احمد صابر، ص سخاوت مرزا۔

تعلیم طریقت مصروف کار رہتے تھے۔

اس درمیان میں علیم ابدال جن کو حضرت سید عبدالوہاب صاحب نے نگرانی کے لئے وقت روانگی عبدالرحیم عبدالسلام علیہ الرحمۃ کے روانہ کیا تھا برابر آتے جاتے رہے، اور ان کے ذریعہ سے سید عبدالوہاب قدس سرہ کو خیر و عافیت معلوم ہوتی رہتی تھی؛ اور انہیں کے ذریعہ سے تمام تبرکات و عطیات و فیوضات و مکتوبات بزرگان اور کیفیات باطن حضرت سید عبدالرحیم عبدالسلام قدس سرہ پہنچتی رہتی تھیں، اور جو اردو مکتوبات و اسناد آپ غلبہ جذب میں وہاں چھوڑ آئے تھے، آپ کو پہنچ گئے۔

حضرت علی احمد صابر کی والدہ ماجدہ | آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت باجرہ تھا سکن جمیلہ خاتون کے نام سے مشہور تھیں، حضرت باجرہ کے

والد ماجد کا نام گرامی قاضی جمال الدین سلیمان تھا، آپ حضرت جمال الدین سلیمان کی بڑی صاحبزادی تھیں، اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی بڑی ہمیشہ صاحبہ تھیں، آپ بڑی زاہدہ اور عابدہ تھیں کیوں کہ آپ کے والد ماجد ولی کامل تھے اور ان کی تربیت سے آپ کے خیالات ایسے مذہبی ماحول میں پروان چڑھے کہ آپ عالم شباب ہی نیکی اور عبادت کی طرف بے حد مائل تھیں آپ گھر کا

سے حضرت قاضی جمال الدین سلیمان علیہ الرحمۃ کے والد ماجد حضرت قاضی شعیب فاروقی علیہ الرحمۃ جو تاناریوں کے مسلسل حملوں کی بنا پر افغانستان سے لاہور تشریف لے آئے تو اس وقت سلطان شہاب الدین غوری کی

حکومت تھی آپ کو قسور کا قاضی مقرر کر دیا، سلطان کی رحلت کے بعد آپ کچھ عرصہ لاہور قیام کرنے کے بعد کھوٹوال (جن کا موجودہ نام دیوان چاولی مشائخ ہے ضلع ملتان میں ہے) میں قیام پذیر ہو کر دینی اور روحانی فرائض سرانجام دیتے رہے، حضرت قاضی شعیب علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ عثمان برونی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۶۰۶ھ کے مرید و خلیفہ

تھے، حضرت قاضی جمال الدین سلیمان علیہ الرحمۃ اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کھوٹوال کے قاضی العقداۃ

منتخب ہوئے حضرت قاضی صاحب جو حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن اجمیری (۶۳۲ھ) علیہ الرحمۃ کے مرید و

خلیفہ تھے، آپ کا انتقال اسی جگہ پر یعنی کھوٹوال میں ہوا پھر آپ کے خلیفہ رشید حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر

کام کاج بھی کیا کرتی تھیں بلکہ گھر کا سارا انتظام آپ کے سپرد تھا اس وجہ سے چھوٹے بہن بھائیوں
 پر آپ کا رعب اور دیدیہ قائم تھا۔ حضرت بی بی ہاجرہ کا سلسلہ نسب یہ ہے ،
 حضرت بی بی ہاجرہ ہمیشہ بابا فرید الدین گنج شکر علیہ بن قاضی شیخ جمال الدین سلیمان
 بن قاضی شیخ شعیب بن شیخ محمد احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین بن نصیر فخر الدین محمود
 بن شیخ سلیمان بن شیخ سعود بن شیخ عبداللہ واعظ الاصفہرین واعظ الاکبر ابو الفتح بن شیخ اسحاق بن
 ناصر الدین بن شیخ عبداللہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما . ۲۷

علیہ الرحمۃ (المتوفی ۶۶۹ھ) مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ ۲۷ تذکرہ حلیل، ص ۲۴ ،
 مرتبہ حاکم علی پیرزادہ، مطبوعہ دہلی۔

ولادت اور پرورش

روز ازل میں اللہ تعالیٰ نے جب تمام ارواح کو پیدا کیا تو ارشاد ہوا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو رُوحوں نے جواب دیا تھا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے کچھ رُوحوں پر تجلی ڈالی تو وہ اس تجلی نور سے ہمیشہ کے لئے متور ہو گئیں جن رُوحوں پر اللہ کی تجلی پڑی تو وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور اولیاء کی ارواح تھیں ان رُوحوں میں روح حضرت علی احمد صابر کی روح بھی شامل تھی، چنانچہ ایسی مخصوص روحیں جب دنیا میں تشریف لاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ آثار اور علامات ایسی پیدا کر دیتا ہے جن سے دنیا والوں پر عیاں ہو سکے کہ وہ روح جو دنیا میں تشریف لائی ہے اللہ کے خاص انسان کی روح ہے، لہذا ایسے ہی حضرت علی احمد صابر کی ولادت سے قبل چند آثار ایسے پیدا ہوئے کہ جن کا اس طرف اشارہ تھا کہ اللہ کا خاص بندہ ہوگا جو روحانی کمالات کا مرتع ہوگا۔

آثار قبل از ولادت | جس روز حضرت سید عبد الرحیم سے حضرت ماجرہ عرف جمیلہ خاتون کا نکاح ہوا اُس وقت اس حجرے میں جہاں سنت نکاح

ادا کی گئی تھی عجیب قسم کی تجلیاں ظہور میں آئیں، یعنی ایک نور جو مثل یاقوت تھا حضرت عبد الرحیم صاحب کی پیشانی مبارک پر چمک رہا تھا اور اسی رنگ کا بادل بار بار حجرے کی چھت سے ملتا ہوا معلوم ہوتا تھا، جس نے تمام حجرہ کو اپنی خوشبو سے معطر کر دیا ہے، نکاح کے بعد میں بھی یہ نور آپ کے والد کی پیشانی میں چمکتا رہا، جب تک کہ آپ کا وجود شکم مادر میں نہ آگیا، لہذا وہ نور سرخ جو حضرت عبد الرحیم عبد السلام کی پشت مبارک میں صنوفشاں تھا گیارہویں ربیع

لے تذکرہ جلیل، ص ۲۴، مرتبہ حاکم علی پیرزادہ، مطبوعہ دہلی

الآخر ۵۹۱ھ کو شب جمعہ میں آپ سے منتقل ہو کر حضرت بی بی ہاجرہ آپ کی والدہ ماجدہ کے
بطن اقدس کو تفویض ہوا۔

ہاجرہ کے کمرے میں وہی خوش رنگ بادل چھایا ہوا رہنے لگا، اور تمام گھر کو اپنی خوشبو سے
معطر رکھنے لگا، اور سرخ یا قوتی نور بقول صاحب کلیر کا چاند آپ کی والدہ ماجدہ کے زیارۃ تر
تاف کے نیچے اور کبھی کبھی پیٹ کے پیچھے اور کبھی سیدھے کاندھے پر اور کبھی بائیں کاندھے پر چمکنے
لگتا تھا اور جوں جوں آپ کی پیدائش کا دن قیبر آتا گیا اس نور کی چمک دمک میں اضافہ
ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ یوم پیدائش سے پہلے طرح طرح کے عجائبات و برکات کا اظہار ہر وقت
ہونے لگا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اکثر خواب میں حضرت صابر رحمۃ اللہ کو لوگوں سے ہم کلام دیکھتی
تھیں، پیدائش سے نو ڈوڑ قبل سے آپ کو آواز محسوس ہونے لگی کہ گویا کوئی شکم میں ذکر
بالجہر میں مشغول ہو۔

آپ ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ میں بوقت نماز تہجد پیدا ہوئے، آپ کی ولادت
پیدائش کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ آپ قصبہ کھوٹوال
میں پیدا ہوئے اور بعض کا کہنا ہے کہ آپ ہرات میں پیدا ہوئے کیونکہ صاحب السالکین کا کہنا
ہے کہ آپ قصبہ کھوٹوال میں اپنے نانا حضرت جمال الدین سلیمان کے گھر پیدا ہوئے لیکن
یہ تصدیق نہیں ہوتی کہ آپ کی والدہ کھوٹوال سے ہرات میں آپ کو لے کر کب اور کس طرح
آئیں، آپ کے بچپن کی کل روایات ہرات میں رہنے سے وابستہ ہیں، تذکرۃ اولیائے ہند
جلد دوم میں صاف صاف تحریر ہے کہ حضرت عالی وقار ۱۹ ربیع الاول ۵۹۲ھ بوقت نماز
تہجد جب کہ ایک پہرات باقی تھی بروز جمعرات ہرات میں پیدا ہوئے تھے، لہ
واقعہ بوقت پیدائش جب اللہ تعالیٰ چاہے تو پاکیزہ اشخاص اس دار فانی میں تشریف
لاتے ہیں، لہذا حضرت مخدوم علی احمد صابر علیہ الرحمۃ کا تشریف

لے تذکرۃ اولیائے پاک و ہند جلد دوم، ص ۱، مرتبہ مرزا احمد اختر دہلوی، مطبوعہ لاہور

لانا قدرتِ کاملہ کی مشیت ہے۔

آپ کی دایہ مسماۃ بصری بنت ہاشم کا بیان ہے ”جس وقت شکمِ مادر سے برآمد ہوئے تو سر مبارک قبلہ کی طرف تھا اور پیر میری طرف تھے، میری یہ مجال نہ ہوئی کہ جسمِ اطہر کو ہاتھ لگانا لوں، جب آپ کو غسل دینے کا ارادہ کرتی اور آپ کو اٹھانے کیلئے ہاتھ لگاتی تو میرے ہاتھ کا پتہ جاتے تھے یا ناقابل برداشت سوزش میرے ہاتھوں میں ہو جاتی تھی“ یہ ماجرہ دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ نے دایہ کو ہدایت فرمائی کہ پہلے وضو کر لو بعدہ جسم پاک ہو ہاتھ لگا، چنانچہ دایہ نے وضو کر کے غسل کرایا، اس وقت بھی حضور کی والدہ ماجدہ کو وہی یا قوتی نور اور خوشبو سے لبریز بادل اپنے گھر کے گوشہ گوشہ میں معلوم ہوتا تھا اور یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ پاک روحیں بلباس سفید خوش پوش کثرت سے گھر میں آرہی ہیں اور نوزائیدہ معصوم بچہ کی پیشانی کا بوسہ لے کر واپس ہو رہی ہیں،“ لہ

اسمِ گرامی | پیدائش کے بعد آپ کا نام نامی علی احمد رکھا گیا، لیکن بعد میں ایک بزرگ آپ کے والد ماجد بزرگوار کے پاس تشریف لائے اور آپ کو بلوا کر دیکھا اور پیار کیا اور فرمایا کہ یہ بچہ علاؤ الدین کہلائے گا اور ایسا ہی ہوا، یعنی اب آپ کا اسمِ گرامی حضرت سید علاؤ الدین علی احمد قدس اللہ سرہ ہی مشہور ہوا۔

آپ کا نام علی احمد رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ کے خواب میں حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ احمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کہا ہونے والے بچہ کا نام احمد رکھنا، بعد کو ایک شب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خواب میں ظاہر ہوئے اور آپ کی والدہ کو ہدایت کی کہ اس بچہ کا نام علی رکھنا، لہ

لہ تذکرہ جلیل، ص ۲۸، مرتبہ پیرزادہ حاکم علی مطبوعہ دہلی۔ لہ کلیر کاچاند، ص ۲، مرتبہ

ظہور الحسن شارب، مطبوعہ (انڈیا)

مندرجہ بالا واقعہ کی بنا پر آپ کے والد نے آپ کا نام علاؤ الدین رکھ دیا۔ مگر آپ کی والدہ نے علی احمد رکھ دیا تھا، مگر بعد میں دونوں ناموں کو ملا کر آپ کا نام علاؤ الدین علی احمد جو مشہور زود خلاق ہوا۔ پیدائش کے موقع پر اُس زمانے کے بزرگ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی نے آپ کے کان میں اذان کہی اور کہا کہ یہ بچہ قطب عالم ہوگا۔

پیدائش کے بعد ایام شیرخواری میں آپ سے کئی خوارق

زمانہ رضاعت کی کرامت

جس سے آپ کی بزرگی کے واضح ثبوت ملتے ہیں، مثلاً

آپ کے صبر و شکر کا پہلا واقعہ یہ ہے کہ پیدائش کے بعد کئی روز تک آپ نے دودھ نہیں پیا، آخر ایک روز آپ کے والد ماجد نے آپ کے صبر و استقلال اور بزرگی پر چار رکعت نماز نفل بغرض ادائے شکرانہ ادا فرمائیں اور آپ کے چہرہ اقدس پر بوسہ دیکر اکیس بار

يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ جِيلَانِي شَيْئًا لِيْلَهُ اَمْدُ دُنِي بِاِذْنِ اللّٰهِ -

پڑھ کر آپ کے قلب پر دم فرمایا پس اس اسم متبرک کی بدولت آپ نے اسی وقت دودھ نوش فرمایا اور ایک سال تک متواتر آپ کا یہ معمول رہا، کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن دودھ نوش فرماتے، اس کے بعد یہ دستور رہا کہ ایک دن دودھ نوش فرماتے اور دو دن صائم رہتے، اور دو سال کے بعد خود بخود دودھ پینا چھوڑ دیا، کنایتاً یہاں یہ نکتہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ازل سے ہی روزہ دار، قانع اور متور تشریف لائے تھے بچپن ہی سے چہرے پر صبر اور قناعت کے آثار نمایاں تھے۔

صوفیا اور فقہاء کا بچپن عام دنیا داز بچوں سے مختلف

بچپن کے واقعات

ہوتا ہے، جیسے کہ حضرت مخدوم علی احمد صابر کا بچپن عام

بچوں سے مختلف تھا، ان ایام شیرگی کے کئی واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ نے دودھ

۱۔ تذکرہ حلیل، ص ۲۸، مرتبہ پیرزادہ حاکم علی، مطبوعہ دہلی (انڈیا) ۲۔ تحقیق کلزار

صابری، ص ۱۳۹، محمد حسن صابری رام پوری، مطبوعہ قصور (پاکستان)

پی لیا تو پی لیا ورنہ صبر کرتے رہے۔ اور آپ کے بچپن میں کئی عجیب و غریب واقعات کمالات ظاہر ہوئے۔

سانپ کا دو ٹکڑے ہونا | حضرت قدس سرہ کے والد ماجد کا بیان ہے کہ تاریخ ۷ ربيع الاول ۵۹۲ھ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے صبح کے وقت

مراقبہ سے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ایک سانپ کے دو ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں، سانپ کا ایک ٹکڑا ان پر گرا اور دوسرا زمین پر گرا۔ حضرت صابرؓ وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت کے والد نے ان کی والدہ کو جگایا اور سانپ کے دونوں ٹکڑے دیکھ کر حضرت کی والدہ ماجدہ نے فرمایا ”کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟ اب حضرت صابرؓ فرماتے ہیں ”آج سے کوئی ساپ میرے خاندان کے کسی آدمی کو نہیں کاٹے گا۔“ میں نے سانپوں کے بادشاہ کو مار ڈالا ہے، اور سب سانپوں سے وعدہ لیا ہے کہ وہ میرے خاندان کے کسی بھی فرد کو ہرگز نہ کاٹیں گے۔ اور یہ آپ کے بچپن کی کرامت ہے جس کا ظہور اس وقت ہوا۔

بچپن کا تیسرا سال | بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ کی عمر تین سال کی ہوئی تو آپ نے خود بخود دودھ پینا چھوڑ دیا اور روٹی کھانا شروع کر دی۔ لیکن آپ عام

بچوں کی طرح صبح دوپہر اور شام روٹی نہ کھاتے بلکہ دوسرے یا تیسرے روز روٹی استعمال فرماتے جو زیادہ مقدار میں نہ ہوتی جس سے صرف زندگی کی بقا مقصود ہوتی، اس کے لئے اس واقعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی میں صبر و شکر کا آغاز بچپن ہی سے ہو گیا تھا۔

واقعہ ذکر | جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی تو آپ نے گفتگو شروع کر دی جس کے متعلق کافی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس وقت آپ کی عمر چار سال

کی تھی تو آپ ربيع الاول ۵۹۶ھ بروز اتوار کو جب نیند سے بیدار ہوئے تو پہلا لفظ جو زبان سے نکل گیا ”لا حول الا للہ“ یعنی اللہ کے سوائے کوئی موجود نہیں۔

۱۔ حقیقت گلزار صابری، ص ۱۴۱، مرتبہ حضرت محمد حسن رامپوری، مطبوعہ قصور،

آپ کے والد صاحب بھی اس وقت قسبر موجود تھے آپ کی قوت گویائی اور اس فصیح و
 بلیغ مخاطبت کے ساتھ جو صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کیلئے راحتِ روح ہے سن
 کر بے اختیار سجدہ شکر میں گر پڑے، درگاہِ مجیب الدعوات میں عرض کرنے لگے کہ الہی تیرا
 شکر ہے کہ تو نے اس بچے سے سبک پہلے اپنی موجودگی کا اقرار کرایا۔ اور اپنے دیدار سے
 مشرف فرمایا۔

بالا سے یہ واضح ہے کہ آپ کی ولایت عہدِ طفلی ہی میں نمایاں ہو گئی۔ آپ کے
 حالات و واقعات پر مشتمل کتابوں میں مرقوم ہے کہ
 اکثر یہ بات آپ سے صادر ہوئی ہے کہ آپ دن میں چھ مرتبہ سجدہ فرمایا کرتے تھے۔
 اول صبح کو دوئم دوپہر کو، سوم تیسرے پہر کو، چہارم عصر کے وقت، پنجم مغرب کے وقت
 ششم عشر کے وقت، اور اکثر آپ کا مَوْجُودُ إِلَّا اللہ کا ورد فرمایا کرتے تھے، اور
 کبھی کبھی ایک حالت خاص آپ پر طاری ہو جایا کرتی تھی، شب میں آپ بہت کم سوتے تھے
 زیادہ تر شب بیداری میں مصروف رہتے، اکثر سوتے سوتے آپ چونک پڑتے اور بے ساختہ اس
 وقت آپ کے منہ سے اللہ نکل جاتا، اور اُس آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہو جایا
 کرتا تھا، اکثر صوفیائے کرام نے اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ روزانہ آٹھ پہریں دوچار
 مرتبہ آپ کے چہرہ مبارک کی رنگت تبدیل ہو جایا کرتی تھی کبھی انتہائی سُرخ ہو جاتا تھا، اور
 کفِ ذہن مبارک سے جاری ہو جایا کرتا تھا، اور ایک غفلت سی آپ پر طاری ہو جایا کرتی تھی
 اور ایک پہر آپ اسی حالت میں رہا کرتے تھے، اور اُس حالت میں اگر کوئی شخص آپ کے
 جسم مبارک میں ہاتھ لگا دیتا تو اس کے بدن میں آگ سی لگ جاتی تھی اور وہ اس قدر سوزش
 محسوس کرتا تھا، کہ بے تاب ہو جاتا، جب آپ کو ہوش آتا تو فرماتے شکر!
 الحمد للہ! ۱۰

۱۰ تذکرہ مخدوم علی احمد صابری، مرتبہ سخاوت مرزا، مطبوعہ کراچی

آپ کی قناعت اور صبر و شکر کرنا جو تصوف کی تاریخ میں بے مثال واقعہ ہے جس پر آج بھی انسانی عقل و رطہ حیرت میں ہے۔

فاکشہ | کم کھانا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا جو تصوف کا بنیادی اصول ہے جسے تمام اولیاء اللہ نے کم کھانے پر زور دیا ہے کیونکہ بھوکا رہنے

سے اسرار الہی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اولیاء اللہ نے اس اصول پر عمل کیا جب آپ بالغ ہو چکے تھے تو قدرتی طور پر آپ نے کم کھانے کے اصول پر کرنا شروع کر دیا۔ لہذا جب آپ کی عمر چھ سال کی ہو گئی تو کھانا پینا کم ہو گیا تیسرے چوتھے روز جو بھی میسر آتا تناول فرمایتے کیوں کہ آپ کی مالی حالت کمزور تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی والدہ بیوہ ہو چکی تھیں جس وجہ سے گزراوقات بڑی محسرت اور تنگی سے ہوتا تھا اکثر دو دو تین تین دن تک کھانے کو کچھ میسر نہ آتا بلکہ فاقہ کشی میں دن گزر جاتے۔ اس لئے اللہ کے بندوں پر آزمائش کا وقت آہی جاتا ہے بچپن ہی سے آپ کی آزمائش شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ یہ حضرت مخدوم علی احمد صابر کا معمول تھا کہ بچپن ہی میں روزے رکھنے شروع کر دیے اور صرف ایک دو گھونٹ پانی سے روزہ افطار کر لیا کرتے تھے، اور دوسرے دن پھر روزہ۔ جب کبھی دوسرے تیسرے دن کچھ میسر ہوتا تو آپ اس میں سے بقدر ضرورت نوش فرمایتے، شب میں ہمیشہ زمین پر سوتے تھے اور بچھونا وغیرہ کچھ نہ بچھاتے تھے۔

بچپن میں زہد و محابہ | بچپن میں ایک دفعہ آپ پر ایسا وقت آیا کہ آپ نے رات کو چار پانی پر سوتا بھی ترک کر دیا، دن کو جنگلوں میں

چلے جاتے اور وہاں یاد الہی کرتے اور تمام تمام رات عبادت میں گزار دیتے، کسی کسی روز گوشہ تنہائی میں بسر کرتے، کسی کو اپنے پاس تک نہ آنے دیتے اور نہ کچھ کھاتے اور نہ کچھ پیتے تھے۔ جب بھوک کا زیادہ غلبہ ہوتا تو اپنی والدہ سے کوئی چیز کھانے کے لئے طلب کرتے تھے۔ گھر کی مالی حالت اچھی نہیں تھی اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ کو بھوک لگتی اور

گھر میں کھانے کو کچھ بھی موجود نہ ہوتا تھا۔

مزید بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ دو تین دن سے فاقہ تھا اور کھانے کو کچھ بھی میسر نہ آتا تھا۔ اور کسی سے مانگنے یا ذکر کرنے کو میرا جی نہ چاہتا تھا۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مخدوم علی احمد صابر میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ آج بھوک بہت لگی ہے کچھ کھانے کو دو۔ دوپہر تک میں نے حیلہ حوالہ سے ٹالا اور بہت کوشش کی کہ کچھ میسر آجائے تو پا کر ان کو کھلا دوں، مگر کچھ بھی میسر نہ ہوا ظہر کے بعد پھر صابر میرے پاس آئے اور کہا کہ اب میں بھوک کی وجہ سے بیتاب ہو رہا ہوں کچھ کھانا کھلا دیجیئے میں نے اُس کی تسکین کیلئے ایک دیکھی میں صرف پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دی اور نیچے آگ جلا کر یونہی چمچے سے ہلانے لگی۔ اور جس وقت صابر میرے پاس آتے تو میں یہی کہہ دیتی کہ ابھی تیار نہیں، تھوڑی سی کسر باقی ہے غرضیکہ اسی طرح مغرب کے وقت تک ٹالتی رہی، لیکن مغرب کی نماز کے بعد صابر میرے پاس آئے اور کہا کہ اب مجھ کو تباہ نہیں ہے آپ مجھے کچا ہی کھلا دیجیئے، اتنا کہہ کر وہ خود ہی دیکھی کے پاس گئے اور اُسے کھول کر مجھ سے کہا کہ چاول تو بالکل پک گئے ہیں، آپ خجے جلدی سے کھلا دیجیئے مجھے یہ سن کر نہایت درجہ حیرت ہوئی کہ دیکھی میں چاولوں کا تو نام بھی نہ تھا یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ چاول پک گئے، جا کر دیکھا تو فی الواقعی نہایت عمدہ چاول پکے ہوئے تیار تھے میں نے علی احمد صابر کو اس میں سے نکال کر کھلائے اور مولوی محمد ابوالقاسم کو بڑا کر چاول دکھلائے اور واقعہ من و عن بیان کیا اور ان سے کہا کہ اب علی احمد کے واقعات اس پر مجبور کرتے ہیں کہ ان کو تعلیم باطنی دلوانی جلائے، آپ کی رائے ہو تو ان کو جہانی حضرت شاہ شیخ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر آؤں، وہ چاول مولوی ابوالقاسم کرگامی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی تبرکاً نوش فرمائے اور اپنے احباب کو بھی کھلائے اور سب حضرات نے آپ کی والدہ محترمہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

لہ حقیقت گلزار صابری از پیر محمد حسن، مطبوعہ قصور،

یوں تو مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے والے بچوں کی اکثر خصوصیات ہوتی ہیں مگر حضرت
مخدوم صابر کلیری علیہ الرحمۃ کا عہد طفلی کا انوکھا واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس سے آپ
کی خداداد سعادت عیاں ہے۔

بچپن میں نماز کی پابندی | آپ نے سات سال کی عمر میں باقاعدہ نماز پڑھنا
شروع کی جو نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ ادا

فرماتے حالانکہ بہت ہی کم بچے ایسے ہوتے ہیں جو بچپن سے نماز پڑھنے کے عادی ہوتے
ہیں لیکن ایسے بچے جنہیں اللہ تعالیٰ نے جوانی میں نوازا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص
عنایت اور توفیق سے ان کا دل عبادات کی طرف مائل کر دیتا ہے چنانچہ حضرت علی احمد صابر
بھی بچپن ہی سے عبادات کی طرف مائل ہو گئے، کہا جاتا ہے کہ ساتواں سال شروع
ہونے پر حضرت نے پابندی کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھنی شروع کر دی، دن میں ہر وقت
عبادت الہی میں مشغول رہتے تھے کسی وقت بھی عبادت الہی سے غافل نہیں ہوتے تھے
بلکہ اکثر شب میں بعد نماز تہجد آپ جس کمرے میں ہوتے اُس سے ”ظہور اللہ“ ہوں
کی مہیب آوازیں سنائی دیتی تھیں، حضرت محمد الباقا سم کرگامی رحمۃ اللہ علیہ و نیز دیگر
اہالیان مکان نے اس آواز کو سنا اور تحسُّس کرنے پر سوائے حضرت صابر علیہ الرحمۃ کے
بہ نفس خود اور کسی کو بھی اس جگہ میں نہ پاتے جس وقت آپ کی عمر شریف سات سال
کی پوری ہو گئی تو یہ آواز سنائی دینا بھی موقوف ہو گیا، اور جب کبھی آپ سے اس کا تذکرہ
تجسس کیا گیا تو آپ شرمائے اور مسکرا دیئے۔

نماز کی پابندی کرنا جو کتاب و سنت میں قرار دیا ہے جس کی ہدایت خود اُن حضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں سرورم آجائے مگر آپ مسلسل عبادات
الہیہ میں مصروف رہے، اگرچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ سرایا عبادت
ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی عبادات الہیہ کو اپنی زندگی

کاشعار بنائے رکھا پھر اولیائے کاملین نے بھی حتیٰ کی مطابقت کرتے ہوئے اسی طریقے پر کامزن رہے لہذا حضرت سید علی احمد علاؤ الدین صابر علیہ الرحمۃ کا کوئی ایسا لمحہ نہیں گذرا جو ذکر و فکر سے خالی ہو یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین نے شب بیداری کی، مجاہدائے کئے جو روحانی ترقی کے موجبات میں سے ہیں۔

والد ماجد کا انتقال | اس بارے میں تذکرہ نگاروں میں اختلاف پایا ہے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال اس وقت ہوا جب کہ آپ کی عمر پانچ سال

یا سات سال کی تھی، لیکن زیادہ مؤرخین کا خیال ہے کہ جس وقت آپ کی عمر پانچ سال ہوئی تو آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا، جس کا تذکرہ مؤرخین کرتے ہیں ۱۵۹۷ء میں جبکہ آپ کی عمر صرف پانچ سال کی تھی، آپ کے والد ماجد دفعتاً درقون بلخ میں مبتلا ہو گئے۔ بیماری کے دوران میں آپ اپنے والد بزرگوار کے پاس رہے اور ہر طرح سے خدمت گزاری اور تیمارداری کرتے رہے آخر کار بیماری کا تیسرا دن تھا کہ آپ یکایک فرمانے لگے کہ حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میرے پدر بزرگوار کا انتظار کر رہی ہے اور یہ بہت جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے والے ہیں چنانچہ یہ کلمات کہتے ہی آپ کے والد ماجد کی روح عالم ملکوت کو پرواز کر گئی۔

آپ کو اپنے والد ماجد کی وفات حسرت آیات پر سخت صدمہ ہوا کئی روز تک آپ نے کھانا نہیں کھایا، اسی روز سے آپ بہت منغموم اور سوگوار رہنے لگے۔ اسے کتابوں میں مزید مرقوم ہے کہ آپ کے والد کے انتقال کے بعد تقریباً ایک سال تک بالکل خاموش رہے اور کوئی کلمہ اپنی زبان مبارک سے ارشاد نہ فرمایا، اور نہ کسی سے کلام کیا اور نہ کسی کے سوال کا جواب دیا، اس عرصہ میں جب کوئی صاحب وطن تشریف لاکر آپ کی پیشانی کا بوسہ دیتا تو اس کو ایک وجدانی کیفیت محسوس ہوتی اور وہ ایک کیف میں مستغرق ہو جاتا، اور اکثر

۱۔ تذکرہ جلیل، ص ۳، مرتبہ پیرزادہ حاکم علی، مطبوعہ دہلی۔

پہر پہر اور دو دو پہر تک اس مسرت سے لطف اندوز رہا کرتا۔ بعض حضرات کا معمول تھا کہ وہ روزانہ بلا تاخیر آکر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا کرتے اور دولت استغراق سے مالا مال ہو جایا کرتے تھے۔ چھٹے سال میں آپ پر شدت سے غلبہ جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی، کبھی کسی وقت سانلوں کو کچھ جواب دیتے، یا حسب حاجت ماورِ مشفقہ سے کوئی چیز مانگ لیتے تھے، ورنہ اپنے حال میں مستغرق رہتے۔ ایک سال کے بعد آپ کی طبیعت اقدس کو کچھ سکون ہوا اور جو اس بجائے اکثر حضرات اہل باطن آپ کی زیارت اور قد مبوسی کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور جس وقت آپ ان کی زبان سے کوئی کلمہ متعلق عشق الہی سن لیتے تو آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔

ذکر و فکر اور استغراق میں مستغرق ہونا حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ کا شعار تاریخی اور اق سے ثابت ہے، آپ نے اپنے بچپن ہی سے جو عبادات و ریاضیات کیں جس کی مثال بہت ہی کم ملتی ہے۔ **ابتدائی دینی تعلیم** آپ نے ابتدائی دینی تعلیم بہرہت ہی میں حاصل کی، آپ کے والد محترم کا چونکہ اس وقت انتقال ہو چکا تھا، جب کہ آپ کی عمر صرف ۵ سال تھی، اس لئے ان کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو دینی تعلیم دلوانے کی طرف پوری توجہ دی، تو آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید پڑھا، آپ کافی ذہین تھے، اس لئے قرآن پاک کے بعد عربی اور فارسی پڑھنا شروع کی اور تھوڑے عرصہ میں عربی اور فارسی کی تعلیم مکمل کر لی۔ جب آپ نے ابتدائی تعلیم کی تکمیل کی تو مزید علم حاصل کرنے کی خاطر حضرت بابا فرید الدین علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کیا گیا۔

اعلیٰ اور روحانی تعلیم کے سلسلہ میں آپ کی والدہ ماجدہ نے حضرت گرگانی سے مشورہ کیا۔ اور طے پایا کہ آپ کو آپ کے ماموں شیخ الشیوخ حضرت بابا فرید الدین مسعود کبج شکر کے پاس اجودھن بھیجا جاوے جہاں آپ ظاہری اور باطنی تعلیم حاصل کر سکیں۔

اجودھن میں آمد اور قیام ایک روایت کے مطابق اپنی والدہ اور حضرت ابوالقاسم

گرگانی کے ہمراہ ایک قافلہ کی معیت میں جوہرات سے ہندوستان آ رہا تھا۔ ۶۰۱ھ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیارہ یوم کا سفر طے کر کے اجودھن پہنچ گئے، اس وقت آپ کی عمر صرف تو سال کی تھی۔ لڑکپن کا زمانہ تھا، کھیل کود کے دن تھے لیکن آپ کو ایسے مشغلوں سے کوئی سرکار نہ تھا۔ چہرہ اور لبثہ سے حدیجے کی متانت، سنجیدگی اور اوعزنی ظاہر ہوتی تھی اور لڑکوں کی طرح کسی قسم کی شوخی آپ میں نہیں پائی جاتی تھی، والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ پیلے دن اور آبائی گھر کو خیر باد ایسے کہہ آئے تھے کہ پھر بھی عمر بھر وہاں جانا نصیب نہ ہوا، اب کوئی دن میں والد ماجد سے بھی مفارقت ہونی تھی پھر بھی آپ بڑے استقلال کے ساتھ اپنے ماموں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حصولِ تعلیم کا شوق آپ کو بے حد دامن گیر تھا۔ لہذا آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر اجودھن لپاکن شریف آئیں لے آئی حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ (المتوفی ۶۶۹ھ) کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا کیونکہ حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر ولی کامل اور عالم دین کوئی نہ تھا۔ مزید برآں کہ قرابت داری بھی زیادہ قریب تھی۔

حقیقی ماموں کی آغوشِ محبت | آپ کے سوانح نگاروں نے حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہونے کا تذکرہ

ان الفاظ میں کیا ہے۔

جس وقت آپ کی والدہ معظمہ نے آپ کو بابا صاحب کے گود میں دیا تو آپ پر ایک عجیب و غریب کیفیت کا غلبہ طاری ہوا، اور سب سے پہلی بات جو آپ نے اپنے ماموں صاحب قبلہ سے کہی وہ یہ تھی آج سے تین سال کے بعد میرے دادا کا وصال ہو جائے گا، بابا صاحب نے فرمایا کہ بیٹا تمہیں کیونکر اس کا علم ہوا۔ سید سیف الدین عبد الوہاب تمہارے دادا بغداد شریف میں ہیں تم یہاں ہو، آپ نے جواب میں فرمایا کہ ابھی میں نے اپنے قلب کی طرف دیکھا تو والد ماجد قبلہ کی صورت سامنے آگئی اور داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں میری طرف اٹھائیں اور یہ دلا

موت کی ہے یہ سن کر بابا صاحب نے آپ کو سینے سے لگا لیا اور لگانا ہی تھا کہ حضرت مدوح کو بھی ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور حالت جذب میں آپ بار بار فرماتے "مرحبا فزند علی احمد صابر بن الولی، بطن الولی، بطن الولی" اور کمال استغراق کو حالت میں اپنے سیدھے ہاتھ کی تین انگلیاں حضرت مخدوم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے سینے پر بالائے قلب رکھ کر تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ تین تجھ سے جمال ذات ہوں گے۔

جس وقت آپ کو ان کیفیات سے فرصت ملی تو آپ کی ہمیشہ رہنے عرض کیا کہ بھائی علی احمد یتیم ہو گیا ہے اور اب اس کی تعلیم و تربیت کا وقت ہے۔ مجھے آپ سے بہتر کوئی سرپرست اور معلم جو ظاہر و باطن دونوں میں کمال رکھتا ہو نظر نہیں آتا اس لئے میں اسے آپ کے سپرد کرتی ہوں، اور امید کرتی ہوں کہ اسے آپ اپنے بیٹوں کی طرح غلامی میں قبول فرمائیں گے۔

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اے ہمیشہ رہیں آپ کا بے حد احسان مند ہوں کہ آپ نے ایسا بیش بہا سعادت مند فرزند عنایت کیا ہے کہ اگر میرے بدن کا رنگارنگا شکر خداوند عالم کا ادا کرے تب بھی ایک شمع بھی اس میں سے نہیں ادا ہو سکتا، یہ بہترین مخلوق پروردگار ہے، اور اس کے مراتب اور فضائل پشین گوئیوں کے ذریعہ سے مجھ تک پہنچائے گئے ہیں، اور میں اس کے مرتبہ سے واقف ہوں، انشاء اللہ ہر دو تعلیمات ظاہری و باطنی سے حتی الامکان اس کو بہرہ ور کروں گا مطمئن رہئے۔ اے

حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی شفقت و عنایات پر آپ پر بہت زیادہ تھیں آپ جو ہر وقت اپنے ماموں جان کی مہربانیوں کا محور بنے رہتے، کیونکہ جو زیادہ قریب ہو وہ الطاف و کرم کا زیادہ مستحق ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مریدان صادق بر سہا برس اپنے شیخ کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے تب کہیں جا کر ولایت کے منصب پر فائز ہوئے جو ہر

لے تذکرہ علی احمد صابر، سخاوت مرزا، مطبوعہ کراچی

شخص اس کا اہل نہیں ہوتا جیسے کہ کسی شاعر نے خوب کہا ہے

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں

یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

حضرت مخدوم علی احمد صابر صاحب بابا صاحب
حضرت بابا صاحب کی روحانی توجہ کے پاس آگئے تو بابا صاحب نے اپنے

بھانجے کی ظاہری تعلیم پر توجہ دی چنانچہ حضرت علی احمد نے عربی اور فارسی کی مزید تعلیم حضرت بابا صاحب کے زیر سایہ حاصل کی جیسے کہ بابا صاحب کا ارشاد ہے کہ مخدوم علی احمد کو میں نے تین سال تک علوم ظاہری کی تعلیم دی اور اس عرصہ میں علی احمد نے (رحمۃ اللہ علیہ) اتنا سیکھ لیا کہ دوسرے بچے ۴ سال میں بھی نہیں سیکھ سکتے ہیں اس عرصہ تک مولوی محمد ابوالقاسم صاحب گمرگانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی والدہ محترمہ پاک پٹن شریف میں قیام پذیر رہے

اس عرصہ میں حضرت بابا صاحب نے گنج شکرہ کو حضرت علی احمد صابر میں وہ باطنی کیفیات نظر آئیں جو عام بچوں میں نہیں پائی جاتی تھیں لہذا آپ مطمئن تھے کہ حضرت علی احمد صابر پر رب العزت کا وہ عظیم روحانی فضل ہونے والا ہے جو اولیائے کاملین پر ہوتا ہے

روحانی منازل اور عاقبت سے بھرپور کرنے کیلئے حضرت بابا صاحب نے آپ کو اپنی بیعت میں لینا مناسب سمجھا لہذا آپ نے ۲۵ شوال بروز

جمعرات بعد نماز عصر ۱۰۳ھ کو اپنے دستِ حق پرست پر بیعت فرمایا اس وقت حضرت مخدوم علی احمد کی عمر گیارہ سال تھی کیونکہ اس سے قبل حضرت بابا صاحب نے ایک روز خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت شاہ سیف الدین عبدالوہاب (جد امجد صابر صاحب) ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم مخدوم علی احمد صابر کو تمہارے سپرد کرتے ہیں آپ ہی ان کے استاد بھی ہیں، سرپرست بھی ہیں، اور پیر طریقت بھی ہیں میں نے بیدار ہو کر علیم اللہ ابدال کو بعد شریف حضرت سید عبدالوہاب موصوف کی مزاج پرسی کے لئے روانہ کیا اور خود اپنے جسے میں اعتقاد

میں مشغول ہو گیا۔ ۲۵ شوال ۶۰۳ھ کو تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر مولوی محمد ابوالقاسم گرگانی میرے پاس آئے اور کہا کہ میں تہجد کے بعد سو گیا تھا، علم مثال میں حضرت سید عبد الوہاب کے جنائے کی نماز میں شریک ہوا ہوں اور آج شب بھر حضرت مخدوم علی احمد پر غلبہ کیفیت بہت شدت سے طاری رہا ہے اور ظہر کی نماز کے بعد علیم اللہ ابدال نے بھی واپس آ کر حال انتقال سید عبد الوہاب صاحب بیان کیا۔ لہ

متذکرہ واقعہ جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ بزرگان دین کی نظر میں آپ کا روحانی کمال کس درجے کا تھا، آپ کی روحانی قدر و منزلت کس قدر نمایاں تھی۔ صاحب گلزار حقیقت صابری نے آپ کے خاندان علویہ حنفیہ میں بیعت کے واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ ۲۵ شوال ۶۰۳ھ کو بصرہ اعمال بعد نماز عصر بروز پنجشنبہ کو ان بزرگان دین سے مزید روحانی طور پر وابستگی اختیار فرمائی۔

علی احمد قدس سرہ کو بلا کر حضرت بابا صاحب نے اپنی ہمیشہ کی موجودگی میں اپنے دست حق پرست پر بیعت لی اور رموز باطنیہ سے آگاہ فرما کر سینہ بے کینہ کو اسرار معرفت کے خزانے اور نکات طریقت و حقیقت کے گنجینہ سے لبریز کر دیا۔ اور ہر دو خاندان علویہ حنفیہ کی اجازت سے مشرف و ممتاز فرمایا، اور اسی سلسلہ میں آپ نے ایک مجلس ترتیب دی جس میں حضرات خواجہ عزیز الدین، پسر خرو شاہ فخر الدین، حضرت مظفر جمال بغدادی، و عبد القادر بن حسن بغدادی، شیخ محمد بن عیسیٰ ملتانی، شیخ ابوالقاسم خواجہ بد الدین، شیخ عبد اللہ بن مکارم شیخ داؤد بن عثمان، شیخ عبد الرحیم بن عبیث شیخ شہاب الدین شیرازی، شیخ ابوالحسن کروویہ شیخ احمد منیر بلخی، شیخ ابوبکر بن احمد شیخ محمد شاہ شیخ محمود حضرت ابوالقاسم گرگانی، شیخ ابوالغیث جمیل مینی حضرت ابوالحسن جوہقی حضرت علی بن ادریس حضرت یونس بن حضرت یوسف احمد شامل تھے۔ اور جبہ الدین بن رکن الدین سیستانی سوداگر کشمش اور چنے (چھلے ہوئے) اور مدینہ منورہ کے

لہ حقیقت گلزار صابری، ص ۱۵۵، مرتبہ محمد حسن صابری، مطبوعہ قصور

خرمے بابا صاحب کی نذر کیلئے لائے تھے یہی سب سامان بعد فاتحہ کے سب کو تبرکات تقسیم
کیا گیا۔ اور حضرت علی احمد صاحب صابر نے بھی اپنا حصہ نوش فرمایا۔ اس
بالا بزرگان دین سے آپ کی نیاز مندی تھی اور تبرکات دست بیعت بھی ہوئے فیض یابی
بھی ہوئی متذکرہ اولیاء اللہ جو اجل کاملین میں سے تھے جنکی علمی اور روحانی شہرت
تھی لہذا حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد علیہ الرحمۃ نے مزید روحانی فیوض و برکات
حاصل کرنے کی خاطر ان بزرگوں سے رجوع کیا۔

یہ بھی واضح ہے کہ متذکرہ بزرگان دین اگرچہ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے تھے مگر انہوں
نے عالم ارواح میں تشریف لاکر آپ کو روحانی طور پر مستفیض کیا۔

حضرت علی احمد صاحب کی جب ہر طرح سے
پرورش کی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے

حضرت بابا صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میرے بچے کی میری خواہش کے مطابق علوم
ظاہری اور باطنی کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے اور اب میرا ارادہ ہے کہ بچہ آپ کے زیر سایہ رہے
اور مجھے واپس وطن ہرات جانے کی اجازت دیں چنانچہ حضرت بابا صاحب نے آپ کی والدہ ماجدہ
کو واپس ہرات جانے کی اجازت دی جس کا ذکر تذکرہ نگاروں نے یوں کیا چلتے وقت اپنے
بھائی سے کہا کہ میرا نخت جگر شرم و حیا کا پتلا ہے منہ سے کبھی کچھ نہ مانگے گا میرے بچے کو بھوک
پیاس کی تکلیف نہ ہو "حضرت بابا صاحب نے حضرت مخدوم صاحب کو بلا کر ان کے سامنے
حکم دیا کہ کل سے لنگر کی تقسیم تمہارے سپرد ہے صبح سے لنگر مساکین اور فقرا کو تم ہی تقسیم کیا کرو
یہ سن کر آپ کی والدہ ماجدہ خوش ہوئیں۔

اس کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے بھائی یعنی حضرت بابا صاحب کی خدمت
میں اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں کچھ عرصہ ہرات رہ کر واپس آؤں گی اور حیب میں واپس آؤں

لے حقیقت گلزار صابری، محمد حسن صابری رامپوری، ص ۱۵۶، مطبوعہ قسور

گی تو آپ علی احمد کی شادی اپنی دختر نیک اختر سے کرنے کی متمنی ہوں تو اس پر حضرت
 بابا صاحب نے ہنس کر جواب دیا کہ آپ جب واپس آجائیں گی تو جس طرح آپ کا دل چاہے گا کر
 لینا کیونکہ دونوں بچے تمہارے ہیں اور تمہیں ہر قسم کا اختیار ہے حضرت بابا صاحب کے جواب پر
 آپ کی والدہ ماجدہ نے اطمینان کا اظہار کیا، اتنا کہنے کے بعد آپ ہرات کی طرف واپس
 لوٹ گئیں، آپ کی والدہ ماجدہ کے جانے کے بعد حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ (المتوفی
 ۱۰۶۹ھ) کی کرم التفاف کے سائے میں علمی اور روحانی مقامات طے کرتے رہے، صبر و
 عفتی کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی روز روزے سے ہوتے تھے جب کبھی کچھ مل جاتا جس سے روزہ
 افطار فرمایا تے وگرنہ صبر و شکر کے سکون قلب محسوس کرتے۔

ریاضت و عبادت

والدہ محترمہ کے ہرات واپس چلے جانے کے بعد حضرت علی احمد صابر اپنے ماموں کے پاس رہنے لگے اور آپ کے مجاہدات کا زمانہ شروع ہو گیا۔ کیونکہ روحانیت کے حصول کیلئے مجاہدات از حد ضروری ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے نماز کی پابندی پر زور دیا اور نوافل کی کثرت کی خانہ قائم تھا۔

اس میں غزبار، یتامی، بیوگان، مساکین، محتاجین، مسافر، مہمان اور خدام بارگاہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ معمولاً روزانہ حسب ذیل مقدار میں کھانا پک کر تقسیم ہوا کرتا تھا۔ چنا سوطل، جو دو سوطل، عدس (مسو) سوطل، چاول ستر طل، گندم پانچ سو طل، گوشت بکری دو سوطل، نمک لاہوری سو مثقال، گھی پانچ سو مثقال، یہ کھانا تقریباً تین سو آدمیوں کیلئے کافی ہو جاتا تھا۔ لنگر کے مصارف عمر بن اسحاق بن داؤد بن اصفربن محمود بن صفی الدین بن سلیمان بن داؤد انطاکی رحمۃ اللہ علیہ جو قصبہ خس ضلع خراسان کے سرداروں میں سے تھے، ہر سال محرم میں مشکگی مصارف سال بھر کے لئے حساب کر کے بابا صاحب کی خدمت اقدس میں بھیج دیا کرتے تھے۔ لنگر کی تقسیم کرنے کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی جس کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

حضرت بابا صاحب نے اپنی بہن سے آپ کی عادت کی کیفیت

خدمات تقسیم لنگر | معلوم کر کے خیال کیا کہ میں ایسا نہ ہو حضرت علی احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی

لے تذکرہ مخدوم علی احمد صابر کلیری، سخاوت مزار، مطبوعہ کراچی،

عادت کے بموجب کھانا طلب کرنے میں احتیاط نہیں اور کسی وقت آپ کو بلا کھانا کھاتے رہنا پڑے، دوسرے یہ بات تھی جیسا کہ موجودہ زمانے میں بھی قاعدہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں طلباء کو ذہنی تعلیم کے ساتھ عملی تعلیم بھی دی جاتی ہے بالکل اسی طرح اساتذہ سلف بھی اپنے شاگردوں کیلئے ذہنی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی اور عینی تعلیم کا انتظام کرتے تھے اور اس تعلیم کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت بابا صاحب نے یہ خیال کر کے کہ حضرت علی احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کسی طلبی اور محبت کے کھانا ملتا رہے اور عملی تعلیم کا درس بھی پورا ہوتا رہے اپنے لنگر کا کل انتظام ان کے سپرد کر دیا، آپ کے لنگر میں دونوں وقت کھانا پکتا تھا اور فقیروں کو تقسیم ہوتا تھا۔ لہ

درویشوں، مساکین، بیوہ عورتوں اور مہمانوں کی خاطر مدارت کرنا اولیائے کاملین کا شیوہ رہا ہے جو خود فاقہ سے رہ کر دوسروں کو کھلانا ایک عظیم کام ہے جو امراء کرتے سے قاصر رہے ہیں۔ امراء تو مال و دولت جمع کرتے ہیں مگر کامل فقیر خود اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کو کھلا کر خوش ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت صابر صاحب خود توفیقہ کشتی کرتے رہے مگر دوسروں کو کھانا کھلاتے رہے۔

مجاہدات کے بارے میں روایات آپ کے مجاہدات کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے بارہ سال تک تقسیم لنگر کی خدمت کو بچان و

دل انجام دیا چونکہ آپ کو اجازت صریح حضرت پیر دستگیر علیہ الرحمۃ سے حاصل نہیں تھی کہ تم بھی لنگر کا کھانا کھانا اس لئے اپنے اس عرصہ دراز میں لنگر کا ایک دانہ بھی اپنے منہ میں نہ ڈالا اس قدر ریاضت و مجاہدات کئے کہ ایک لمحہ بھی اپنے جسم اطہر کو آرام نہ دیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بوجہ صوم دائمی کے جسم اطہر کمزور ہو گیا۔

جب روزہ پر روزہ رکھتے رکھتے دو دو تین تین دن گزر جاتے اور مہوک کی شدت برداشت سے باہر ہو جاتی تو افطار کے وقت آپ جنگل کی طرف نکل جاتے وہاں جنگلی خود رو پھل پھول

لہ تذکرہ حلیل، پیرزادہ حاکم علی، ص ۳۶، مطبوعہ دہلی،

اور درختوں کی پتیوں سے جو سوائے قدرتِ خدا کے کسی کی ذاتی ملکیت نہ ہوتی تھیں، اکل حلال سمجھ کر افطار کر لیتے تھے، اور بعد فراغت نماز مغرب پھر تقسیم لنگر کی خدمات پر حاضر ہو جاتے تھے مسالک الساکین فی تذکرۃ الواصلین سے یہ بھی روایت ہے کہ اسی زمانے میں آپ نے کلام مجید حفظ کیا اور یہیں سے آپ کی شاعری کی بھی ابتداء ہوئی، آپ نے فارسی اور پراکرت میں اشعار کہے، اسی زمانے میں سلطان المشائخ حضرت محبوب الہی آپ کے ہم عصر تھے۔ آپ میں اور حضرت محبوب الہی میں اچھا ربط و ضبط تھا، آپ محفل سماع میں بھی شرکت فرماتے تھے، لیکن تقسیم لنگر کے فیض سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ ۱۷

جناب حاکم علی پیرزادہ آپ کے مجاہدات پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے بارہ برس تک باورچی خانہ کی خدمت کو انجام دیا مگر خود بے اجازت ایک لقمہ بھی نہ کھایا۔ صرف درختوں کی پتیاں کھا کر گزارہ کیا جب یہ حال ان کے پیرروشن ضمیر پر روشن ہوا تو کمال مہربانی سے حال دریافت فرمایا مسالک الساکین فی تذکرۃ الواصلین میں تحریر ہے کہ بوجہ کثرت ریاضت و مجاہدات اور صوم دائمی کے جسم اطہر پر سوائے استخوان کے گوشت کا نام نہ رہا۔ یہ حالت دیکھ کر ایک روز شیخ الشیوخ حضرت بابا صاحب آپ سے مستفسر حال ہوئے، ایسا ہی اقتباس الانوار میں درج ہے کہ ایک روز حضرت گنج شکر نے اپنے نور ولایت سے معلوم کر کے پوچھا، اے بابا علاؤ الدین تم کھانا تقسیم کرتے ہو، خود بھی کچھ کھاتے ہو یا نہیں؟ آپ نے جواب میں عرض کیا بندہ کو حضرت پیر و تنگبر رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت کے بغیر کیا قدرت و مجال تھی جو ایک دانہ بھی اس میں کھانا ۱۷

حدیقۃ الاولیاء خزینۃ الاصفیاء اور اقتباس الانوار کے مصنفین متفقہ طور پر بیان ہے۔ کہ آپ کا یہ جواب سن کر پیرروشن ضمیر حضرت بابا گنج شکر آپ کے اس کمال صبر سے نہایت خوش ہوئے اور اس درجہ ان کے دل میں جوش پیدا ہوا کہ ہر موئے تن سے تجلیات انوار الہی ظاہر ہونے لگیں۔ ۱۷ تذکرہ جلیل، حاکم علی پیرزادہ، ص ۳۷، مطبوعہ دہلی، ۱۷ تذکرہ جلیل، حاکم علی

پیرزادہ، ص ۳۸، ۳۹، مطبوعہ دہلی،

اور حضرت دس سترہ کو اپنے گلے سے لگا کر نعمت ہائے باطنی سے مالا مال کر دیا اور فرطِ خوشی میں فرمایا
 ”ہمارا علی احمد صابر ہے“ پس اسی روز سے آپ کا خطاب صابر و سترہ پایا“

حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر علیہ الرحمۃ کے مجاہدات اور مقام استغنیٰ اس قدر
 عمیق ہیں کہ جس کا مقام اتنا بلند ہے کہ جس کا ذکر تمام سوانح نگاروں نے کیا ہے، بزرگانِ دین کے
 نزدیک درویشِ کامل کی دلیل یہ ہے کہ وہ مجاہد اور ریاضت بکثرت کرتے تاکہ تجلیات و انوارِ الہیہ
 کا درود ہو یہ سب کچھ اپنے شیخ کی بدلت ہوتا ہے اور روحانی مقامات طے ہوتے ہیں۔

تقسیم لنگر کا انتظام | جب آپ کو تقسیم لنگر کی ذمہ داری سپرد کی تو اس وقت آپ کی

عمر گیارہ سال تھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ۲۶ سوال شدہ
 کو لنگر تقسیم کرنا شروع کیا آپ کے لنگر تقسیم کرنے کا معمول یہ تھا کہ آپ صبح کی نماز باجماعت ادا کرتے
 اس کے بعد اپنے حجرے کے اندر ذکر و فکر میں مشغول ہوجاتے، فارغ ہونے کے بعد آپ حجرے
 سے باہر تشریف لاتے غریب مساکین اور طلباء میں لنگر تقسیم کرتے، اس کے بعد پھر آپ حجرے میں
 تشریف لے جاتے اور وہاں اسی طرح عبادت میں مشغول ہوجاتے آپ دن میں دو مرتبہ لنگر تقسیم
 فرماتے، اول صبح کے وقت لنگر تقسیم کرتے پھر اس کے بعد نماز مغرب لنگر تقسیم کرتے اختتام
 تقسیم لنگر کے بعد آپ حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے، دن کو بھی درس و تدریس
 میں بھی باقاعدہ شامل ہوتے۔

صاحب گلزارِ صابری کا بیان ہے کہ آپ تقسیم لنگر کے بعد ذکر و فکر میں مشغول ہوجاتے خود ایک
 دانہ بھی لنگر سے نہ کھاتے، حجرے کا دروازہ بند کر لیا کرتے، اور تنہا دن رات اس میں مشغول عبادت
 و ریاضت رکھتے، ان دنوں آپ شغلِ نوری میں مصروف رہا کرتے تھے، اور جس وقت لنگر خانہ
 سے واپس تشریف لگتے تو پہلے یہ دعائے توری باواز بلند پڑھ لیا کرتے جو صوفیاء کی نظر میں
 بمنزلہ آجیات ہے۔

دعائے توری | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي نُوْرًا

فِي قَبْرِى وَنُورًا فِي قَلْبِى وَنُورًا فِي سَمْعِى وَنُورًا فِي بَصَرِى وَنُورًا فِي
شَعْرِى وَنُورًا فِي بَشْرِى وَنُورًا فِي لَحْمِى وَنُورًا فِي دَهْنِى
وَ نُورًا فِي مَخِي وَنُورًا فِي عِظَامِى وَنُورًا فِي بَيْنِ يَدَيْ وَنُورًا
مِّنْ خَلْفِى وَنُورًا عَنِ الْيَمِينِ وَنُورًا عَنِ الشِّمَالِ وَنُورًا مِّنْ
فَوْقِى وَنُورًا مِّنْ تَحْتِى وَسَلَّمَ حَقًّا هُوَ

حضرت شیخ فضل الرحمن صاحب یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے کبھی لنگر خانہ میں حنفی
صابر رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی چیز تناول فرماتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ کی والدہ ماجدہ کو بہرات کئے
ہوئے پندرہ یوم گزرے تھے کہ ایک دن مجھے مکاشفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم صابر صاحب
اپنے حجرے میں اکیلے گریزاری میں مصروف ہیں، دوسرے وقت جب مخدوم صاحب لنگر
تقسیم کر کے اپنے حجرے میں تشریف لے جانے لگے تو میں بھی ان کے ہمراہ حجرے میں اندر چلا
گیا، اور دریافت کیا کہ بیٹا تم گذشتہ دن گریزاری میں کیوں مصروف تھے، تم کو کیا صدمہ تھا،
مخدوم صاحب نے جواب دیا کہ مجھ کو اپنے سلوک کے حذف ہو جانے کا رنج ہے یعنی خداوند
جل و علی نے مجھے دنیا سے علیحدہ کر دیا، بندگان خدا میں سے کوئی سوائے اولیاء اللہ اور رجال
الغیب میرے پاس نہ آسکے گا، گو سلوک جذب سے کم نہ ہوگا، مگر جذب کی کیفیت ابھی سے
غالب ہوتی جا رہی ہے، خدا خیر کرے معلوم نہیں کیا حشر ہوگا، یہ سن کر خاموش حجرے سے
باہر چلا آیا، اور صابر صاحب نے حجرہ اندر سے بند کر لیا، بہت سیرا منع کیا اور سمجھایا کہ آپ مخدوم
صاحب کے حالات سے واقف ہیں اور ان کے تشریف لانے کا وقت آگیا ہے، جو آتے ہی
ہوں گے، آپ تشریف لے جائیے، مگر انہوں نے نہ مانا اور کہا کہ میرے باپ کا لنگر ہے
آپ منع کرنے والے کون ہوتے ہیں، یہ کہہ کر لنگر تقسیم کرنا شروع کر دیا، احتیاطاً ابوالقاسم صاحب
بھنڈاری نے کچھ تھوڑا سا حصہ چھپا کر رکھ لیا تھا، عزیز الدین صاحب نے ضد کر کے زبردستی وہ حصہ
بھی لے کر تقسیم کر دیا اور لنگر خانے سے واپس مکان گئے اور والدہ محترمہ سے بیان کیا کہ آج میں

لنگر تقسیم کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ تم نے علاؤ الدین سے دریافت کر کے تقسیم کیا یا ان کی بلا مرضی۔ انہوں نے کہا وہ تو مجھے میں تھے بلا اجازت ہی تقسیم کیا ہے، والدہ یہ سن کر بہت خائف ہوئیں اور کہا کہ تو نے بڑا غضب کیا ابھی دو بچوں کا صبر کر چکی ہوں۔ آج تو یہ رنگ لایا ہے، خدا ہی خیر کرے۔ اسی اثنا میں جناب مخدوم صاحب بعض تقسیم لنگر حجرے سے برآمد ہو کر لنگر خانہ میں تشریف لے گئے، تو ابوالقاسم صاحب نے کل واقعہ بیان کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کچھ بچا بھی ہے بھنڈاری صاحب نے فرمایا کہ کچھ بھی نہیں، تو آپ نے غیظ میں آ کر فرمایا کہ ”وہ موذی بچہ ہے“ یہ فرمانا تھا کہ عزیز الدین صاحب کی روح جسم سے پرواز کر گئی، یہ وہی وقت تھا کہ جب وہ اپنی والدہ سے گفتگو کر رہے تھے، گھر بھر میں ایک کہرام مچ گیا جب بابا صاحب نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا کہ کیوں وہ موذی ان کی خدمت مقررہ میں دخل دینے گیا تھا، کئے کا ثمرہ پایا۔

آپ کے مجاہدات، تقسیم لنگر، پھر حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں درس سنا ہی آپکی مصروفیت تھی، کیونکہ حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کے ذمے ہی ذمہ داری سپرد کی تھی بزرگان دین کا فرمان ہے کہ سب سے بہترین کام غزبار، مساکین، بیوگان، اور مہمانوں کو کھانا کھلانا ہے کیونکہ سخاوت سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں، جیسے کہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

السُّخِيُّ حَبِيبُ اللَّهِ، وَلَوْ كَانَ فَاسِقًا (الحدیث)

ترجمہ! سخی اللہ کا دوست ہے اگرچہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔

چنانچہ فرمان نبوی علیہ التحیۃ والتناہ کے مطابق تمام بزرگان دین نے اس پر پورا پورا عمل کیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کا لنگر اس قدر وسیع تھا کہ ہر وقت زائرین حاضر ہو کر لنگر سے حسب ضرورت اشیاء استعمال کرتے جس کے منتظم اعلیٰ حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ ہوتے تو ان لنگر کی فیوض و برکات کی ڈھونڈنے سے کہاں مثال مل سکتی گی۔

۱۔ محمد حسن رامپوری، حقیقت گلزار صابری، ص ۱۵۸، ۱۵۹، مطبوعہ قصور

حضرت مخدوم صابرؒ کی جلالی کیفیت

حضرت مخدوم صابرؒ پاک علیہ الرحمۃ کی جلالی کیفیت کے متعلق صاحب حقیقت گلزار فریدی لکھتے ہیں۔ آپ قدرت کی طرف سے شانِ جلالی اور فہاری لیکر پیدا ہوئے تھے اور بہت سے واقعات جن سے آپ کے جلال کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اپنے موقع پر درج کئے جائیں گے۔ آپ مثل ایک برق جہندہ اور شمشیر برہنہ کے تھے، اگر ذرا بھی آپ کی شان میں بے ادبی یا آپ کی مرضی کے خلاف کسی نے کوئی بات کی اور آپ کے جلال سے خاک سپاہ ہوا، چنانچہ بابا صاحب کی تصنیف "سیر العیودیت" میں تحریر ہے کہ وہ اکثر بغرض تبلیغ احکام طریقت سفر کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب سفر سے واپس تشریف لائے تو معلوم ہوا۔ ۲۷ محرم ۱۱۰۰ھ سنہ ۱۷۸۸ء کے دن زوال کے وقت ان کا ایک لڑکا نعیم الدین کہ جس کی عمر تقریباً تین سال کی تھی کھیلنے کھیلنے حضرت صابرؒ کے حجرے کے سامنے پہنچا، اور دروازوں سے جھانکنے لگا، جھانکنا تھا کہ معانوں کی ایک قے ہوئی اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک چھوٹا لڑکا فریدش نامی جس کی عمر ایک سال کی تھی یکم صفر ۱۱۰۰ھ کو جمعہ کی نماز کے قبل آپ کے حجرے کے سامنے کھیل رہا تھا، اتفاقاً آپ کے حجرے کی جانب منہ کر کے کھڑے ہو کر اس نے پیشاب کر دیا، اسی وقت ایک بچھو نے کہ جو بہت زہر بلا تھا، اس طرح ڈنگ مارا کہ بدن سے خون جاری ہو گیا، اور اس قدر سخت تکلیف ہوئی کہ اسی وقت انتقال کر گیا، جب بابا صاحب نے یہ دونوں واقعات سنے تو بہت افسوس کیا، اور خادموں سے سخت تاکید کر دی کہ تم لوگ جانتے نہیں ہو کہ صابرؒ شمشیر برہنہ ہے، جو کوئی اس کے قریب ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا، خبردار کسی کو اس کے حجرے کی طرف مت جانے دو، اور جس وقت وہ ننگر تقسیم کرنے کے لئے باہر آئے کوئی شخص اس سے آنکھ نہ ملائے اور نہ کچھ حجت کرے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ یہ سن کر تمام خدام خائف رہنے لگے۔

ان دونوں واقعات کے گیارہ دن کے بعد کا تذکرہ ہے کہ حضرت بابا صاحب

کے فرزند اکبر کہ جن کا نام شیخ عزیز الدین تھا، اور تقریباً بائیس سال کی عمر تھی، لنگر خانہ میں گئے اور ابوالقاسم صاحب بھنڈاری سے کہا کہ روزِ محرم صابر صاحب لنگر تقسیم کرتے ہیں آج میں بانٹوں گا، بھنڈاری صاحب نے بہت منع کیا لیکن بابا صاحب کے لختِ جگر نے لنگر بلا اجازت صابر صاحب لوگوں میں تقسیم کر دیا، جب صابر صاحب برائے تقسیم لنگر آئے لیکن لنگر تقسیم ہو چکا تھا تو حضرت مخدوم صابر کو بہت غضب ہوا اور زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے تھے کہ وہ موذی بچہ ہے، حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے لختِ جگر کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔

والدہ محترمہ کی بہت سے واپسی | یہ تینوں سخت واقعات جب پے درپے وقوع پذیر ہوئے تو علیم اللہ ابدال نے بہت جا کر آپ کی والدہ

صاحبہ سے عرض کئے، آپ سُن کر نہایت مغموم ہوئیں اور فرمایا کہ یہ شرمندگی بھی مجھے بھائی صاحبہ اٹھانی پڑی، چنانچہ آپ بغرض تعزیت و معذرت کے بہت سے علیم اللہ ابدال کے ہمراہ پاک پٹن شریف ۱۹ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ کو جمعہ کے دن بعد عصر تشریف لائیں اور بھائی سے بہت کچھ اظہارِ افسوس کیا اور معذرت چاہی، بابا صاحب نے فرمایا کہ تم افسوس مت کرو، یہ سب باتیں منجانب اللہ تھیں، اس کے بعد اپنے اپنے بیٹے کو دیکھنے کیلئے طلب فرمایا، اس وقت حضرت مخدوم صاحب کو غذا ترک کئے ہوئے سات سال ہو چکے تھے، اور اپنے ایک دانہ بھی زبان مبارک پر نہ رکھا تھا، صرف دعائے نوری پر اکتفا کیا گیا تھا، آپ کے جسم میں پوست ہڈیوں سے مل گیا تھا، اور آپ بہت نقیبہ اور زار و نزار ہو رہے تھے، جس وقت آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کی صورت ملاحظہ کی تو زمین پیروں تلے سے نکل گئی، دریافت فرمایا کہ کیا تجھے میرے جانے کے بعد کھانا لے حضرت محمد حسن رامپوری سے تسلیح ہوا ہے اور حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کا سب سے پہلا صاحبزادہ جو پیدا ہوا اس کا نام شیخ عزیز الدین لکھا ہے مگر آپ کا صاحبزادہ اس نام کا نہیں بلکہ حضرت شیخ نصیر الدین نصر اللہ علیہ الرحمۃ ہے جس کے ثبوت میں حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے حالات و واقعات پر مشتمل کتابیں ملاحظہ فرمائیں مثلاً سیر الاولیاء، جو امرتسری دی،

ہی نہیں ملا۔ اور اپنے بھائی (بابا صاحب) کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے تو چلتے وقت آپ سے بہت منت اور سماجت سے عرض کیا تھا کہ میرا بچہ بہت شرمیلا ہے، جب تک آپ خود اسے کھانے کو نہ پوچھیں گے وہ کچھ نہ کھائے گا لیکن افسوس کہ آپ نے اس کو بھوکوں مار ڈالا۔ بابا صاحب نے جواب دیا کہ میں نے تو تمہارے ہی کہنے پر اس کو کل لنگر خانہ کا انتظام سپرد کر دیا تھا اس سے پوچھو کہ اس نے کھانا کیوں نہیں کھایا، جب مال نے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں بیشک آپ نے لنگر کا اہتمام میرے سپرد کر دیا تھا مگر خود مجھے کھانے کی کب اجازت دی تھی، اور بدون حکم میں ایک دانہ بھی کیسے کھا سکتا تھا، تب بابا صاحب نے فرمایا کہ ہمیشہ! خدائے عزوجل نے علی احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کو دنیا میں کھانے کیلئے نہیں پیدا کیا، اس سے بہت ہی عجیب و غریب باتیں بچپن سے سرزد ہو رہی ہیں، اور بہت سی باتیں سرزد ہونے کے لئے باقی ہیں، یہ بچپن سے اس قسم کا صبر ظاہر کر رہا ہے اور یہ واقعہ تو اس قدر زبردست ہے کہ بے اختیار ہو کر میں اسے صابر کا لقب دیتا ہوں، اور انشاء اللہ دونوں جہان اسے صابر کے نام سے یاد کریں گے، اے

آپ چونکہ پکی صبر و استغنا تھے اسی بنا پر آپ نے فریدی لنگر سے کچھ استعمال نہ فرمایا، بلکہ صبح و شام لنگر ہی تقسیم فرماتے رہے جب آپ کی والدہ صاحبہ پاپٹن شریف میں تشریف لائیں تو اپنے صاحبزادہ کی کیفیت دیکھ کر برداشت نہ کر سکیں اور اپنے بھائی سے شکوہ کیا، جن کے نتیجے میں حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ اپنے خواہر زادہ باکمال و عظمت کے فقر و ایشار کی حالت دیکھ بہت ہی خوش ہوئے جسے اپنے سینے سے لگا کر روحانی مقام کی منزل پر آپ کو ایک ہی لمحے میں پہنچا دیا۔

زبانِ سرمد سے صابر کا خطاب | یہی وجہ ہے کہ آپ کو حدیث خوش ہو کر حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے صابر کا خطاب

اے حضرت محمد حسن صابری رامپوری، حقیقت گلزار صابری، ص ۱۴۳/۱۴۴، مطبوعہ قصور،

دیا کثرتِ ریاضت و مجاہدات اور صوم دوام کی وجہ سے جسم مبارک پر سوائے ہڈی کے گوشت کا نام باقی نہ رہا تھا، یہ حالت دیکھ کر ایک روز حضرت بابا صاحب نے دریافت فرمایا جس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

ایک دن حضرت گنج شکر نے آپ کو نہایت کمزور حالت میں دیکھ کر فرمایا، علی احمد کیا با؟ تم اتنے ڈیلے کیوں ہوتے جا رہے ہو، فقراء نے عرض کیا حضرت انہوں نے ۱۲ سال سے کچھ کھایا پیا نہیں، حضرت بابا صاحب نے فرمایا تم نے کھانا کیوں نہیں، حضرت مخدوم نے عرض کیا حضرت آپ نے مجھے لوگوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا تھا نہ کھانے کے متعلق چونکہ حکم نہ تھا بغیر اجازت اور حکم کے کیونکر کھاتا۔

روزے حضرت گنج شکر کا حالش بحدِ حقیر دید پر سید کہ اے علی احمد ترا چہ حالت است کہ چندین حقیر می شوی، دیکر گفت ار عرضدا کردند کہ مدت دو از وہ سال ست چیرے از جنس طعام نخورده اند، حضرت قطب العالم گنج شکر فرمودہ کہ چہ نامی خوری، تسخ علاؤ الدین علی احمد صابر عرضداشت اردہ نمرت برائے خورانیدن فرمودہ اند نہ برائے بدن۔
(ملفوظات شریفی)

حضرت بابا صاحب اس کمالِ صبر سے تہایت خوش ہوئے اور اس درجہ متاثر ہوئے کہ برینِ موسے تجلیاتِ نور الہی ظاہر ہونے لگیں، حضرت مخدوم صاحب کو گلے سے لگا کر نعمت ہائے باطنی سے مالا مال کر دیا۔ فرمایا علی احمد صابر ہے، اسی روز سے آپ کا لقب صابر مشہور ہو گیا ہے۔

یہ شعر آپ کی ذاتِ گرامی پر منطبق ہوتا ہے کہ
افلاک سے کھینچی جاتی ہے سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توجیب کی مے ساغر سے نہیں آنکھوں سے پلائی جاتی ہے

حضرت بابا سردی مخدوم پاک کے حجر میں

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ والدہ کی واپسی بہرات کے بعد حضرت مخدوم صاحب ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے تھے، بند حجرہ میں شب روز مصروف عبادت و گریہ زاری رہتے تھے، ۱۱ ذیقعدہ ۱۰۳۳ھ کو حضرت بابا صاحب کو مکاشفہ سے معلوم ہوا کہ علی احمد صابر تنہا حجرے میں مصروف گریہ زاری ہیں، اس روز آپ کی والدہ کو بہرات گئے بھوٹے پندرہ دن ہوئے تھے، اس روز حضرت مخدوم صاحب لنگر تقسیم کر کے حجرہ میں جانے لگے تو بابا سردی بھی ان کے ساتھ ہوئے اور حجرے میں پہنچ کر مخدوم صاحب سے دریافت کیا کہ فلاں روز جب تم گریہ زاری کر رہے تھے، اس کا سبب کیا تھا؟

حضرت مخدوم نے جواب دیا کہ مجھے خداوند کریم نے دنیا سے الگ کر دیا ہے، اور بند ریحہ الہام بتلا دیا ہے کہ کوئی خدا کا بندہ سوائے اولیاء اللہ اور رجال الغیب کے تیرے پاس نہ آئے گا یہ سن کر حضرت بابا صاحب واپس چلے آئے۔ مرآة الاسرار میں ہے کہ آپ شان عظیم رکھتے تھے، بلند حال اور قوی ہمت تھے۔ غلبہ استعراق ذات مطلق کی وجہ سے آپ ہرگز دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ ابتدائے سلوک سے اس قدر ریاضت مجاہدہ اور ترک و تجرید پر عمل پیرا ہوئے کہ احباب آپ کی صحبت کی تاب نہ لاسکے اور ہمیشہ اکیلے رہتے تھے، اس لیے آپ تمام صوری و معنوی قیود سے آزاد اور بے نیاز تھے حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ کی دنیا و مافیہا سے بے نیازی اور ذکر و فکر استعراق اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ کو عہد طفلی میں اس قدر اعلیٰ و ارفع مقام حاصل ہوا جس کی نظیر نہیں ملتی یہ سب فیضانِ کرم تھا حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کا۔
آپ کے زہد و تقویٰ کے متعلق کیفیت ملاحظہ ہو:

آپ کی عبادت گزاری کا یہ حال تھا کہ کسی بھی وقت آپ کا وضو نہیں ٹوٹنے پاتا تھا، آپ کے حجرے کے متعلق صاحب تذکرۃ الاولیاء ہند کا بیان ہے کہ حضرت کا حجرہ تاحال پاک پٹن میں موجود ہے، اور اب تک اس حجرے سے آپ کی شانِ جلال ظاہر ہے کہ اس حجرے میں ایسے ویسے آدمی کا کام نہیں ٹھہر سکے۔

دو سال کے بعد آپ حجرے سے باہر تشریف لانے لگے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ آپ کو سماع سے شوق تھا، اور اس سلسلہ کے مشائخ سماع کے شائقین رہے ہیں، اور خاندانِ چشتیہ کے دستور کے مطابق آپ بھی ان محافلِ سماع میں شرکت فرماتے تھے، جو کہ حضرت بابا گنجشکر کے دربار میں منعقد ہوا کرتی تھیں، اس دربار میں مہمانان کی آمد و رفت کثرت سے تھی، بڑے بڑے کامل، سالک، قلندر، فقیہ اور واصلین و حاجت مندان حاضر ہوتے تھے، آپ سب کے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے، انکی خدمت کرتے تھے، حاجتمندوں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہونے کیلئے دعائیں کرتے تھے۔

طالبانِ زہد و تقویٰ کو پسند و نصائح بھی فرماتے تھے، آپ جب سے اجودھین میں تشریف لائے تھے اجودھین میں رہے۔ آپ کو سیر و سیاحت میں ذرا بھی رغبت نہ تھی کیونکہ آپ کا سارا وقت یادِ الہی میں صرف ہوتا تھا، آپ کو زمانے کے اُمراء، رؤسا اور سلاطین وغیرہ سے ذرا بھی لگاؤ نہ تھا، وہ خیال فرماتے تھے کہ ان لوگوں سے تعلقات رکھنا دنیا کے پھندوں میں پھنسنا ہے، آپ بڑے استقلال سے بے باکانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جس قدر مجاہدہ و ریاضت حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں سے حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ نے کی جس کی ذات بذاتِ خود نظیر ہے، کیونکہ عہدِ طفلی سے لیکر اس دارِ فانی سے رخصت ہونے تک کے واقعات جس کا واضح ثبوت ہیں جو کتابوں سے ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں، نیز یہ کہ طالبانِ حق کا ظاہر و باطن یکساں ہوتا ہے۔

لے مرزا احمد اختر دہلوی، تذکرۃ الاولیاء پاک و ہند، جلد دوم، ص ۱، مطبوعہ لاہور

اور خود تو غم دانو وہ کو اپنا لیتے ہیں مگر کسی پر بارگراں نہیں بنتے یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین عسدر بھر
 مزا حمت خود تو برداشت کر لیتے ہیں مگر کسی تکلیف نہیں دیتے یہ الگ بات ہے کہ ان میں
 سے کوئی درویشِ کامل جب شعرا اسلام اور بزرگانِ دین کے علم و عقائد کی توہین ہوتے دیکھ جائے
 تو وہ کبھی بھی کسی صورت میں برداشت نہیں کرتے کیونکہ خاموشی اس وقت بے معنی ہوتی ہے
 اور جلالت و غیبت کا باقاعدہ مظاہرہ کرتے ہیں، جیسے کہ حضرت محرم صابر پاک علیہ الرحمۃ
 نے سرزمینِ کلیر میں جس کا مظاہرہ کیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۴۔ ازدواجی زندگی

حضرت مخدوم سید علی احمد صابر علیہ الرحمۃ کی والدہ ماجدہ جب بہرات سے واپس
اجودھن (پاک پتن) تشریف لے گئیں تو انہوں نے سوچا کہ اب بیٹا جوان ہو گیا ہے اور
کیوں نہ اسکی شادی کی جائے۔ والدہ ماجدہ کی سوتح اگرچہ مثبت تھی لیکن حضرت مخدوم
علی احمد صابر کی روحانی کیفیات اور مجاہدہ اس بات کا متقاضی تھا کہ ان کی شادی نہ کی
جائے مگر والدہ ماجدہ نے آپکی شادی کے بارے میں حضرت بابا صاحب سے عرض
کی کہ میری خواہش ہے کہ آپ سے اپنا بیٹا بنا لیں اور اپنی صاحبزادی کے ساتھ میرے
بیٹے کی شادی کر دیں۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔
آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام حضرت نصیر الدین تھا۔ دوسرے کا نام حضرت شہاب الدین
تھا۔ اس سے چھوٹے کا نام بدر الدین سبحان، چوتھے کا نام نظام الدین اور چھوٹے کا نام
شیخ یعقوب تھا۔ آپکی بیٹیوں کے نام بی بی منورہ، بی بی شریفہ اور بی بی فاطمہ تھیں۔
آپ کی والدہ ماجدہ نے جب حضرت بابا صاحب سے لڑکی کا لاشہ مانگا تو انہوں نے
حضرت علی احمد کی شادی کے بارے میں کہا کہ بہن میری طرف سے ہاں ہے مگر علی احمد
شادی کے قابل نہیں، وہ ہر وقت حالت جذب میں رہتا ہے، ایسی حالت میں انکی
شادی کرنا بیکار ہے، ہمیشہ صاحبہ نے کہا، بھائی وہ جیسا بھی ہے، چونکہ وہ یتیم ہے،
بن باپ ہے، اور میں بیوہ ہوں اسلئے آپ اپنی صاحبزادی دینے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔
یہ سن کر حضرت بابا صاحب نے فرمایا۔ نہیں نہیں یہ بات نہیں، مجھے تمہاری دل شکنی

لے سیر الاولیاء ص ۱۹۱ از میر خوردمطبعہ لاہور۔

پسند نہیں، میری طرف سے اجازت ہے جب چاہو شادی کر سکتی ہو۔

حضرت کی والدہ کے اصرار پر مورخہ ۲۱ سوال بروز
بدھ بعد نماز عصر ۱۳ھ کو حضرت صابر صاحب

نکاح اور زوجہ محترمہ کا وصال

نکاح حضرت بابا صاحب کی صاحبزادی سے ہو گیا۔
رات ہوئی تو مخدوم صاحب کی والدہ محترمہ نے آپ کے حجرے میں چراغ روشن
کر کے دلہن کو حجرہ میں پہنچا دیا۔ دلہن بہ پاس ادب دست بستہ کھڑی رہی، تہجد کے وقت
جب آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا تو سائے عورت کھڑی ہوئی نظر آئی، آپ نے دریافت کیا۔
تم کون ہو؟ کیوں کھڑی ہو؟ دلہن نے جواب دیا۔ میں آپ کی زوجہ ہوں خدمت گزار کی
لئے حاضر ہوں۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا خدا وحدہ لا شریک ہے اسکی کوئی بیوی
نہیں میں اسکا بندہ ہوں اور اس کے جمال میں گم ہوں، یہ فرما کر آپ پھر مراقبہ میں مشغول
ہو گئے، آپ کے ان الفاظ پر جہاں آپ تھے وہاں جلالی انوارات الہی کا نزول ہوا جنہیں آپ کی
دلہن برداشت نہ کر سکی اور بے ہوش ہو کر گر گئی اور کچھ دیر کے بعد قضائے الہی سے اللہ کو
پیاری ہو گئی۔

حضرت مخدوم صاحب کی والدہ کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔
وہ حضرت مخدوم صاحب کی مجذوب حالت سے باخبر تھیں۔ احتیاط کے طور پر انہوں نے حجرہ کا
دروازہ کھلوا دیا۔ یہ دیکھ کر کہ مخدوم صاحب مراقبہ میں مصروف ہیں اور دلہن اللہ کو پیاری ہو گئی
ہے۔ والدہ محترمہ نے نہایت غصہ کی حالت میں حضرت مخدوم صاحب کی پشت پر زور سے
ہاتھ مار کر فرمایا کہ میں نے تمہارے ماموں کی بیٹی سے تمہاری شادی کی تھی لیکن تم نے دلہن
کو کیا کر دیا ہے تباؤ میں تمہارے ماموں کو کیا جواب دوں گی۔ اور کیا منہ دکھاؤں گی؟
مخدوم صاحب نے جواب دیا۔ اماں جان میرا کیا قصور ہے یہی رضائے الہی تھی۔
جملہ محققین کی رائے میں حضرت مخدوم پاک حضرت بابا گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے

اور داماد و خلیفہ تھے اور یہ امر مسلمہ ہے کہ حضرت صابرؓ کا نکاح حضرت بابا صاحب کی صاحبزادی سے ہوا۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بابا صاحب کی صرف تین لڑکیاں تھیں جن میں سب سے بڑی اور سب سے چھوٹی لڑکیوں کے شوہروں کے نام درج ہیں اور منجھلی صاحبزادی بی بی شریفیہ کے شوہر کا نام کہیں نہیں ملا جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صابرؓ کا نکاح حضرت بی بی شریفیہ سے ہی ہوا تھا۔ اور انھوں نے اپنی دلہن کو بھی دیکھا ہوگا۔ وہ کب گوارہ کر سکتے تھے کہ فطری اور دنیاوی آرام کی خاطر تحیر کی بہترین راحت سے محروم ہو جائیں اور اپنے پہلو میں سوائے خدا کے اور کسی کو جگہ دیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک نظر میں اپنی منکوحہ کو بھی اپنے ہی رنگ میں رنگ لیا اور اپنی دلہن کی خواہشاتِ نفس کو فنا کر دیا اور جلا کر رکھ کر دیا، تاکہ اس کے تن خالی ہو جیسے حضرت صابرؓ کو زوجہ کی ضرورت نہیں تھی، ایسے ہی انکی منکوحہ کو بھی زوج کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ اس عشق کی آگ دلِ سالک سے ماسوا اللہ سب کو جلا دیتی ہے۔ جلانے اور فنا کرنے کے معنی اس پاک جماعتِ صوفیائے کرام کے نزدیک خواہشاتِ نفس کو جلاتا اور فنا کرنا ہیں۔ لہٰذا

حضرت علی احمد صابرؓ کی منکوحہ کو بھی آپ کے توسل سے تحیر و تجرد کی بہترین راحت نصیب ہو گئی۔ ان کیلئے بھی قرب اللہ کے دروازے کھل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا درمیانی پردہ اٹھا کر انکو اپنی وحدانیت میں جاگزیں فرما دیا اور انکی نگاہ میں جلال و جمالِ الہی سما گیا اور خود متحیر فانی ہو کر حق سبحانہ کی حفاظت میں آگئیں اور خواہشاتِ نفس بالکل ختم ہو گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی شانِ جلالت اس قدر زیادہ تھی کہ کوئی شخص بھی آپ کے نزدیک بیٹھ نہیں سکتا تھا اگر کوئی بیٹھنے کی کوشش بھی کرتا تو گرمیِ جلالت کی وجہ سے اس پر بجلی کی طرح کرنٹ لگتا جو اس کی قوت برداشت سے باہر ہوتا۔

لے تذکرہ جلیل از حاکم علی پیرزادہ ص ۴۸، مطبوعہ دہلی

نئی دلہن کے وصال کے غم سے والدہ کا وصال | بہو کی اچانک موت سے
آپکی والدہ کے دل پر

گہرا اثر ہوا، اور وہ بیمار ہو گئیں آہستہ آہستہ بیماری بڑھتی گئی آخر ۲۲ محرم ۱۹۱۴ء بروز جمعہ
اس دارفانی سے کوچ کر گئیں آخر والدہ کے وصال کی خبر حیب آپکو ملی تو آپ لنگر تقسیم کرنے
کیلئے باہر تشریف لائے تو مولانا ابوالقاسم بھنڈاری نے عرض کیا کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے
رات کو بعد مغرب انتقال فرمایا ہے، اور لوگ اس وقت دفن کرنے کیلئے جنازہ قبرستان
میں لئے جا رہے ہیں، آپ بھی شریک ہو جائیے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس خدائی لنگر
سے زیادہ دنیا میں مجھے کوئی چیز عزیز نہیں ہے والدہ صاحبہ کی تجہیز و تکفین و تدفین
کیلئے بابا صاحب کی موجودگی کافی ہے یہ فرما کر حجرے میں واپس تشریف لے گئے۔

والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد آپکی استغراقی حالت شدت
نوسال کا استغراق | اختیار کر گئی اور اس کے بعد آپ نے لنگر تقسیم کرنا چھوڑ دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے بعد مولوی ابوالقاسم صاحب بھنڈاری برابر لنگر تقسیم کرتے
رہے یہ لنگر ابتداء سے لے کر یوم جمعہ شب برات ۱۹۱۴ء تک تیرہ سال سات ماہ گیارہ
یوم تقسیم ہوا۔ اس کے بعد عمر بن اسحاق اپنے عہدہ سرداری موضع نرسرخس مذکور سے علیحدہ ہو
گئے اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم باطن کے حاصل کرنے میں
مشغول رہے اور لنگر کی تقسیم بند ہو گئی۔ اولیاء اللہ کا علم استغراق اس قدر قوی ہوتا ہے کہ
جسے دنیا کی کوئی طاقت حتم نہیں کر سکتی کیونکہ کیفیت استغراق اپنی پیدا کردہ نہیں ہوتی بلکہ شیخ کامل کی
بدولت حاصل ہوتی ہے۔

”یہ وہ نشہ نہیں کہ جسے ترشی اتار دے“

یہ نعمت خداوندی ہے کہ کہیں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی دہلوی علیہ الرحمۃ کی
شکل میں جمال ہے اور کہیں حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ کی صورت میں جلال ہے۔

۵۔ بیعت و خلافت

مقبولانِ حق پر ایک ایسا مقام بھی آجاتا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایسے وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ ان کے پیش نظر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی مقصدِ حیات ہی نہیں رہتا، اسی دوران حضرت علی احمد صابرؒ کی والدہ کا جب انتقال ہوا جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے تو اس کے بعد آپ پر حالتِ استغراق کا غلبہ زیادہ ہو گیا اور آپ پر نو سال تک یہی کیفیت رہی لیکن اس عرصہ کے دوران بھی حضرت بابا صاحبؒ کی باطنی توجہ آپ پر مسلسل رہی لیکن ایک روز حضرت بابا صاحبؒ نے محسوس کیا کہ حضرت صابر صاحبؒ کا استغراق ختم ہونا چاہیے چنانچہ اسی غرض سے آپ ۱۱ محرم بروز جمعرات کو اشراق کی نماز کے بعد حضرت صابر صاحبؒ کے حجرہ میں تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ حضرت صابر صاحبؒ پر بہت زیادہ استغراق کی کیفیت ہے تو حضرت بابا صاحبؒ نے آپ پر حالتِ استغراق سے ہوش میں لانے کیلئے خصوصی توجہ کی اور آپ کے بائیں کان میں سات مرتبہ آواز بلند کلمہ شریف پڑھا، حضرت بابا صاحبؒ کا کلمہ پڑھنا ہی تھا کہ آپ ہوش میں آ گئے۔ پھر آپ بابا صاحبؒ کے ہمراہ حجرہ سے باہر تشریف لے آئے اور حضرت بابا صاحبؒ کے پاس آکر خصوصی محفل میں بیٹھ گئے اور اسی روز آپ نے حضرت بابا صاحبؒ کے دستِ حق پرست شرفِ بیعت حاصل کیا۔

بیعت کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۷ ماہ محرم الحرام بروز جمعرات ۱۰۲۳ھ حضرت بابا صاحبؒ نے بعد نماز عصر حاضرینِ محفل کے روبرو حضرت شیخ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ہاتھ پر توبہ اور بیعت کرائی اور خاندانِ چشتیہ میں مشرف فرما کر کیفیتِ باطن و تعلیمِ سلوک سے مستفیض فرمایا۔ اور اپنی کلاہ مبارک پہنادی اور خرقة مقدسہ اپنا اڑھا دیا۔“

اذکار و اشغال کا دور | دست بیعت ہونے کے بعد آپ دن کا زیادہ حصہ حضرت بابا صاحب

کے ہاں خدمت گذاری کرتے اور حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے فرمان کے مطابق مختلف اوقات میں اوراد و وظائف پڑھتے، اور پھر رات بھی یاد الہی میں بسر کرتے اور آپ رات کو خلوت گزریں ہو جاتے، ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ بابا صاحب کی صحبت اکسیر اختیار کر کے تصوف اور فقر کے مراتب حاصل کئے اور ستائیس سال تک اسی طرح مجاہدات اور میری تعلیم لسانی پر بدل و جان عمل پیرا رہے اور مراتب اعلیٰ ولایت اور کیفیات باطن کے ثمرات سے بہرہ ور ہوتے رہتے۔

بشارت قبل از خلافت | حضرت علی احمد صابر حضرت بابا صاحب کے حقیقی بھانجے اور داماد ہونے کی حیثیت سے آپ کے بہت زیادہ قریب تھے

بلکہ آپ محبوب مریدوں میں سے تھے۔ آخر ۲۷ سال کی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد حضرت بابا صاحب کو حکم ہوا کہ حضرت علی احمد صابر کو خلافت سے نواز دیا جائے اس بشارت عظمیٰ کے بارے میں حقیقت گلزار صابری میں یوں بیان تحریر ہے کہ ۲۴ رمضان المبارک ۶۵۰ھ کو شب پنجشنبہ میں نماز تہجد کے بعد میں نے خواب میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا "مخدوم صابر علی احمد کو جلد لے چلو" میں نے عجلت کے باعث عالم مثال میں ہی مخدوم صابر علی احمد (قدس اللہ سرہ) کو ان کے حج سے اپنے ہمراہ لیا اور حضرت پیر و مرشد قبلہ کے عقب میں روانہ ہوا، تھوڑی سی دیر میں علم ملکوت سے علم جبروت کی طرف رجوع ہوا، وہاں پہنچا تو ہر چہاں جانب ایک نور کا عالم بسیط تھا، اور ایک عالی شان دربار منعقد تھا، جہاں حضور سرور کائنات فخر موجودات رحمت عالم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم رونق افروز ہیں اور ارد گرد تمام حضرات سلسلہ چشتیہ عالیہ کے اور دیگر حضرات متقدمین و متاخرین کی ارواح مقدسہ حسب مراتب متمکن ہیں میرے پیر و مرشد نے مجھ کو اور (حضرت) مخدوم علی احمد صابر (قدس اللہ سرہ) کو حضور میں پیش کیا، اور میں نے بموجب ارشاد حضرت مرشد پاک (حضرت) مخدوم علی احمد (قدس اللہ سرہ) کو بندگان عالی میں پیش کیا، حضور سرور کائنات نے (حضرت) مخدوم

علی احمد صابر قدس اللہ سرہ کے پشت کی جانب ہاتھ رکھ کر زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا "ہذا ولیّ اللہ" پھر میں نے بھی یہی کہا "ہذا ولیّ اللہ" اس کے بعد میرے پیرومرشد نے اور ان کے بعد دیگر حضرات نے یکے بعد دیگرے کہا "ہذا ولیّ اللہ" اور بعد میں اس قدر مبارک باد کی آوازیں میرے کان میں گونجنے لگیں کہ میں بے اختیار سو کر جاگ پڑا۔ آنکھ جو کھل گئی تو اس قدر روشن رات تھی کہ بالکل لیلۃ القدر معلوم ہو رہی تھی۔ میں اسی وقت (حضرت) مخدوم صابر قدس اللہ سرہ کے حجرہ میں گیا، تو دیکھا کہ حجرہ کا دروازہ خلاف معمول کھلا ہوا ہے، اور انوار کی بارش ہو رہی ہے، اور مخدوم صابر قدس اللہ سرہ عالم استغراق میں مشغول ہیں اور تمام رقیباً و تقیاً و تحیاً و ابدالاً و اقرباً و اغیاباً و رجال الغیب اور بادشاہ جنات آ آ کر (حضرت) مخدوم علی احمد صابر (قدس اللہ سرہ) کی مہر ولایت کو دیکھ کر "ہذا ولیّ اللہ" کہتے ہیں۔ اور مجھ کو مبارک باد دیتے ہیں۔

حق خلافت | اس واقعہ کے گزر جانے کے بعد اسی دن حضرت بابا شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مخدوم صابر علاء الدین علی احمد قدس اللہ سرہ کو اپنے سامنے ایک مجلس میں بٹلا کر کہ جس میں بڑے بڑے بزرگان وقت مثلاً حضرت شیخ ابوالحسن صاحب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ حمید الدین صاحب ناگوری و حضرت شاہ منور علی صاحب الہ آبادی، حضرت شاہ بدیع الدین قطب المدارس مکنپوری، حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی، حضرت مولانا محمد ابوالقاسم گرگانی و حضرت شیخ ابوالغیث بن جمیل وغیرہ ہم اجمعین شامل تھے بٹلا کر عام حضرات کے سامنے

۱۔ حقیقت گلزار صابری از شاہ محمد حسن ص ۱۰، ۱۱، ۱۲ مرزا سخاوت نے جن بزرگان دین کی موجودگی میں آپ کو خلافت نامہ اور خرقہ خلافت دینے کا جو ذکر کیا ہے وہ تاریخی حالات سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ جس میں بیشتر ایسے اویار اللہ کا ذکر ہے جو واقعہ سے قبل وفات پا چکے تھے اور پاکستان شریف میں انکا تشریف لانا ثابت نہیں ہے حتیٰ کہ اس مجلس میں حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی علیہ الرحمۃ بھی موجود نہ تھے ہو سکتا ہے کہ مولف کتاب نے ان بزرگان دین کا تشریف لانا۔ ان کی وفات کے بعد انکی ارواح طیبہ کا باطنی تصرف ہو اور وہ تصرف کر کے پاک پتن میں تشریف لائے ہوں تو یہ عین ممکن ہے۔

اویار انیسیت ممکن اس جنس میں۔۔۔ ہی رونداندر دے در ملک چس (حضرت روحی علیہ الرحمۃ)

مہر ولایت کا انکشاف بموجب حکم باطن فرمایا سب حضرات نے یکے بعد دیگرے مہر ولایت کو دیکھ کر
 ہذا اولیٰ علیٰ اللہ کہہ کر بابا صاحب کو مبارکباد دی۔ اس کے بعد بابا صاحب نے امامت و
 ارشادات خاندانِ حقیقیہ عالیہ سے مشرف فرما کر اپنی کلاہ حضرت صابر کے سر اقدس پر رکھ دی اور اس پر اپنا
 سبز عمامہ باندھ دیا اور سندِ خلافت جس میں ولایت شہر کلیر مع ہندوستان کا حوالہ تھا سب حاضرینِ محفل
 کو سنا کر عطا فرمائی، بعض روایات میں مذکور ہے کہ پیشتر بابا صاحب نے آپ کو دہلی کی قطبیت و شاہنشاہی
 عطا فرمائی تھی مگر جب آپ کے خلافت نامہ کو حضرت شیخ جمال صاحب بانسوی نے جو حضرت بابا صاحب کے
 اولین خلیفہ تھے آپ کے جلالتِ مآب ہونے کی وجہ سے دہلی کی بربادی کا خیال کر کے چاک کر ڈالا تو پھر بابا
 صاحب نے آپ کو کلیر کی قطبیت اور ہندوستان کی غوثیت عطا فرمائی اس کا مفصل تذکرہ آگے آئے گا۔ اور
 قطب عالم انبیاء ہند الابلال شاہ مخدوم علی احمد صابر رحمۃ
 اللہ علیہ کے باطنی خطاب مبارک سے سرفراز فرما کر سب کو آگاہ کیا اور اسم ظاہری سندِ خلافت میں بالقباب
 بادشاہ دو جہاں مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر نعمت الارواح سلطان
 الاولیاء تحریر فرمایا، اور زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ آج صابر میرا علم ظاہر و علم باطن لے چلا۔
 اسی وقت نبات، شیر و شہد پر فاتحہ کیا گیا اور سب حاضرینِ محفل کو تبرکاً تقسیم کیا گیا۔
 حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر قدس اللہ سرہ عطا یہ حضرت خواجہ فرید الدین
 سندِ خلافت مسعود شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي قدم احسانه على نعمته هو الاول والاخر
 والظاهر والباطن لا مؤخر ولا مقدم لما آخروا ولا معن لما ابطن ولا
 مخفي لما اظهر ولا يكاد نطق الا وانل والاواخر على يومنة اعتبارا
 تقائلا والصلوة على رسول الله المصطفى محمد وآله اهل الود
 والارتضى.

أما بعد فاعلموا أيها الحاضرون والقائمين ان الله تعالى
 اعطى فرقته وقلنسواه في البعراج الى رسول الله صلى الله عليه
 وسلم وهو اعطى السيدنا على اسد الله الغالب رضى الله عنه و
 هو اعطى السيد فواجه حسن بصرى رضى الله عنه وعن اعطى الخواجه
 عبد الواحد بن زيد قدس سره وهو اعطى الخواجه فضيل بن عياض
 نور الله ضريحه وهو اعطى الخواجه ابراهيم بن ادهم نور الله قبراً
 لا كرم وهو اعطى الخواجه حذيفة المرعشي رحمة الله العلي الولي و
 هو اعطى الخواجه هبيرة البصرى قدس سره الله تعالى القوى وهو
 اعطى الخواجه ممشاد على دينورى رحمة الله العلي البارى مع
 ولايته دينوى وهو اعطى الخواجه قطب الدين البواسحق نور قبر الله
 الرزاق مع ولايته شام وهو اعطى الخواجه ابو احمد ابدال رحمة الله
 الجلال مع ولايته سيستان وهو اعطى ابو محمد محترم نور قبر الله الصمد
 الاكرم وهو اعطى الخواجه ناصر الدين ابو يوسف قدس سره الله
 الرؤف وهو اعطى الخواجه قطب الدين مودود نور ضريحه الله الودود
 وهو اعطى الخواجه حاجى شريف زندنى قدس سره الله العلى وهو
 اعطى الخواجه عثمان هارونى قدس سره الله القوى وهو اعطى الخواجه
 سيد معين الدين حسن سنجرى رحمة الله البارى مع ولايته
 هند وهو اعطى الخواجه قطب الدين بختيار كاكى قدس سره الله
 تعالى مع ولايته الدهلى وهو اعطى لا ضعف الفقير فريد ارمنى
 الله المجيد وانا اعطيت فرقته قلنسوة مقراضا وعصاء وكاسا
 ومصلى وسلمت ما فى قلبى وروحى وظاهدى وباطنى مع نظامه

کلیر لولد الرشید قرة العین الامام المتقی المدنی قطب مشائخ
 زین الدائمۃ والعلماء مقتضی الاجلۃ والالتقیاء علاء الملة والدين
 سید علاؤ الدین علی احمد صابر سدرۃ اللہ تعالیٰ ابداً و فریدہ اللہ
 تعالیٰ فی الدارين وعظمتہ اللہ اهان من اهانہ واعانہ اللہ تعالیٰ
 ابتغاء مرضاة اللہ وانالہ المنتھی رحمة و اعلیٰ درجاتہ سبقا بعد
 سبق من اولہ الی اخرہ بشرط بذل المجد والاجتہاد فی الصحیح و
 الشقیح من اللہ وعلیہ المحلول واللہ الموافق والمیسر جورت هذا السطو
 بیدہ الفقیر فرید کان ذالک فی یوم الجمعة سنة اثنی و خمسين وست
 مائة من مجدی النبوی۔ (۶۵۲) ہجری ۱۰

حضرت شیخ جمال الدین قطب ہانسی

حضرت شیخ جمال ہانسی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ سے پہلے خلیفہ تھے
 حضرت بابا صاحب کو آپ سے بے حد محبت تھی حضرت بابا جس کو حق خلافت عطا کرتے
 تو پہلے اس کو ارشاد فرماتے تھے کہ پہلے ہانسی جا کر خلافت زمانہ پر مہر لگوا لو۔ بغیر مہر کے کسی کو خلافت
 نامہ عطا نہ فرماتے تھے۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسی حضرت امام ابو حنیفہ کی اولاد میں سے تھے، حضرت بابا کے
 خلفاء میں آپ سب سے بڑے خلیفہ تھے۔ اخبار الاخبار میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے
 ”صالح کمالات ظاہر و باطن بود شیخ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے حضرت بابا صاحب
 فرید الدین دو از وہ سال بہ محبت در ہانسی ان کی محبت میں بارہ سال تک ہانسی میں رہے
 بود و در حق او فرمودہ است جمال جمال ما اور ان کے حق میں فرمایا کہ جمال ہمارا جمال ہے

۱۰ تذکرہ حضرت علی احمد از سخاوت مرزا، مطبوعہ کراچی۔

کے اکابر خلفائین سے تھے۔ لہذا حضرت ہانسوی کو مرحمت نامہ خلافت پر مہر لگانے اور اسکی تصدیق کرنے کی ذمہ داری سپرد تھی جو بھی حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ اپنے کسی مرید کو خلافت نامہ مرحمت فرماتے تو حکم صادر فرماتے کہ جاؤ! ہانسوی میں میرے جمال الدین کے پاس وہیں سے تصدیق کروا کے مہر ثبت کرواؤ چنانچہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کو خلافت نامہ مرحمت ہوا جسکی تصدیق کرانے مہر لگانے کی خاطر ہانسوی روانہ کر دیا گیا۔

سند خلافت پر مہر تصدیق کا حکم | چنانچہ اسی حکم کے مطابق حضرت صابر صاحب ہانسوی کی طرف روانہ ہوئے جس کا ثبوت پیش خدمت

حضرت مخدوم صاحب کی ہانسوی کو روانگی

حضرت مخدوم صاحب پاک پٹن سے سوار ہو کر ہانسوی روانہ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو اپنی سواری پر سواری خانقاہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت قطب صاحب نے آپ کا استقبال کیا۔ حضرت مخدوم صاحب سواری پر سواری لب فرش تک تشریف لے گئے، یہ بات اگرچہ حضرت جمال صاحب کو ناگوار گزری پھر بھی اپنے کمال اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کے فرائض مہمانداری ادا کئے۔ دونوں بزرگوں نے ایک ساتھ مغرب کی نماز ادا کی، نماز کے بعد حضرت مخدوم صاحب نے اپنی حبیب سے خلافت اور قطبیت نامہ نکالا، اور دہلی جانے کا مفصل حال بیان کیا۔

حضرت مخدوم صابر ہانسوی پہنچ کر اپنی آمد کی وجہ بیان کی تو اسی ضمن میں آپ سے یہ

کرامت صادر ہوئی۔

حضرت مخدوم پاک کی انگلی شمع کی طرح روشن ہو گئی

اس روز مطلع غبار آلود تھا۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا، رات کی تاریکی پھیلنی شروع ہو گئی تھی، کچھ پڑھا لکھا لے شبیرن چشتی نظامی، مخدوم صابر کلیری، ص ۳۳، مطبوعہ دہلی،

نہیں جاسکتا تھا قطب صاحب نے فرمایا اس وقت موقع نہیں ہے اب آرام فرمائیے، صبح کو مہرود مستحظ کر دینے جائیں گے، حضرت مخدوم صاحب نے اسی وقت مہرود مستحظ کرنے پر اصرار کیا چرخ طلب کیا گیا، اس روز ہوا زور سے چل رہی تھی، ہوا کا جھونکا آیا چراغ گل ہو گیا۔ حضرت مخدوم صاحب نے اپنی انگلی پر کچھ پڑھ کر دم کیا، مثل شمع کے روشن ہو گئی اور فرمایا کہ اب بھی چراغ بجھ جائے گا۔

حضرت شیخ صاحب نے آپ کی اس حرکت اور غصے پر بہت کچھ غور فرما کر کہا کہ ابھی روشنی کم ہے صابر صاحب نے جھلا کر پھر انگلی پر دم کیا تو وہ مثل مشعل کے روشن ہو گئی شیخ صاحب نے تب تو خیال فرمایا کہ جب ان کے غصہ اور تنگ مزاجی کا یہ حال ہے تو یہ دہلی کی قطبیت کیا کریں گے، دو چار دن میں جلا کر خاک کر دیں گے، اور دہلی بلا وجہ تباہ و برباد ہو جائے گی، اور صابر صاحب سے فرمایا کہ بھائی تم تو بہت جو شلی طبیعت کے آدمی ہو اور دہلی والے تمہارے غصہ اور جلال کی تاب نہ لاسکیں گے تم زرا سی ہی بات پر اسکو جلا کر خاک سیاہ کر دو گے، اس لئے میں نہیں مناسب سمجھتا کہ تمہیں دہلی میں رکھا جائے یہ نہ مار کر سند طبیعت کو چاک کر ڈالا حضرت صابر صاحب جو عین مظہر جلال تھے بسلا اس حرکت کی تاب کہاں لاسے تھے، غصہ میں آگ ہو گئے اور جلال میں آکر فرمایا "تو سند من چاک کر دی۔ من سلسلہ ترا بریدیم" یعنی تم نے میری سند چاک کر ڈالی میں نے بھی تمہارا سلسلہ قطبیت قطع کر دیا۔

یہاں یہ ہو رہا تھا اور ادھر بابا صاحب قدس اللہ سرہ اپنی مجلس میں ارشاد فرماتے تھے کہ آج دین کے دو بڑے پہلوانوں میں لڑائی ہو رہی ہے خدا خیر کرے۔

"اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد حضرت مخدوم پاک حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہانسی کا واقعہ گوش گزار فرمایا، حضرت بابا صاحب نے سماعت فرما کر ارشاد فرمایا "پارہ کردہ جمال رافرید نتوان دوخت"

پارہ کردہ جمال رافرید نتوان دوخت
ولیکن ترا بازیں کاغذے نوشتہ می دم
جمال کے چاک کئے ہوئے کو میں نہیں
سی سکتا، غم نہ کرو میں سے بہتر تمہیں حکم

خارج جمع وار دو تنگ دل مشو۔ نامہ لکھ کر دوں گا۔

(اقتباس الانوار)

حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ جب جمال نے تمہارا قطبیت نامہ چاک کیا تو تم نے اپنی زبان سے کچھ کہا تو نہیں؛ مخدوم صاحبؒ نے عرض کیا میں نے طیش میں آکر یہ کہہ دیا تھا کہ تم نے میرے فرمان قطبیت کو چاک کیا، میں نے تمہارا سلسلہ چاک کر دیا، حضرت بابا صاحبؒ نے پوچھا اول سے یا آخر سے؛ مخدوم صاحبؒ نے جواب دیا "اول سے" حضرت بابا صاحبؒ نے فرمایا دین کے پہلوؤں کا تیر خطا نہیں کرتا۔ خیر ہونی کہ تم نے اول سے کہا آخر سلامت رہا، تمہارے سلسلہ میں ایک قطب پیدا ہوگا، وہ (تمہارا مرید) دعا کرے گا اس کی دعا کی برکت سے قطب ہانسوی کا سلسلہ باقی رہے گا۔ کتب سیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ جمال الدین قطب ہانسوی کے بڑے فرزند عشق الہی میں دیوانہ ہو کر باپ ہی کے سامنے خلد برس کو روانہ ہو گئے تھے حضرت قطب صاحبؒ کے وصال کے بعد ان کے چھوٹے صاحبزادے حضرت برہان الدین نے حضرت بابا صاحبؒ سے تعلیم و تربیت اور دولت ظاہری و باطنی حاصل کی لیکن دولت پدری اور رتبہ خلافت و اجازت بیعت سے محروم ہے، مگر حضرت نور الدین چھوٹے صاحبزادے حضرت جمال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کے مرید ہو کر درجہ کمال کو پہنچے۔

محولہ بالا سے یہ معلوم ہوا کہ جب حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کا مرحمت کردہ خلافت نامہ حضرت ہانسوی علیہ الرحمۃ نے درشق کیا تو حضرت مخدوم صابر صاحب علیہ الرحمۃ ہانسی سے واپس اجمودھن (پاک پتن شریف) تشریف لاکر حالات آفاقی کجمنشی تو حضرت بابا صاحبؒ نے آپ کو دوبارہ خلافت نامہ لکھ مرحمت فرمایا اور سرزمین کلیر کو بخش کر وہیں جانے کا حکم صادر فرمایا۔

مطبوعہ دہلی۔

لے شیرسن (پستی نظامی) مخدوم صابر کلیری، ص

۴۔ کلیر میں قیام اور سلسلہ شدہ ہدایت

قصبہ کلیر شریف جو قبل از اسلام آباد تھا جس کی تمام تر آبادی غیر مسلم دیوتا پرستوں کی آبادی تھی جس کا ذکر صاحب تذکرہ علی احمد صابر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

کلیر کے تاریخی حالات | یہ شہر ہردوار کے ملحقہ میں ہے ۲۸۳ء میں راجہ کرم پال نے اسے آباد کیا تھا اور اس کا نام ”ہردوار گڈھی بگ“ رکھا۔ یہ قصبہ دریائے گنگا کے کنارے کنارے کو سوں تک آباد ہونا چلا گیا، کچھ دن گزرنے پر ایک بڑا عظیم الشان بتخانہ یہاں تعمیر کیا گیا، اور اس کو بہت کچھ فروغ دیا گیا۔ سینکڑوں بت سونے اور چاندی کے نصب کئے گئے تھے، راجہ کرم پال کے مرنے پر راجہ جرم پال تخت نشین ہوا۔ اُس نے اُس بت خانے کو اور زیادہ رونق دی، اور ایک مہنت کہ جس کا نام گوکل چند تھا اس میں مقرر کر کے کل انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ کئی سو برس تک مختلف راجہ سلطنت کرتے رہے آخر میں کلیان ہال راجہ ہوا۔ اور اس نے اس قصبہ کا نام اپنے نام کی نسبت سے کلیر رکھا۔

ہندوستان سے خنہ جاتری ہردوار کی زیارت کے لئے جاتے ہیں کلیر ہوتے ہوئے جاتے ہیں، گویا یہ دروازہ کلیر ہے، یہ بھی بجائے خود کفر کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ۳۳ کروڑ دیوتا جو مشہور ہیں ان سب کی مورتیاں یہاں رکھی گئی تھیں، اور ان پر حیوانوں کے علاوہ انسان بھی قربان کئے جاتے تھے۔ مہنتوں میں عیاشیوں اور عیش پرستیوں کا عام رواج تھا، اپنے دیوتاؤں کو عیاشیوں کی تمثیل میں پیش کر کے عیاشی کو بجائے گناہ کے کارثواب ظاہر کیا جاتا تھا۔ سری کرشن جی کو بدنام کیا جاتا تھا کہ بھگوان خود ہی گوپیوں میں ہر وقت مست رہا کرتے تھے، ان کی تقلید کرنا عین عبادت ہے، ”تاریخی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ شراب نوشی اور قمار بازی ہر وقت کا مشغلہ تھا، دختر کشی

ستی سو ممبر کے ذریعہ شادی بہت پاک و مبارک رسمیں سمجھی جاتی تھیں۔ عورت کی کوئی وقعت نہ تھی۔ محض خدا کی طرف سے ایک آلہ عیش سمجھی جاتی تھی۔ حین مہاتماؤں کے پاس وہ حصول برکات کیلئے جاتی تھیں۔ مہاتما ان کو خدا کی بھیجی ہوئی نعمت سمجھ کر مجلس نشاط گرم کیا کرتے تھے۔ بیچ اقوام کی تو اس قدر مٹی پلید تھی کہ پڑھنا تو درکنار وہ سنسکرت کے الفاظ کو سننے کے بھی مجاز نہ تھے۔ اگر اتفاق سے کسی شور کے کان میں دیوبانی پڑ گئی تو اس کے کانوں میں گرم کر کے تیل ڈالا جاتا تھا۔ غرضیکہ ان تمام جہالتوں اور حماقتوں کا نام مذہب تھا۔ اور یہی تمام مذموم افعال عبادت سمجھے جاتے تھے۔ مسلمانوں کو طیچھ نہیں سمجھنا، آفتاب! ماہتاب! ستاروں، درختوں، پہاڑوں یا جانوروں کی پرستش کرنا، سیکنٹھ کا ذریعہ سمجھے جاتے تھے۔ ناچنا گانا بھی عبادت کا ایک جزو خاص تھا، کیونکہ اس کے بغیر کوئی دیوتا راضی ہی نہ ہوتا تھا۔" لہ

قبل از اسلام کلیہ شریف واقعی کفر و ضلالت کی آماجگاہ تھا۔ جہاں پر انسانی قدر و قیمت نہ تھی عیاشی اور شراب کو باعث فخر تصور کیا جاتا تھا، برسوں سے ضمیر مردہ ہو چکا تھا، فکری زاویے بالکل مفقود تھے انسانیت سسک سسک کر پڑمردہ ہو چکی تھی۔ جہاں کسی کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ مہاراجے اور پنڈت ہو چاہتے کہ گزرتے، عوام کی بہو، بیٹیاں ان کے نزدیک اپنے ملکیتی ریوڑ کی سی حیثیت رکھتی تھیں۔ طوائف اہلو کی بے ہنگم آوازوں کا دور دورہ تھا، پر آشوب ماحول میں کسی مظلوم کی آہ و فضا میں تحلیل ہو جاتی مگر ان کی دل جوئی کرنا ان کے نزدیک گناہ عظیم تھا۔ مگر بزرگان کے خلوص و محبت اور محنت شاقہ کی بدولت کلیہ شریف دین فطرت کا مرکز بن گیا۔

عوام پر پریسوں اور میروں کا کافی زور تھا۔ ساہوکاروں کا بازار گرم تھا۔ نسلی برتری اور کم تری کا امتیاز تھا۔ قوم پرستی بڑھی ہوئی تھی۔ خود غرضی، تکبر، غرور اور فسق و فجور کا عام رواج تھا، مطلب پرستی اور عہد شکنی ہر خاص و عام میں پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس آبادی میں بارہا انقلاب آئے جو اس کے زوال کا باعث ہوئے اور بعد کو یہ مقام ہندوستان اور پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے گوشے

لہ مرزا سخاوت، تذکرہ علی احمد صابر، مطبوعہ کراچی۔

گوشے میں ایک زیارت گاہ کی حیثیت اختیار کر گیا اور دنیا کا ہر حصہ جتنی کہ دور دراز خطہ افریقہ کے لوگ بھی یہاں کے معتقدین ہو گئے اور یہاں زیارت کیلئے آنے لگے، یہ سب صدقہ اور طفیل اس ذات بابرکات عارف کامل، صاحب ارشاد جامعہ سیادت و شرافت و نجابت و اہل شریعت و طریقت و معرفت شوق ذوق و وجد و سماح و خوارق رحمت حضرت مخدوم پاک سید علاؤ الدین علی احمد صابر قدس سرہ العزیز کا ہے جو اس سرزمین پر صاحب ولایت ہو کر حسب فرمان اپنے مرشد یہاں تشریف لاتے ہیں

شمعِ حق سے جو متور ہو یہ وہ محفل نہ بھتی

بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمین قابل نہ تھی

اقبال لے

تاریخ شاہد ہے کہ بزرگانِ چشت کے قدم مسیمنت کی بدولت ارضِ پاک و ہند رحمت و سعادت کا مرکز بن گیا، کفر و ضلالت کا دور بالکل ختم ہو گیا، صنم خانے ویران ہو گئے، مساجد و خانقاہیں تعمیر ہوئیں جس میں توحید و رسالت کے نعرے بلند ہوئے وہ لوگ جو صدیوں سے جبر و استبداد سے شاکی تھے ان کو اسلام قبول کرنے کے بعد سکونِ قلب میسر آیا۔ بے چینی اور اضطرابی کی کیفیت بالکل ختم ہو گئی، عصمت و عفت محفوظ ہو گئی، مہاراجوں اور پٹیلوں کی چیرہ دستیوں جاتی رہیں۔ سرزمینِ کلیر بھی انہی بزرگوں کے طفیل مسلمانوں سے معمور ہو گئی، ان کے اورد گرد غیر مسلم ہندو آبادیوں پر بھی روحانی اثرات مترسم ہوئے کہ وہ بھی مشرف باسلام ہو گئے، کلیر میں جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی تو مساجد تعمیر ہو گئیں، مسلمانوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اسی سرزمین پر ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی جس کا ذکر سخاوت مرزا ان الفاظ میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کلیر کی جامع مسجد | وسط کلیر میں ایک بہت بڑی مسجد جو جامع مسجد کے نام سے موسوم تھی تعمیر تھی جس کی بلندی زمین سے فرش نماز تک گیارہ درجہ

تھی، اور وہاں تک پہنچنے کیلئے اکہتر سیرٹھیاں بنی ہوئی تھیں، ان سیرٹھیوں پر ایک بہت بڑا دروازہ تھا، اور دروازے پر ایک بہت بلند نشان زرین کھڑا کیا گیا تھا، مسجد کے فرش میں سنگِ یشب کے

لے حاکم علی پیرزادہ، تذکرہ جلیل، ص ۶۲، مطبوعہ دہلی،

مصلے بنائے گئے تھے، اور مصلوں کے درمیان میں سنگ مقصود تک خطوط بنائے گئے تھے۔ صحن مسجد کا فرش طولاً دو سو گز تو گرہ اور عرضاً سو گز تیرہ گرہ کا تھا۔ اور دالان مسجد کی لمبائی چھیا نوے گز ۱۳ گرہ، اور چوڑائی پچاسی گز تھی۔ منبر سوا گز کی چوڑائی میں تین گز بلند سنگ لیشب یا قوت نگار، طلائی مرصع مینا کا تھا۔ دالان مسجد میں محراب دار تیرہ دروازے تھے۔ چھت پر تین بہت بڑے گنبد تھے، جن کے کلس نقرنی و طلائی مینا کا تھے اور چھت پر ہر چہار طرف چھوٹے بڑے ایک سو پانچ کنگوے تھے، جن کے کلس بھی نقرنی و طلائی مینا کا تھے، در دیوار و سقف مسجد میں رنگین قیمتی پتھروں کی منبت کاری تھی۔ ایک حوض ۷ گز لمبا اور ۴ گز چوڑا وسط صحن میں بنا ہوا تھا۔ تین غسل خانے فرش مسجد کے پہلو میں بنے ہوئے تھے اور سو ظروف غسل و وضو کیلئے زرین سرخ و سفید اور عمدہ قسم کے پتھروں کے بنے ہوئے رکھے تھے۔ لہ

واقعی کلیر شریف میں جو شاندار مسجد تعمیر کی گئی جس کا حدوداً رجبہ بہت زیادہ وسیع تھا جس میں مسلمان بکثرت عبادات الہیہ کرتے اور اسی مسجد میں باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا جس میں مسلمان بچے دینی تعلیم حاصل کرتے جو بڑے ہو کر دین فطرت کے علمبردار ثابت ہوتے اور اس مسجد کے منتظم اعلیٰ قاضی تبرک تھے جس کے تفصیلی حالات مزید بیان کئے جائیں گے۔

حضرت مخدوم صاحب کی کلیر کو روانگی | حضرت بابا صاحب نے جب دیکھا کہ بحالات موجودہ مخدوم صاحب کا دہلی جانا دشوار ہے۔

تو حضرت بابا صاحب نے آپ کو شہر کلیر شریف کا شاہ ولایت مقرر فرما کر اپنے دست مبارک سے ایک حکم نامہ تحریر فرمایا، اس وقت حضرت مخدوم صاحب کی عمر ۵۵ سال تھی، کلیر میں اسلام پھیلے ۲۸ برس گزر چکے تھے۔ حضرت مخدوم صاحب کو حضرت بابا صاحب نے ۱۵ ذی الحجہ ۱۰۵۲ھ ۱۶۴۱ء میں ابدال کی محبت میں جانب کلیر روانہ فرمایا۔

حضرت کی کلیر میں آمد | کلیر میں آپ کی تشریف آوری کے بارے میں صاحب سیر الاقطاب

لہ مرزا سخاوت، تذکرہ علی احمد صابر ص ۲۶ - مطبوعہ کراچی،

بیان کرتے ہیں کہ آپ پاک تین شریف سے جلنے کے بعد ایک دن میں ۱۴ ذی الحجہ ۱۰۰۰ کو کلیر میں پہنچ گئے۔ اور وہاں ایک مکان میں سکونت اختیار کی جو مسماں گل زاوی کا تھا گل زاوی کے اہل خانہ آپ کو بلانے والوں میں سے تھے۔ جہاں آپ نے قیام کیا وہاں جمال تیلی اور مسماں نعمت کا بھی مکان تھے۔ اور آپ کی رہائش کے شمالی جانب قاضی تبرک کا مکان بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے مکان کے ایک گوشہ میں سکونت اختیار کر لی اور حسب معمول عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اگلے روز عصر کی نماز کیلئے مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کے نمازیوں سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد آپ کے زہد و تقویٰ عبادت و ریاضت کی شہرت تمام آبادی کلیر میں پھیلنے لگی اور لوگ آپ کو دیکھنے کیلئے آنے جانے لگے۔ لیکن آپ کے رعب کی وجہ سے آپ کے نزدیک کوئی نہ آتا۔ بلکہ دور ہی سے نیاز حاصل کر کے واپس ہو جاتے تھے۔

جامع مسجد میں وعظ | آٹھ کار ایک دن حضرت مخدوم پاک عصر کے وقت جامع مسجد کلیر میں تشریف لے گئے۔ حضرت عظیم اللہ ابدال بہاؤ الدین اور غنیم

گر بعد اپنے بیٹوں کے آپ کے ساتھ مسجد میں گئے۔ عصر کی نماز سے فاسخ ہو کر حضرت صابر صاحب حاضرین مجلس کو ہدایت کرنے لگے۔ اس وقت مسجد میں تقریباً دو ہزار افراد موجود تھے آپ نے لوگوں کو بتایا کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک اُس کے سب بندے برابر ہیں۔ خدا کی نگاہ میں اس کا خاص بندہ وہی ہے جو صدق دل سے اس کی عبادت و اطاعت کرے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا پابند ہو اور اس کے بعد شیخ بہاؤ الدین اور جمال غنیمت گریغ فرزند ان ہر اہم بیان حضرت مخدوم نے بہ آواز بلند حاضرین مسجد سے کہا کہ اے لوگو! یہ حضرت اقطاب ہند ہیں۔ اور کلیر کی ولایت انہیں عطا کی گئی ہے۔ لہذا آپ سب لوگوں کو چاہیے کہ حضرت علی مرتبہ کے دست حق پرست کے مقاصد دینی و دنیوی حاصل کرو۔ یہ حضرت بابا فرید گنج شکر کی طرف سے مامور ہو کر یہاں تشریف لاتے ہیں۔ اور اللہ کی طرف سے انہیں بلند رتبہ عطا کیا گیا ہے اس لئے ان کے وعظ و نصیحت فائدہ اٹھاؤ۔ لوگوں نے خاموشی سے آپ کی اور آپ کے ہمراہیوں کی باتیں

من لیں لیکن کسی ایک نے بھی بیعت کیلئے ہاتھ نہ بڑھایا۔

دوسرے دن فجر کی نماز کے وقت دوبارہ حضرت مخدوم علاؤ اللہ بن
 علی احمد صابر صاحب جامع مسجد شہر کلیر میں تشریف لے جا کر

دوسرے دن کی مجلس وعظ

حاضرین مسجد کو وعظ ہدایت فرمایا اور طریقت کی تعلیم فرمائی۔ اس وقت قریباً پانچ ہزار افراد مسجد میں
 حاضر تھے۔ سب حاضرین نے انکار محض کیا۔ اور جواب میں کہا کہ ہمارا پیر کلام مجید ہے اور امام ہمارا قاضی تبرک

کوئی بن ہو تک بن صعوطی بن قامر بن ہافض بن ہارون بن سریا بن عماد بن جہاں مقرر اور مامور ہے
 خلاف رائے اس کے ہم کس دلیل سے تم کو امام اور اپنا پیر گردانیں اور دستور قدیم میں رخنہ ڈالیں۔ حضرت

یادشاہ دو جہاں نے جواب میں ان کے ارشاد فرمایا کہ فقیر اپنے حضرت پیر و مرشد سے خلافت نامہ تم لوگوں
 پر امام ہونے کا بخطاب سلطان الاولیاء کے حاصل رکھتا ہے اس دلیل سے ہدایت طریقت کرتا ہے۔

اس اعلان کی شہرت تمام آبادی میں ہو گئی۔ چونکہ اس آبادی کے لوگ عام طور پر تعلیم و تربیت سے

ناواقف تھے اور کچھ ان میں مطلب پرست اور کچھ دین فروش قسم کے لوگ تھے۔ لہذا کچھ لوگوں پر اس اعلان کی ایسی

چوٹ پڑی کہ وہ آپ کی مخالفت پر کمربتہ کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ تیسوں نے سمجھا کہ اس کے تاثرات سے

غریبوں کو اپنا غلام بنانے رکھنا ممکن نہیں۔ ان کو اپنی ریاست کیلئے خطرہ دکھائی دینے لگا۔ ساہوکاروں نے

بھانپ لیا کہ ہماری ساہوکاری نہیں چلے گی۔ نسل پرستوں کو معلوم ہو گیا کہ انہوں نے جو اپنی نسلی برتری کا

ڈھونک مچا رکھا ہے اس کا باقی رہنا مشکل ہے۔ اقتدار پسندوں کو آگاہی ہو گئی کہ ان کا اقتدار خطرے میں

آ گیا ہے، کیونکہ حضرت قدس سرہ کی تعلیم میں کم تری اور برتری کا کوئی امتیاز نہیں تھا۔ ان کی نظر میں سب

برابر تھے۔ قوم پرستوں کو معلوم ہو گیا کہ اب قومیت کی برتری کا سکہ نہیں چل سکتا جو لوگ اپنے باپ دادا

کے رسم و رواج کے دلدادہ اور کلیر کے فقیر تھے وہ سمجھ گئے کہ اب ہماری خیر نہیں۔ غرض یہ ہے کہ حضرت صاحب

قدس سرہ بزرگان دین سلف کی طرح مخلوق خدا کو بلا لحاظ مذہب و ملت راہ حق دکھانے اور سماجی

اصلاح کرنے، زیر دستوں کو زیر دستوں کے پنجوں سے نجات دلانے اور اخوت و مساوات کا پیغام

پہنچانے میں مصروف ہو گئے۔

مندرجہ بالا حالات کے باوجود سب سے پہلے مسماۃ گل زادی آپ کی مرید ہونے کے بعد اُس کا لڑکا اور شوہر بھی حضرت کے مرید ہو گئے اور پھر دوسرے لوگ بھی آنے لگے، آپ کی تعلیم محبت آمیز تھی اور مذہبی تعصب سے مبرا تھی کہ غیر اقوام کے لوگ بھی آپ کی عظمت و کمال کی تعریف کرنے لگے اور آپ کے وقار کا شہرہ کلیر کی گلی گلی اور گھر گھر میں ہو گیا۔

آپ کی علمی اور روحانی وجاہت کے علاوہ خداداد جلالیت بھی نمایاں تھی۔

قاضی تبرک کی مخالفت حضرت صابر کی رشد و ہدایت اور وقار، قاضی تبرک کو ناگوار معلوم ہوئے، اُس نے کھلم کھلا آپ کی مخالفت شروع کر دی

جو لوگ آپ کے مرید ہو گئے تھے اُن کو بہکانا شروع کر دیا اور جو لوگ بیعت کیلئے آتے تھے، اُن کو روکنا اور طرح طرح سے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں بہت سے لوگ آپ تک نہ پہنچ سکے اور بعض لوگوں نے آپ کی قسرت بھی چھوڑ دی۔ ثابت قدم رہنے والے مریدوں میں صرف شیخ بہاء الدین شیخ جمال الدین، مسماۃ گل زادی، اُس کا لڑکا اور اس گل زادی کا خاوند تھا۔

قاضی تبرک کی مخالفت اور ظلم و ستم کی کچھ انتہا ہی نہ رہی یہاں تک کہ اُس نے قیام الدین رئیس کلیر کو بھی آپ کی طرف سے بظن کر دیا اور شکایت کی کہ کلیر میں ایک ایسا شخص وارد ہوا ہے جو خود کو امام کہلاتا چاہتا ہے اور اپنی بزرگی اور برتری کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے آپ کو کسی مرشد کا بھیجا ہوا صاحبِ ولایت علاقہ کلیر کہتا ہے۔ وہ مسجد میں بھی اسی قسم کے وعظ اور تلقین کرتا ہے جس سے نمازیوں کی نمازوں میں فتور پڑتا ہے۔ اگر فوراً اس کا تدارک نہ کیا گیا تو ممکن ہے کہ وہ کسی دن ہمارے مراتب اور اقتدار کیلئے نقصان رساں ثابت ہو۔ بہت جلد اُس کے اثر و رسوخ کو زائل کرنا چاہیے۔ رئیس کلیر نے جب قاضی تبرک کی یہ باتیں سنیں تو اس پر بھی بہت اثر ہوا اور اسے اپنی ریاست میں اپنا اقتدار ختم ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔

گم شدہ بکری کا واقعہ قاضی تبرک کی باتیں سن کر آخر قیام الدین ذموان رئیس کلیر جمعہ کے دن مسجد میں آیا حضرت مخدوم صاحب اسکے آنے سے

قبل ہی تشریف لاجچکے تھے۔ اُس نے دریافت کیا کہ قاضی صاحب وہ کون شخص ہے جو امامت کا
 خواستگار ہے۔ قاضی تبرک نے حضرت صابرؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ صاحب ہیں، ذمہ دار
 نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر آپ امامت اور خلافت کے مدعی ہیں اور اپنے کو قطب زمانہ کہتے ہیں تو میری
 سفیدنگ کی تہابیت خوبصورت اور قد اور بکری عرصہ تین ماہ سے گم ہے بتلایئے وہ کہاں ہے، اگر آپ
 بتلا دیں گے تو ہم کو یقین ہو جائے گا کہ آپ آفتاب ہند میں سے ہیں اور آپ کو اپنا امام مان لیں گے
 اور بیعت کر لیں گے۔ حضرت مخدوم نے ایک ذرا سی توجہ عالم ارواح کی جانب فرمائی اور ہاتھ اٹھا کر
 فرمایا کہ اے بکری کے کھانے والو لوگو نکل آؤ۔ ایک آن کی آن میں تائیس آدمی پریشانی کے عالم میں
 جامع مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرت صابر صاحب نے فرمایا کہ رئیس شہر کی بکری تم لوگوں نے پکڑ کر کھانی ہے
 اس کا مفصل حال بیان کرو۔ ان لوگوں نے رئیس کے خوف کی وجہ سے صاف انکار کیا کہ ہم پر ہنسا
 ہے ہم قطعی نہیں جانتے۔ حضرت نے فرمایا کہ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ خود ہی اپنا اپنا حال بیان کرو،
 ورنہ ابھی ذرا سی دیر میں پردہ فاش ہو جائے گا۔ اور اس وقت تم لوگوں کو بہت شرمندہ ہونا پڑے گا،
 مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے رہے۔ تب حضرت نے رئیس شہر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اپنی بکری کا
 نام لیکر پکارو۔ تب اُس نے ”حرمندہ“ (کہ اس بکری کا نام تھا) کہہ کر بکری کو آواز دی تو ہر شخص کے
 شکم سے جدا جدا آوازیں کہیں ان لوگوں کے پیٹ میں ہوں، ان لوگوں کو آدھی رات کو چاہے صدق
 کے کناکے پر فوج کر کے میرا گوشت بھون کر کھایا تھا اور بڈیاں، کھال میں رکھ کر اور ایک پتھر اس میں
 رکھ کر کنویں میں چھوڑ دیا تھا۔ یہ کتوال صدق کے کوچہ میں تھا اور اس کو رئیس نے بہت گہرائی میں
 کھدوایا تھا۔ اور جس پر کتاب ہوتا تھا وہ اس کنویں میں چھوڑ دیا جاتا تھا، اب رئیس کو بالکل یقین
 ہو گیا اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ واقعی اقطاب میں سے ہیں۔ اور چاہتا تھا کہ آپ کے
 ہاتھ پر بیعت کرے۔ کہ مکار قاضی نے سوچا کہ یہ تو معاملہ بلیا چاہتا ہے اور میری بزرگی اور وقعت
 سب خاک میں ملا چاہتی ہے۔ تو چپکے سے اُس نے رئیس کے کان میں کہا کہ ”اس کے دھوکے
 میں نہ آئیے گا یہ بہت بڑا جادوگر معلوم ہوتا ہے“ رئیس اُس کے ورغلانے میں آگیا اور کہا کہ

”تمہارا یہ معاملہ جادو کا معلوم ہوتا ہے“ تم قطب نہیں ہو حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ نے مسکرا کر فرمایا کہ ”الحمد للہ آج یہ سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس عاجز سے ادا ہوئی کہ جادو گر خیال کیا گیا“ لے

قاضی تبرک چونکہ پیدائشی مغرور اور حاسد تھا۔ علم حاصل کرنے کے باوجود بھی اسی طرح مغرور اور مقبولان حق سے کینہ اور عداوت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمۃ سے بغض و حسد کیا اور باز نہ آیا، ہر مرحلے پر اس نے آپ کے خلاف معاندانہ رویہ رکھنے کی انتہا کر دی مگر دوسری سمت حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ صبر و تحمل کا مظاہرہ فرماتے رہے مگر قاضی تبرک آپ کے ضبط و تحمل کو کمزوری پر محمول کرتا رہا حالانکہ وہ غلط فہمی کا شکار تھا۔

بابا صاحب کی حالات کلیہ سے آگاہی | قاضی تبرک کی مخالفت روز بروز شدت اختیار کرتی گئی اور رئیس کلیر کو چاہیے تو یہ تھا کہ قاضی

تبرک کو ظلم و ستم سے باز کرنا لیکن اس نے اسکی مدد کرنا شروع کر دی۔ چنانچہ حضرت مخدوم صابر صاحب نے حضرت بابا صاحب کو کلیر کے حالات سے آگاہ کرنے کیلئے آپ کے نام ایک خط لکھا۔ سیر الاقطاب میں یوں لکھا ہے۔

آنحضرت نے بندہ کو جس مقام پر مقرر فرمایا ہے وہاں نماز جمعہ کیلئے جگہ نہیں پاتا، اور کوئی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور حضرت پیر و سنگیر کی اجازت کے بغیر تاب دم زون نہیں، اس باب میں جو حکم فرمایا جائے اس پر عمل کروں حضرت قطب الکاملین نے جواب دیا کہ وہ ولایت تم سے متعلق ہے

آنحضرت بندہ را ملکی معین فرمودہ اند کہ برائے نماز جمعہ ہم جانے نمی یابد و کسے نمی داند کہ کسے، و بے اجازت حضرت پیر و سنگیر دم زون نتوانم ازیں باب ہر چہ فرمان شود بر آن عمل نہایم، حضرت قطب الکاملین جواب آن صادر فرمود کہ آن ولایت بہ تعلق شماست طوریکہ ذوق خاطر شما

لے محمد حسن رامپوری، حقیقت گلزار صابری، ص ۱۸۰، مطبوعہ قصور،

باشد نمایند و ہر چہ دانت بکنند اخصیاً
شما است۔

جس طرح تمہارا دل چاہے کرو، اور جو
مناسب ہو کرو تمہیں اختیار ہے۔

حضرت بابا صاحب کا جواب موصول ہونے پر حضرت
مخدوم صاحب پھر جامع مسجد میں تشریف لے
گئے، اس مرتبہ بھی اہالیانِ کلیہ نے آپ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو پہلے کر چکے تھے، اقتباس
الانوار میں ہے۔

جس وقت جماعت کھڑی ہوئی لوگوں
نے نہایت سختی سے کہا کہ تم یہاں سے
اٹھ کر کسی دوسری جگہ بیٹھ جاؤ حضرت
مخدوم صاحب کے ساتھیوں نے فقیرانہ تواضع
سے اظہارِ معذرت کرتے ہوئے کہا کہ جگہ
خالی ہم آکر بیٹھ گئے ہمیں امید ہے کہ
آپ ہمراہ اعذر قبول فرمائیں گے، یہ بات
سن کر نمازی اور کھلی سر پر چڑھ گئے کہنے
لگے کہ یہ جگہ ہمارے باپ دادا کی ہے ہم
تمہیں اس جگہ نہیں بیٹھنے دینگے، عرض
کیا کہ بڑھ گئی مسجد میں شور غوغا سن کر
حضرت مخدوم صاحب نے مراقبہ سے سر اٹھا
کر فرمایا کیا تمہارے باپ دادا کے مقابلہ
میں اس مقام کا صاحبِ ولایت اس جگہ
بیٹھنے کا اہل نہیں ہے اس بات پر سب

بعد از انکہ جماعت برائے نماز رسید بشت
پیش آمدہ گفتند کہ ازین جابر فریدو جائے
دیگر بنشینید، اصحاب شیخ علی صابر تواضع
عذرگی کردند کہ جائے خالی بود آمدہ نشستم
از مکارم اخلاق خود معذور باید داشت،
انہما زیادہ شرفی آغاز کردند کہ اس جائے
نشستن آباؤ اجداد است، شمارا این جا
ہرگز نمی گذاریم چون سخن بسیار بلند شد شیخ
علی صابر سر از مراقبہ بر آوردہ فرمود کہ صاحب
ولایت اس دیار برائے نشستن چنیس جائے
از شما سر اور تراست، آن بے عاقبت
اندیش بی یک بار غلو کردہ گفتند از کجا معلوم
شود کہ شما صاحب ولایت ہستند برہان
می باید اور اغیرت مظہر جلال در کار شد
و جائے عجیب رو تما گشت پس از مسجد برآمد

وگفت کہ برہانشن اس ست و
شماریں ساعت ہمہ مبسیرید،
لوگوں نے ہجوم اور شور و غل کرتے ہوئے کہا تمہارے
پاس شاہِ ولایت ہونے کی کیا دلیل ہے؟ یہ
سننے ہی حضرت مخدوم صاحب جلال سے
بے قابو ہو کر مسجد باہر آگئے اور فرمایا کہ میری
ولایت کی دلیل ہے۔

آپ مسجد سے باہر آ کر کھڑے ہو گئے، اہل مسجد کو ہدایت فرمانے لگے، مگر وہ کب ماننے والے
تھے نماز کھڑی ہو گئی، لوگ سجدے میں گئے تو اپنے مسجد سے فرمایا تو بھی تو سجدہ کر، یہ کہتے ہی مسجد فوراً
گر پڑی اور تمام قراقرم اور خوارج دب کر مر گئے۔

قاضی تبرک نے بابا صاحب کا خط چاک کر دیا | حضرت مخدوم صاحب نے اپنا خط
علیم اللہ ابدال کو دے کر حضرت بابا

صاحب کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت علیم اللہ ابدال حضرت کا سر لپیٹنے کے لیے کمرے سے مندرج بہ منزل
پاک پٹن آئے اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مخدوم صاحب کا خط دیا۔ حضرت بابا
صاحب نے آپ کا خط پڑھا اور جواب میں ایک جامع فتویٰ لکھا جو قاضی تبرک کے نام تھا اور وہ فتویٰ
علیم اللہ ابدال کو دیا اور فرمایا کہ یہ سر لپیٹہ حضرت مخدوم کی خدمت میں لے جاؤ چنانچہ حضرت علیم اللہ
ابدال وہ سر لپیٹہ لے کر واپس حضرت کی خدمت آگئے اور حضرت کو وہ فتویٰ دکھانے کے بعد حضرت بابا
صاحب کے حکم کے مطابق وہ فتویٰ قاضی تبرک کو دیا۔ اس کتبخت نے اس گرامی نامہ کو چاک کر ڈالا۔
اور اس کی پشت پر یہ تحریر کیا کہ ”پیر ہمارا کلام مجید ہے، اور امامت قدیم سے ہمارے ہمتوں میں چلی
آتی ہے، ہم کو بیعت کی حاجت نہیں ہے، ہم آپ کے کہنے کے مطابق کیونکر یقین کریں کہ آپ پر
خدا اور رسول کا حکم ہمارے لئے صادر ہوا ہے، اگر خدا اور رسول ہم کو حکم دے تو ہم آپ کے خلیفہ کو امام و
سربراہ بنا لیں ورنہ یہ کافی نہیں ہے“

۱۰ شہر حسین نظامی، مخدوم صابر کلیری، ص ۴۲، بحوالہ سیر الاقطاب،

یہ لکھ کر اور صفت بن قہوان نامی ایک شخص کے ذریعے سے حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں واپس کر دیا۔

حضرت صابر کی تنبیہ | حضرت مخدوم صاحب نے اپنے مرشد کی تحریر ہدایت نامہ کی تعظیم کھڑے ہو کر کی لیکن اسکو چاک کیا دیکھ کر آپ غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ "اے

لوگو تم کو اُس کے چاک کرنے سے کیا حاصل ہوا اگر تم یونہی واپس کر دیتے تو پتہ ہارا کیا نقصان تھا۔ اور جلال میں آکر فرمایا کہ اے گستاخو جاؤ تم نے ہمارے بزرگ کے خط کو چاک کیا ہے ہم تم سب کے ناموں کو لوح محفوظ سے چاک کئے دیتے ہیں۔ آج کی بات یاد رکھو کہ تم لوگ مع کلیر کی زمین کے جلد سے جلد سوخت ہو جاؤ گے اور ایسے جلو گے کہ قیامت تک تم سب جلتے رہو گے۔

قاضی تبرک کو حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ کو بعض وحسد باز رہنے کی از حد تعلقین کی مگر وہ ضدی تھا اسی ضد کی بنا پر گستاخی کرنے پر اتر آیا جس کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

حضرت بابا صاحب اور رئیس کلیر کے بذریعہ خط مذاکرات | اسی دن اپنے وہ چاک کیا ہوا مکتوب

اور اپنی عرضی حضرت بابا صاحب کی خدمت میں بغرض اطلاع حالات روانہ فرمائی جس وقت نامہ مبارک آپ کے ملاحظہ سے گزرا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھہرو جواب دیا جائے گا اس کے بعد اپنے استغراق فرمایا اور تیرہ یوم تک حجرے سے باہر نہ تشریف لائے۔ پچودھویں دن فجر کے وقت برآمد ہو کر ایک فرمان فرماں رئیس کلیر کے نام بدیں مضمون تحریر کیا "خدا نے بزرگ و برتر نے تجھے کلیر کی ریاست عطا فرمائی ہے، اور مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کو بادشاہی دو جہان کی عطا فرمائی ہے، تجھ کو لازم ہے کہ تو فوراً ان کی اطاعت کر، تو ان کے مرتبہ سے ناواقف ہے، کیا تو نہیں جانتا کہ ان کا باپ شاہ عبد الرحیم عبد السلام جیسا بزرگ اور دادا عبد الوہاب ولی اللہ اور جیڈا امجد جناب قطب ربانی غوث صمدانی شیخ حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کریم الطرفین حسنی و الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ بڑے شرم کی بات ہے کہ تم قرآن کو اپنا پیر بتلاتے ہو اور آل رسول کو نہیں مانتے ہو۔"

ان کی موجودگی میں غیروں کو امام بتاتے ہو، آل محمد پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہو، خدا کے رسول کا حکم ہے،

اَكْرَمُوا اَوْلَادِي صَالِحُونَ لِلّٰهِ وَالطَّالِحُونَ لِيْ ، اور کچھ نہیں

تو حضرت مخدوم صاحب کو اولاد علی و آل رسول سمجھ کر اس کی عزت کرور ورنہ یاد رکھو کہ اگر تم اس سے

انحراف کرو گے اور اس کی بیعت سے انکار کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے تم سب کے نام لوح محفوظ سے

چاک ہو چکے ہیں، مگر اب بھی اگر تم اپنی بہتری و سلامتی چاہتے ہو تو حضرت مخدوم صاحب کی اطاعت

اور خوش رکھو۔ میں ان کو لکھتا ہوں وہ تم سب پر مہربانی کریں گے۔ قرآن کریم جس کو تم اپنا پیر بتلاتے

ہو اس میں آنکھیں کھول کر دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ

وَاُوْلِيْ اْلَاْمْرِ مِنْكُمْ ، میری یہ تحریر قاضی صاحب کو بھی مخاطب کرتی ہے۔ اور ان کو

بھی میں تاکید کرتا ہوں، اگر اس کے خلاف کرو گے پھچھاؤ گے اور قیامت تک مفر نہ پاؤ گے۔ اس کے

بعد نامہ بت کیا۔ اور مہر لگا کر علیم اللہ ابدال کو واپس کر دیا۔ وہ خط علیم اللہ ابدال نے لاکر ذموان (رئیس کلیر)

کے حوالے کیا۔ قاضی تبرک بھی اس وقت مجلس میں موجود تھا۔ رئیس نے علیم اللہ ابدال سے خط لیکر دریافت

کیا کہ تم کب پاک پٹن سے روانہ ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج ہی ظہر کی نماز حضرت بابا صاحب کے

ساتھ پڑھی تھی اور عصر کی نماز یہاں آکر حضرت مخدوم صاحب کے ہمراہ پڑھی اور اب تمہارے پاس خط لے

کر آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ یہ تیز رفتاری انسانی قدرت کے خلاف ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے، علیم اللہ

ابدال نے جواب دیا کہ مجھ کو حضرت مخدوم صاحب کی خدمت کے طفیل میں یہ مرتبہ حاصل ہے اور یہ بہت

ادنیٰ سی بات ہے۔ اگر تم بھی حضرت مخدوم صاحب کی اطاعت کرو تو بہت ممکن ہے کہ اس سے کہیں

زیادہ مراتب عالیہ تم پر کشادہ ہو جائیں۔ قاضی تبرک کجخت نے کہا کہ آپ کا کدھ خیال ہے۔ یہ سب

باطل ہے، اگر آپ نے اطاعت کی تو آپ کی یہ ریاست وغیرہ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ تب رئیس نے کہا

کہ اگر خدا کو ہمیں کافر کرنا منظور ہے تو وہ کافر ہی کر دے گا۔ اور اگر ہم کو مسلمان رکھتا ہے تو ہم مسلمان ہی

میں گے۔ ہم کو لوح محفوظ سے ڈراتے ہو، اگر ہمارے سب کے نام لوح محفوظ سے سوخت ہو گئے۔ تو اب

تک ہم لوگ تباہ ہو گئے ہوتے۔ ہم کو ایسی دھمکیوں کی پروا نہیں ہے۔ قاضی نے کہا کہ اس تحریر کو چاک

کردو اور لکھ دو کہ ہمیں آپ کی اطاعت و امامت منظور نہیں ہے جیسا ہو گا ویسا دیکھا جائے گا چنانچہ
رئیس نے ایسا ہی کیا اور تحسیرِ علیم اللہ ابدال کے ہاتھ حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں واپس کر دی
حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت صدمہ ہوا اور شرب میں تہجد کی نماز کے بعد علیم اللہ کو پھر
حضرت بابا صاحب کی خدمت میں واپس کیا اور یہ عرصہ ارسال کیا کہ حضرت فقیر کو بہت صدمہ ہے،
اور ہر وقت آپ کا ہی خیال رہتا ہے۔ حضور انور کو تمام حال روشن ہے۔ جلد اس فکر و تردد سے رہا فرمائیے،
ورنہ فقیر کی پریشانی طوالت پکڑے گی اور حد علاج سے گزر جائے گی۔ آئندہ حضور کو اختیار ہے جو چاہے سو کرے
بندے کو خدا سے کیا چارہ ہے، وَتَعَزُّمُنْ تَشَاءُ وَقَدْ لَ مِنْ تَشَاءُ۔ فقط عرصہ دے کر
علیم اللہ ابدال سے تاکید فرمائی کہ جس قدر جلد امرکان ہو سکے جلد جواب لے کر آجانا۔ توقف نہ کرنا۔

علیم اللہ ابدال حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پہنچے اور چاک کیا ہوا گرامی نامہ اور حضرت مخدوم
صاحب کا عرصہ خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ حضرت بابا صاحب نے تاسف کیا اور علیم اللہ کو حکم دیا کہ تم
جا کر رئیس و قاضی دونوں کے نسب نامے لے آؤ۔ چنانچہ علیم اللہ نے اگر حضرت مخدوم صاحب سے عرض کیا
نسب نامے قاضی و رئیس شہر کے حضرت بابا صاحب علیہ الرحمہ نے طلب فرمائے ہیں۔ حضرت نے شیخ
یہاؤ الدین کو بلا کر ان سے فرمایا کہ تم جا کر کسی طرح سے رئیس و قاضی شہر کے نسب نامے لے آؤ۔ چنانچہ
وہ بموجب حکم دفتر قضا میں گیا اور نسب ناموں کی جستجو میں مصروف ہو گیا۔ کسی شخص نے قاضی کو خفیہ
اطلاع کر دی قاضی نے فوراً بہاؤ الدین کو گرفتار کر کے مقید کر دیا۔ جب اسکی خبر حضرت مخدوم صاحب
علیہ الرحمہ کو ہوئی تو آپ نے علیم اللہ کو حکم دیا کہ تم جا کر تمام شہر کے نسب نامے دفتر سے اٹھا لاؤ اور شیخ
یہاؤ الدین کو قید خانہ سے چھڑا لاؤ۔ چنانچہ علیم اللہ ابدال نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔

حضرت مخدوم صاحب نے اسی وقت علیم اللہ کو دونوں نسب نامے دے کر حضرت بابا صاحب
کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ علیم اللہ نے حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر نسب نامے پیش
کئے۔ اور اپنی واپسی کی نسبت دریافت کیا کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کیوں اس قدر
پریشان ہو تب علیم اللہ نے عرض کیا کہ حضور مجھے اس وجہ سے پریشانی ہے کہ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے،

کہ کلیر پر بہت جلد تباہی آنے والی ہے اور اس سے مفر ناممکن ہوگا۔ اور مجھے اپنے لئے خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میں بھی مہتر خدا میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ ساری عمر میں مجھے آج کا ایسا کبھی ہر اس نہیں ہوا تھا، خدا کے واسطے حضور میری تسکین فرمائیں۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علیم اللہ کی پشت پر دست شفقت پھیر کر فرمایا کہ تجھ کو خوف نہ کرنا چاہیے۔ مخدوم صاحب کی تائید و حمایت تجھ پر سایہ فلک ہوگی۔ ان کلمات سے علیم اللہ کی تشفی ہوگئی، اس گفتگو میں مغرب کا وقت آگیا۔ نماز مغرب ادا کی گئی۔ اور اس کے بعد حضرت بابا صاحب نے جواب نامہ حضرت مخدوم صاحب کو تحریر فرمایا کہ علیم اللہ ابدال کے حوالے کیا، اور اسی روز نماز عشاء کے وقت علیم اللہ حضرت مخدوم صابر کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور خرطیہ ملفوف ابلاغ خدمت عالی میں کیا۔ اپنے اس کو لیکر آنکھوں سے لگایا اور سر پر رکھ کر علیم اللہ کی اور علیم اللہ کو دے کر پڑھنے کا حکم دیا، حضرت بابا صاحب نے بہت مختصر الفاظ میں یہ تحریر فرمایا تھا میرے مخدوم کلیر تیری بھری ہے چلا ہے ماس کھا چاہے دو وہ پی۔ اس کے سوا اور کچھ تحریر نہ تھا۔ حضرت مخدوم صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بَرَّ وَوَلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کے ظہور کا زمانہ قریب آ رہا ہے۔ علیم اللہ نے عرض کیا کہ حضور اس قہر خداوندی میں میرے لئے کیا حکم ہے، مجھے کہاں پناہ ملے گی، آپ نے فرمایا کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑنا، یہیں تم کو پناہ ملے گی اگر تم علیحدہ ہو جاؤ گے تو تم بھی قہر خدا میں پھنس جاؤ گے اور پھر امن نہ ملے گا۔

کلیس میں زلزلہ | بتاريخ ۹ محرم ۱۲۵۱ھ بروز پنجشنبہ صبح کے وقت حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ورد سیف اللہ فرمایا شریف، حرم رضوی

کو یہ ترکیب قیومی روحی تلاوت فرمایا، اور آسمان کی طرف دم کر دیا، اور دوسرے دن اسی سلطان الاوراد کو یہ ترکیب عنونی تلاوت فرمایا زمین کی طرف دم کر دیا، اسی وقت زمین میں ایک جنبش بطور زلزلہ کے محسوس ہوئی، تھوڑے عرصہ کے بعد پھر ایک زلزلہ آیا، اور ایک پہر دن چڑھے پھر تیسری مرتبہ زمین متحرک ہوئی، تیس شہر تے قاضی کو بلوا کر دریافت کیا کہ آج کیا بات ہے

۱۔ مولانا محمد حسن رام پوری، حقیقت گلزار صابری، ص ۱۹۲، مطبوعہ قصور،

کہ صبح سے اس وقت تک تین مرتبہ زلزلہ آچکا ہے، قاضی خود مبہوت اور متحیر تھا، اور اُس نے جواب دیا کہ خود میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آتا ہے، اس وقت پھر ریس شہر کے دل میں خیال پیدا ہوا اور اُس نے قاضی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قہر خدا ہے، جو حضرات اقطاب ہند کی ناخوشی کے سبب سے ہم پر نازل ہونے والا ہے، اب بھی بہتر ہے کہ چل کر اُن سے معافی مانگ لیں اور اُن کی بیعت کر لیں قاضی مردود نے جواب دیا کہ آپ تو ذرا ذرا سی باتوں سے ڈر جاتے ہیں، یہ سب سحر کی کرامات ہے، اور سحر باطل ہوتا ہے، اور اگر آپ سحر کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تو میں نے بھی ایک ساحرہ تلاش کر لی ہے، ذموان نے خوش ہو کر حکم دیا کہ اُسے فوراً بلاؤ، چنانچہ وہ اسی وقت ریس کے سامنے لائی گئی، ذموان نے اُس سے دریافت کیا کہ آج کیا بات ہے جو زمین کو تین مرتبہ زلزلہ آچکا ہے، یہ تذکرہ ہو ہی رہا تھا کہ پھر چوہتی مرتبہ زلزلہ آیا، اُس نے جواب دیا کہ یہ تو معمولی سحر کا تماشا ہے، اگر حکم ہو تو کئی بھی ابھی زمین متزلزل کر دے اور ایک بار نہیں جتنی بار حضور حکم دیں، ریس نے آزمائش کیلئے حکم دیا، چنانچہ اُس نے بھی گیارہ مرتبہ سحر کر کے زمین کو جنبش دی، لیکن دراصل یہ سحر اُن کے قلوب کا زلزلہ تھا جس سے اُن کو زمین کا زلزلہ محسوس ہوا، غرض کہ اس ساحرہ کی اس حرکت سے ذموان کی تسکین ہو گئی، اور سب کی سمجھ میں بھی آ گیا کہ واقعی یہ زلزلہ سحر کی کرشمہ سازی ہے، غرضیکہ جمعہ کی اذان کے وقت تک سات مرتبہ زمین کو جنبش ہوئی، اذان کی آواز سن کر سب لوگ جامع مسجد مذکور کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت مخدوم صابر صاحب مع عظیم اللہ ابدال اور شیخ بہاؤ الدین کے پیشتر ہی مسجد میں جلوہ افروز ہو چکے تھے، اور مصلہ امامت پر تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں ریس شہر و قاضی تبرک بھی حاضر ہوئے، اس وقت مسجد میں بقول بعض تیرہ ہزار آدمیوں کا مجمع تھا، سہ

کلیر کی جامع مسجد کا رکووع | جس وقت قاضی تبرک اپنے مصلہ امامت کے قریب آیا تو اس وقت پھر حضرت مخدوم صاحب نے آواز بلند ملالت

سہ مولانا احمد پٹیل، سوانح حیات مخدوم علی احمد صابر، ص، مطبوعہ کراچی،

فرمانی اگر آج بھی تم لوگ کہ صبح سے قبر خداوندی کا نازل ہو رہا ہے سمجھ جاؤ اور راہِ راست پر آجاؤ اور میری بیعت کرو اور امامت کو تسلیم کرو تو اب بھی خیر ہے ورنہ تم کو پھپھانے کا بھی موقع نہ ملے گا کسی طرح بھی مغفرت کی صورت نہ ہوگی۔ قاضی مردود نے جواب دیا کہ تم ہم کو بار بار کیوں دھمکاتے ہو۔ ہم تمہارے سحر و ساحری سے اچھی طرح واقف ہو گئے ہیں، اور تمہارے سحر کے جواب کیلئے ہم نے ساحرہ تلاش کر لی ہے۔ ہم ہرگز تم کو اپنا امام نہ بنائیں گے، یہ سن کر حضرت مخدوم صاحب نے فوراً امام کا مصلے چھوڑ دیا، اور اگلی صبح میں بیٹھ گئے، مگر لوگوں نے وہاں سے یہ کہہ کر کہ یہ ہماری جگہ ہے بٹھا دیا، اسی طرح دامان سے صحن مسجد میں ہوتے ہوئے بیرونی دروازہ کے قریب آخری صحن میں حضرت مخدوم صاحب پہنچ گئے مگر وہاں بھی کسی مردود نے یہ کہہ کر کھڑا نہ ہونے دیا کہ یہ میری جگہ ہے، اور سیڑھیوں پر بھی جگہ نہ ملی تو آپ مسجد کے باہر تشریف لے آئے۔ آپ کے ہمراہ علیم اللہ ابدال کو بھی باہر آنا پڑا، شیخ بہاؤ الدین کو سیڑھی پر جگہ مل گئی، حضرت کو اُس وقت بہت غصہ آیا، آپ نے مسجد کو حکم دیا کہ جس وقت یہ لوگ رکوع میں جائیں تو بھی رکوع کرنا اور ان سب کو تحت الثریٰ میں پہنچا دے، اسی اثناء میں اگلی صحن کے شروع اور آخر سے دو آدمیوں نے آواز دی کہ یا حضرت ہم ولی ہیں اور آپ کی برتری اور امامت کے دل سے قائل ہیں ہم کو نجات دو ایسے۔ حضرت نے جواب دیا کہ تم دونوں نے اول روز ہی میری امامت کو کیوں نہ تسلیم کیا۔ اب فقیر کا مارا ہوا مردود ہوتا ہے، وہ چاہے ولی ہی کیوں نہ ہو، یہ فرما کر آپ بھی نماز میں مشغول ہو گئے اور علیم اللہ ابدال حضور کے پس پشت نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے جس وقت سب لوگ رکوع میں گئے، بموجب حکم کے مسجد نے بھی رکوع کیا اور تمام لوگوں کو داب کسر اسفل السافلین کی طرف پہنچا دیا۔ مسجد کی اس حرکت سے سارے شہر میں سخت زلزلہ آیا، اس وقت حضور اقدس کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ **يَا هُوَ يَامَنْ هُوَ يَامَنْ لَيْسَ لَهُوَ اِلَّا هُوَ حَقُّ حَقٍّ حَقٍّ حَقٍّ** جو لوگ مسجد کے باہر تھے اس ہیبت خیز واقعہ کو دیکھ کر بے تحاشا شہر کی جانب بھاگے اور جا کر لوگوں کو مسجد کی تباہی کی خبر دی، مسماۃ کل زادی بھی یہ سن کر روتی چلاتی ہوئی آ کر حضرت کے پاؤں پر گری، اور عرض کرنے لگی کہ میرے بہاؤ الدین کو بچائیے،

وہ بھی نمازیوں میں شامل تھا۔ حضرت عالی نے فرمایا کہ جا آخری سیرھی کے نیچے دبا ہے جا کر نکال لے۔ اُس نے عرض کیا کہ بھلا حضور مجھ سے سیرھی کا ہی کو اٹھے گی۔ تب حضرت نے علیم اللہ کی طرف اشارہ کیا کہ تم جا کر نکال دو، چنانچہ بموجب حکم عالی کے علیم اللہ ابدال نے جا کر سیرھی کو اٹھایا تو اُس کے نیچے سے شیخ بہاؤ الدین صحیح و سالم برآمد ہوئے، اُن کو مسماۃ گلزادی کے سپرد کر کے اپنے ارشاد فرمایا کہ دیکھو میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ بارہ پہر تک مجھ کو عیدیت خاص حاصل ہے، تم فوراً شہر سے بارہ کوس پر اپنے عزیز و یگانوں کو لے کر نکل جاؤ یہاں قہر خداوندی کا نزول ہوگا۔ اور بارہ کوس کے اندر کسی شے کو پناہ نہ ملے گی۔ اس کے بعد حضرت ممدوح اپنی جائے قیام یعنی مسماۃ گلزادی کے مکان پر تشریف لائے، وہاں ایک انبوہ کثیر لوگوں کا جمع ہو گیا۔ اور ہر شخص حضور سے معافی مانگنے کا ملتجی تھا۔ مگر علیم اللہ ابدال بوجہ جذب خاص و حالت جلال، کسی شخص کو بھی حضرت کے سامنے نہیں جانے دیا۔ اور یہ کہہ کر ٹالتے رہے، کہ اب وقت گزر گیا ہے۔ حضرت بہت جلال میں ہیں۔ یہاں سے بھاگو۔ مگر یہ شہر کی خلقت نے زیادہ یورش کی تو آپ وہاں سے اٹھ کر کسی دوسری جگہ چل دیئے۔ اور ایک جگہ پر قیام نہ فرمایا۔ لے

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کو حالات کی اطلاع

اس کے بعد آپ نے علیم اللہ ابدال کے ذریعہ سے ایک عریضہ مشتمل بر حالات انہدام مسجد حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں عصر کے وقت روانہ فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب تو واپس آئے تو میرے پس پشت رہتا ورنہ جل کر خاک سیاہ ہو جائے گا۔ اور جو کچھ میں حکم دوں اس کی تعمیل کرنا، ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ یہ سن کر علیم اللہ پاک مٹن شریف کی جانب روانہ ہوئے۔

علیم اللہ ابدال عریضہ مذکورے کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ اِس دن ٹھیک اُسی وقت جبکہ کلیر میں مسجد منہدم ہوئی لے تذکرہ حضرت علی احمد صاحب از سخاوت مرزا ص ۲۲، ۲۳، مطبوعہ کراچی،

تھی۔ یہاں حضرت بابا صاحب کے مکان پر حضرت قطب الدین ابوالغیث بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ جنازے کی نماز کیلئے حضرت بابا صاحب کی خدمت اقدس میں بہت سی حضرات جمع تھے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کر رہے تھے کہ یا حضرت جب سے کلیر کی جامع مسجد کے الٹ جانے کا اتفاق ہوا ہے، قلب پر ایک باطنی کیفیت طاری ہے، اور کسی کا حال سن کر سکون نہیں ملتا ہے، سوائے اس کے کہ مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا جائے۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ واقعہ میرے مخدوم صابر کے عروج اولوالعزمی مرتبہ شاہنشاہی کا باعث ہے، اور جب تک تم لوگ جا کر مخدوم صاحب کی مزاج پرسی نہ کر آؤ گے اس وقت تک کسی اہل باطن کو اس سے رستگاری حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور اسی وقت آپ نے اپنے اٹھائیس خلفاء کو بذریعہ ابدال کے طلب فرمایا، علیم اللہ ابدال نے عریضہ حضرت مخدوم صاحب کا حضرت بابا صاحب کی خدمت عالی میں پیش کیا، حضرت نے خوش ہو کر نامہ کو کھولا اور ملاحظہ فرمایا، اور تمام حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ جا کر علیم اللہ سے کلیر کے کل صحیح حالات معلوم کر کے اپنے اپنے مکتوبات میں درج کر دینا، تاکہ ان تحریرات کے ذریعہ سے میرے مخدوم کے خلفاء کو اول سے آخر تک کل حالات معلوم ہو سکیں، علیم اللہ نے کل حالات کلیر کے من اولہ الی آخرہ سب سے بیان کر دیئے، اور اس کے بعد عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

اولیاء کی حضرت مخدوم صاحب کی مزاج پرسی | گیارہویں محرم ۶۵۱ھ شنبہ کے دن صبح کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت

بابا شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بجائے بدر الدین صاحب سجادہ نشین فرزند اکبر اور اپنے دیگر چھبیس خلفاء اور اٹھارہ حاضرین محفل کو جن کے اسمائے گرامی بوجہ طوالت یہاں درج نہ ہو سکے، بغرض مزاج پرسی حضرت مخدوم صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ و شرف اندوزی سوزن کیفیت باطن حضرت موصوف کلیر کی جانب روانہ کیا، اور ہدایت فرمادی کہ راستہ میں اسم اعظم پشتیہ تلاوت کرتے ہوئے جانا۔

لے مولانا محمد حسن رامپوری، حقیقت گلزار صابری، ص، مطبوعہ قصور،

چنانچہ ایسا ہی اُن سبھوں نے کیا۔

علیم اللہ ابدال نے حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں تہجد کے وقت حاضر ہو کر جملہ حالات پاک پٹن شریف کے بیان کر دیئے، مگر علیم اللہ ابدال نے ملاحظہ کیا کہ حضرت مخدوم صاحب ایک جگہ پر قیام نہیں فرماتے ہیں، حضرت مخدوم صاحب نے علیم اللہ سے فرمایا کہ اب تم ہم سے عالم امکان کی گفتگو مت کرنا، بلکہ اگر کچھ کہنا ہو تو عالم و جوب کی کہنا۔

چار چیروں کی آتش غریب سے حفاظت کی دعا | ۱۲ محرم ۱۳۵۱ھ کو جوب سے آپ عبدیت خاص سے

فارغ ہوئے۔ اس وقت تہجد وقت تھا۔ اس وقت آپ مسماہ گلزادی کے مکان پر تشریف لائے اور جس جگہ پر حضور انور کا مزار مقدس ہے، یہ جگہ اول روز سے ہی حضور کو پسند تھی، اسی جگہ پر کھڑے ہو گئے، علیم اللہ ابدال بھی حاضر تھے، اس عرصہ میں مخلوق کلیہ آپ کو تلاش کرتی رہی، مگر کہیں بھی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی، کلیہ کی چار چیروں نے بزبانِ حال آپ سے استدعا کی کہ وہ قہر الہی سے محفوظ اور مامون رہیں، حضور عالی نے ان چاروں کی التجا قبول فرما کر دعا فرمائی، وہ چاروں چیریں تھیں، (۱) درخت گولریہ اب بھی مزار اقدس کے قریب موجود ہے، (۲) ایک فاختہ کہ اسی گولریہ کے درخت پر اشیانہ رکھے ہوئے تھی، (۳) ایک قطعہ زمین جو حضرت کے جائے قیام سے تھوڑے سے فاصلہ پر تھی (۴) قطعہ مزار حضرت سیدنا امام الدین صاحب جو حضرت غوث الاعظم پیران پیر دستگیر سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے، اور حضرت خواجہ خواجگان غریب نواز خواجہ معین الدین حسن حشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے اور منہگام فتح کلیہ جام شہادت نوش فرما کر یہیں آسودھے۔

ان چاروں چیروں کے تحفظ کی دعا فرما کر گولریہ کے درخت کے قریب
کلیہ میں آتش زدگی

رو قبیلہ ہو کر کھڑے ہوئے، علیم اللہ ابدال آپ کے ہمراہ سایہ کی طرح حاضر تھے، آپ نے اپنی پشت مبارک گولریہ کے درخت سے لگا دی، اور بائیں ہاتھ سے ایک شاخ اُس کی پکڑ لی اور بائیں ہاتھ کی مٹھی بند کر کے انگشت شہادت علم کی اور ہاتھ قلب کے سامنے لاکر آسمان کی

جانب نگاہ کی تھوڑی دیر تک ایک استغراقی حالت میں آپ رہے۔ بعد تھوڑی دیر کے آپ کے ہاتھ سے درخت کی شاخ چھوٹ گئی اور دوسرا ہاتھ بھی نیچے چھوڑ دیا۔ آسمان کی جانب سے آنکھیں بہت گئیں اور آپ اسی حالت میں درخت گولہ سے بہت کر تھوڑے فاصلہ پر کہ اب اسی جگہ پر مزار اقدس ہے کھڑے ہو گئے۔ بعد ایک ساعت کے اپنے اپنی چشم جلال کو جو دو کیا اور نظر برق صورت جو زمین پر پڑی تو آپ کے پائے مبارک سے سات قدم کے فاصلہ پر زمین سے آگ نکلنا شروع ہوئی۔ اور چاروں طرف بڑھتی اور پھلتی گئی۔ اور انہیں چاروں اشیاء مذکورہ کو چھوڑ کر باقی ہر ایک شے کو جلانا شروع کیا۔ تمام مکانات درخت جانور اور تمامی کلیہ کی مخلوق جلنے اور تباہ ہونے لگی۔ شعلہ آگ کے بلند ہوتے تھے، اور کسی کو پناہ نہ ملتی تھی، آگ بڑھتے بڑھتے بارہ کوس کی حد میں پھیل گئی کئی دن تک آگ کا تسلسل ختم نہ ہوا۔ اور سارا شہر کلیہ کا جل ہن کر خاک سیاہ ہو گیا، صرف وہی چاروں چیزیں باقی رہیں، آگ لگے ہوئے چار دن گذر چکے تھے مگر زمین مثل تنور کے گرم تھی، کسی کی ہمت و جرات نہ تھی کہ اس بارہ کوس کے حلقہ کے اندر قدم رکھ سکے کہ اس اثناء میں حضرت بابا صاحب کے خلفاء آپ کی مزاج پرسی کے لئے پہنچے مگر شدت تپش سے اور آگ کوئی صاحب قدم نہ بڑھا سکے۔ ناچار حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمہ کا نام تاجی باوا زبندے لے کر سب نے پکارنا شروع کیا۔ تب علیم اللہ ابدال کو حضرت مخدوم صاحب نے ان سب کے لانے کیلئے بھیجا اور حکم دیا۔ اور اب اسی استغراقی کیفیت میں محو ہو گئے، کبھی درخت گولہ کے قریب کھڑے ہوتے اور کبھی جائے اقامت پر پہنچ جاتے، مگر جس وقت آنکھ کھولتے اور نگاہ قہر زوہدین پر پڑتی تو شعلہ بلند ہو کر پھیلنا شروع ہو جاتے۔ علیم اللہ ابدال سب حضرات کو بیکر حاضر ہوئے، آپ کی زبان پر وہی کلمات یا ہُو یا مَنْ هُو یا مَنْ لیس لہو آلا ہُو جاری تھے، اور کسی کسی وقت شدت جذب میں لا آلا۔ علیم اللہ ابدال نے پس پشت سے بارگاہ عالی میں عرض کیا کہ سب حضرات بغرض مزاج پرسی حاضر ہیں، آپ نے جواب میں فرمایا الحمد للہ، یا حقیق، اور سب لوگ شاد کام و بامراد آپ کی انتہائی کیفیات باطن سے متاثر پھر علیم اللہ ابدال ان سبھوں کو پیچھے کی طرف سے لے جا کر آگ کی حد سے باہر چھوڑ آئے۔ اسی طرح اور اکثر حضرات بغرض مزاج پرسی مختلف

اوقات میں تشریف لاکر مشرف ہوئے۔ ۱۵

سلطان ناصر الدین کا خط حضرت بابا فرید کے نام | کلیر کی مسجد کا انہدام اور آتشزدگی کی خبریں سن

کر سلطان ناصر الدین محمود والی ہندوستان کے دل میں خطرات پیدا ہوئے اور بہت پریشانی ہوئے، ایک عرضی حضرت خواجہ شیخ بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سر پا برکت میں ارسال کی، اور اس میں اس طرح عرض حال کیا کہ جب سے میں نے کلیر کا حال سنا ہے بہت سخت پریشانی ہوں کسی وقت چین نہیں آتا ہے، ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ کہیں ذموان کی طرح میرا حال بھی خراب نہ ہو، خدا را میری حفاظت و حمایت فرمائیے اور وہ تدابیر بتلائیے کہ جن سے اس قہر الہی سے مومن اور محفوظ رہ سکوں۔ حضرت بابا صاحب نے نہایت تسلی آمیز خط جواب میں بادشاہ دہلی کو لکھا کہ مبارک ہیں وہ لوگ جو خط سے پہلے قہر الہی سے ڈرتے ہیں۔ اگر اسی طرح ذموان کو بھی فہر خدا کا خوف ہوتا تو آج اس کی یہ حالت نہ ہوتی۔ تم اطمینان رکھو، اور کسی طرح کا خوف دل میں نہ لاؤ۔ لیکن اس بات کا انتظام کر دو کہ کوئی شخص تم میں سے کلیر کی سر زمین پر نہ جائے، اور اپنی اولاد کیلئے بھی ہدایت کر دو کہ ان میں سے بھی کوئی اس طرف نہ جائے جب تک کہ مخدوم صاحب حالت جذب و محویت سے سلوک میں نہ آجائیں۔ اور میں بھی باطناً اس بات کا خیال رکھوں گا مطمئن رہو۔ ۱۶

۱۵ حقیقت گلزار صابری از پیر حسن محمد، مطبوعہ قصور

۱۶ تذکرہ حقیر علی احمد صابر از سخاوت مرزا ص ۷۸، مطبوعہ کراچی،

۱۔ مجاہدہ و پور جمال

کلیسر کی آبادی جب تباہ ویرباد ہو گئی تو آپ ایک جگہ پر مقیم ہو کر یاد الہی میں مستغرق ہو گئے۔

۱۲ سال کا مجاہدہ | سیر الاقطاب میں لکھا ہے کلیسر کی ویرانی کے بعد حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ شوق ذوق کے ساتھ ہر بات سے بے فکر ہو کر ریاضت مجاہدہ اور اشتغال کرنے لگے جنگل کے جانوروں اور پرندوں کو ان سے بہت انس ہو گیا تھا اور شیران کے دروازے پر دم سے جھاڑو دیتا تھا لیکن عوام الناس سے کوئی بشر بھی ان کے نزدیک نہیں جاسکتا تھا۔ آپ کا استغراق اس قدر بڑھ گیا کہ ایک درخت گولر کی شاخ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور مصر دیدار و نظارہ تجلیات خداوندی ہو گئے۔ اور حقیقت منتظر جب تک نگاہ میں نہیں سما گئی اسی گولر کی شاخ پکڑ کر کھڑے ہوئے بارہ سال گزر گئے۔ بدن سوکھ گیا۔ ہاتھ پیروں کے رگ پھٹے اڑ گئے۔ ہڈیوں کے برسات ہو گئے۔ بدن کے کل حصے خشک اور بے حرکت ہو گئے۔ غرض کہ جسم تمام کا تمام معطل و بے کار ہو گیا۔ صرف آنکھیں ہی جمال یار دیکھنے کیلئے کھلی رہیں۔ گویا کہ بارہ سال کا مجاہدہ بہت کٹھن اور سخت تھا کہ جو عام لوگوں کی سمجھ اور سوتج سے بالاتر ہے اس دور میں آپ کی طبیعت میں بے حد جلال پیدا ہو گیا۔ اسی جلال کی وجہ سے لوگ قریب نہیں آ سکتے تھے۔

جمال میں لانے کیلئے حضرت بابا صاحب کی تدبیر | نظر باطن سے حضرت بابا فرید گنج شکر اپنے مرید و خلیفہ حضرت علی احمد صابر کے حالات سے باخبر تھے آخر جب بارہ سال کا عمر

گزر گیا تو ایک دن تو دریائے محبت جوش میں آ گیا۔ اور بعد نماز اشراق حلقہ مریدین میں تشریف لا کر کیفیتِ فرزندِ احمد بیان کی اور کہا "میرا صابر بارہ برس سے گولر کا ٹہنہ پکڑے کھڑا ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اسکو جا کر بٹھائے حضرت بابا فرید گتج شکر کی یہ بات سن کر سب حاضرین اباصفا حضرت صابر کے جلال کو مد نظر رکھتے ہوئے خاموش رہے مگر تھوڑے وقفے کے بعد حاضرین مجلس میں سے حضرت شمس الدین نے آپ کی خواہش پر عمل پیرا ہونے کا اظہار کیا۔

حضرت شمس الدین کی رضا
مندی پر حضرت بابا صاحب

حضرت شمس الدین کی کلیئر میں آمد اور قیام

نے آپ کو اپنے قریب کر کے فرمایا کہ خبردار علی احمد صابر کے سامنے نہ گزرتا بلکہ ان کی پشت کی طرف سے ان کے پاس جانا اور انکی خدمت میں رہ کر انہیں سبھلانے کی کوشش کرنا اور انہیں عام زندگی کے معمول میں لانے کی تدبیر کرنا۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

اس کے بعد خواجہ شمس الدین ترک کو جمال الدین ابدال نے بتلایا کہ وہ علیم اللہ ابدال کی وساطت سے کلیئر پہنچ سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ کچھ روز بعد علیم اللہ ابدال کی مدد سے کلیئر پہنچ گئے۔ اور جب آپ حضرت کے مقام سے کچھ فاصلہ پر رہ گئے تو آپ نے باواز بلند قرآن کے ساتھ کلام اللہ پڑھنا شروع کر دیا اور پشت کی جانب کھڑے ہو کر کلام اللہ پڑھتے رہے بڑی دیر کے بعد حضرت صابر قدس سرہ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "پشت کی جانب کلام اللہ پڑھنا ٹھیک نہیں سامنے آ کر پڑھو" حضرت ترک ان کے سامنے تو نہ آتے بلکہ کچھ آگے آ کر بائیں ہاتھ کے قریب کھڑے ہو کر تلاوت قرآن مجید کرتے رہے چونکہ حضرت ترک خوش الحان قاری تھے۔ اس لئے حضرت صابر بڑے شوق سے کلام اللہ سنتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شیخ شمس الدین تلاوت کلام پاک کرتے کرتے رک گئے تو حضرت صابر نے دریافت فرمایا کہ پڑھتے ہوئے کیوں خاموش ہو گئے ہو اور تلاوت

کر تو اس پر حضرت شمس الدین نے عرض کیا کہ حضرت کھڑے کھڑے تھک گیا ہوں، اب کھڑے ہو کر پڑھنے کی سکت نہیں ہے؛ حضرت ترک کا یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا: اچھا بیٹھ جاؤ بیٹھ کر پڑھو؛ اس پر حضرت ترک رحمۃ اللہ علیہ نے پھر عرض کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور کھڑے رہیں اور بندہ بیٹھ جائے۔

کلام اللہ سننے کے شوق میں حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ نے بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن بیٹھتے کیسے

بیعت حضرت شمس الدین ترک

ہاتھ پیر سب شل ہو گئے تھے۔ حضرت شمس الدین نے سہارا دے کر مشکل اسی گولر کے تنا سے کمر لگا کر آپ کو بھلا دیا اور پھر کلام اللہ کی تلاوت کرنی شروع کر دی۔ اسکے کچھ دیر بعد حضرت ترک پھر پڑھتے پڑھتے رک گئے۔ تو حضرت صابر صاحب نے پوچھا اب پھر کیوں تلاوت بند کر دی ہے تو حضرت شمس الدین نے کہا کہ میرا ارادہ اجودھن واپسی کا ہے، اگر آپ مجھے یہاں رہنے کی اجازت کا شرف عطا فرمائیں تو میں آپکی خدمت میں قیام کر لوں۔ اس پر حضرت صابر قدس سرہ نے فرمایا کہ تجھ کو میرے مرشد نے بھیجا ہے میں تمہیں کیسے واپس بھیج سکتا ہوں۔ اس پر حضرت شمس نے جواب دیا کہ جیسا حضور چاہیں، اسکے بعد دریائے شفقت و فیض جوش میں آگیا۔ حضرت کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ تو میرا بیٹا ہے۔

اس وقت سے حضرت ترک حضرت قدس سرہ کے مرید ہو گئے اور باقاعدہ سلسلہ چشتیہ میں شریک ہو گئے، آپ کی تلاوت کا سلسلہ جاری ہی رہا کہ نماز مغرب کا وقت قریب آگیا تو آپ نے حضرت قدس سرہ سے عرض کیا کہ حضرت بھوک لگ رہی ہے کھانا کھانے کی حاجت ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا اس گولر کی گولریاں توڑ کر اُبال لو اور کھاؤ، چنانچہ حضرت شمس الدین نے گولریاں توڑ کر اُبالیں اور قبل نماز مغرب مرشد کے سامنے پیش کیں آپ نے کھانے سے انکار کیا۔ لیکن جب شمس الدین نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں کھاؤں اور آپ نہ کھائیں تو حضرت قدس سرہ نے بھی وہ گولریاں کھائیں پھر حضرت شمس الدین نے

آپ کو وضو کرایا اور پھر پیر مریدوں نے نماز مغرب پڑھی۔

حضرت شمس الدین کو نصیحت نمازِ عشاء کے بعد حضرت صابر رحمۃ اللہ نے
آپ کو ہدایت فرمائی "بعد نماز عشاء میرے

نزدیک ہرگز نہ آنا، بلکہ دور رہنا، تہجد کی نماز کے وقت آنے کی اجازت عشاء کے بعد حضرت
علی احمد صاحب پر استغراق ہونا شروع ہو گیا اور حضرت شمس الدین نے آپ کے
کہنے کے مطابق کچھ دور جا کر اپنی رات بسر کی، اب حضرت شمس الدین کا روزانہ معمول ہو گیا
کہ تہجد کے وقت حضرت صابر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ان کو استغراق کی حالت
میں پاتے تو کان میں تین بار صلوة کہتے تو ان کو ہوش آجاتا، ان کو وضو کراتے، اور وہ بعد نماز
تہجد فجر پھر عالم استغراق میں غرق ہو جاتے اور کبھی کبھی اسی گولہ کا ہینہ پکڑ کر کھڑے ہوجاتے
حضرت شمس الدین ان کو جب یاد دلاتے کہ نماز کا وقت قریب ہے تو آپ نماز ادا کرتے کچھ عرصے
کے بعد حضرت شمس الدین نے ایک جھونپڑی جنگل سے ہنسیاں اور پھونس اکٹھا کر کے حضرت
کیلے تیار کر دی اور اپنے لئے کچھ فاصلے پر رہنے کی جگہ بنائی اب پیر مرشد دونوں وہاں رہنے
لگے حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ معمول تھا کہ دن میں ہر روز روزہ رکھتے تھے، افطار
کے وقت جب حضرت شمس الدین گوریاں آپ کے سامنے پیش کرتے، تو کبھی کبھی عالم
استغراق میں فرماتے کہ "خدا کھانے پینے سے پاک ہے، پھر جب کچھ ہوش آتا تو فرماتے، ہاں
ہاں لاؤ، خدا خدا ہی ہے اور بندہ بندہ ہی ہے۔"

حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور کوئی بنی آدم میں سے حاضر باش
خدمتِ عالی میں نہیں رہتا تھا۔

عالمِ جمال کا آغاز جب سے حضرت شمس الدین حضرت مخدوم پاک سید علاؤ الدین
علی احمد صابر کے رہنے کیلئے جھونپڑی تیار کران کو وہاں مقیم کر

دیا تو رفتہ رفتہ دیگر اشخاص کی آمد و رفت شروع ہو گئی چونکہ آپ کی ولایت صرف کلیئر

کے رقبہ تک محدود نہ تھی بلکہ کلیر کے مضافات بھی شامل تھے اگر موجودہ نقشہ پر غور کریں تو دہلی کو چھوڑ کر جہاں حضرت سلطان المشائخ کی ولایت تھی کوہ شوالک تک کا علاقہ اندر حدود آپکی ولایت تھا، اس لئے دور دور سے لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کے فیض سے مشرف ہو کر واپس ہوتے تھے۔ سلطان المشائخ کے مریدین کا بھی سلسلہ آمد و رفت جاری رہتا تھا۔ لیکن رات کو کوئی شخص آپ کے پاس نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب کوئی دہلی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتا تو آپ کو پہلے ہی معلوم ہو جاتا تو آپ حضرت شمس سے فرمادیتے ”اہل دہلی آرہا ہے ہانڈی میں نمک ڈال دینا“ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کا کوئی مرید حضرت مخدوم پاک صابر کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام نیاز و پیغام رسانی حضرت سلطان المشائخ کے بعد حضرت مخدوم صابر قدس سرہ سے دریافت کرنے لگا کہ حضور کے کتنے مرید ہیں؟ آپ نے فرمایا صرف ایک“ پھر آپ نے اس مرید سے دریافت فرمایا تمہارے مرشد کے کتنے مرید ہیں؟ تو اس مرید نے جواب میں عرض کیا۔

”جتنے آسمان پر ستارے، یہ جواب سن کر حضرت قدس سرہ مسکرائے اور فرمانے لگے۔

”شمس ما در اولیاء چون آفتاب است“

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الہی آپ کے پیر بھائی تھے اس لئے وہ آپ سے بہت زیادہ

حضرت امیر خرد کا واقعہ

محبت رکھتے تھے اور بہت احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور آپ کے ادب کو اس حد تک ملحوظ خاطر رکھتے کہ جب کسی کو آپ کی خدمت میں بھیجتے تو اس کو تاکید فرمادیتے کہ حضرت کی خدمت کرنا اور تعظیم و تکریم کا دقیقہ اٹھانا رکھنا ایسا نہ ہو کہ کسی وجہ سے حضرت صابر کو کسی قسم کا ملال پہنچے۔

نقل کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

کے خلیفہ خاص حضرت امیر خسروؒ حضرت مخدوم پاکؒ کا نیا حاصل کرنے کیلئے کلید تشریف لائے۔ اور حضرت کو اپنا کلام سنایا۔ حضرت نے اس کا کلام سن کر ان کے کلام کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اپنے مرشد سے میرا سلام کہنا۔ جب حضرت خسروؒ اپنے مرشد کی خدمت میں واپس پہنچے تو سلطان المشائخ نے آپکی خیریت پوچھی اور اس کے بعد دریافت فرمایا، ”کیا تو نے میرے برادر بزرگ کو دیکھا ہے؟“ تو حضرت امیر خسروؒ نے عرض کیا کہ ”ہاں حضور میں نے ان کو دیکھا ہے“ یہ سن کر حضرت سلطان المشائخ نے ان کی آنکھیں چوم لیں، جن سے انہوں نے حضرت کو دیکھا تھا، پھر پوچھا، ”کیا تو نے میرے بھائی سے مصافحہ کیا تھا؟“ اس پر بھی حضرت خسروؒ نے جواب دیا کہ ”ہاں“ تو حضرت سلطان المشائخ نے حضرت خسروؒ کے ہاتھ چوم لئے، جن سے حضرت خسروؒ نے حضرت قدس سرہ سے مصافحہ کیا تھا۔

زندگی کا آخری ورور وصال

وصال سے کچھ عرصہ پہلے ایک روز حضرت مخدوم پاک نے حضرت خواجہ شمس الدین سے فرمایا کہ آج ہمارے پاس تشریف رکھو اور فقیر کی نصیحت کو غور سے سنو۔ جس پر عمل کرنا اور اسی پر گامزن رہنا۔ حضرت خواجہ شمس الدین نے آپ کے ارشادات بغور سنے۔

حضرت مخدوم پاک کی وصیت | حضرت خواجہ شمس الدین کو آپ نے ارشاد فرمایا۔

علاؤ الدین خلجی عرصہ سے قلعہ آسیر پر ٹر رہا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ جب تک تم جا کر اس کیلئے دعائے کرو گے فتح نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے تمہارا وہاں جانا ضروری ہے، اور ادھر معشوق حقیقی میں میری بھی طلبی ہے۔ بس تمہارے جانے کے بعد اس عالم ظاہر سے میرا بھی کوچ ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا حضور مجھے کیونکر معلوم ہوگا، فرمایا کہ جس دن قلعہ فتح ہوگا اسی دن میری بھی رحلت ہوگی، عرض کیا کہ قلعہ فتح ہونے کی صورت کیا ہوگی، فرمایا کہ ایک ولی تیرے لشکر میں موجودگی کی اطلاع اور نشاندہی بادشاہ کو کرے گا۔ اور بادشاہ تیرے پاس اس نشان سے پہنچے گا، صبح کو تیری مدد سے قلعہ فتح ہوگا، علیم اللہ ابدال میرے بعد تیری خدمت میں ہے گا۔ اور تیرے بعد تجھ سے ایک قلندر ہوگا اور ان سے ایک مجدد ہوگا۔ اس کے عہد میں علیم اللہ کا بھی انتقال ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ تم اگر مجھے غسل دینا ہے، میرے جسم کے قریب بائیں جانب ایک چشمہ تم کو ملے گا اسی سے پانی حاصل کر کے مجھے غسل دینا۔ لیکن زہار میرے جسم کو ہاتھ نہ لگانا بلکہ جس پہلو کا تمہارے دل میں خیال پیدا ہوگا۔ اسی پہلو پر میرا جسم ہو جائے گا تو پانی

اوپر سے ڈال دینا۔ میرے لئے کفن جس پارچہ کا بھی تم کو مہیا ہو سکے لانا لیکن اتنا خیال رکھنا کہ اُسے گل ازمنی کے رنگ میں جیسا کہ میں زندگی میں پہنتا رہا ہوں رنگ لینا۔ اور میرے مرشد بابا صاحب کا عمامہ میرے سر پر باندھنا اور خرقة جو مجھ کو خلافت کے وقت مرشد سے عطا ہوا تھا۔ میرے سر کے قریب رکھنا۔ رجال الغیب پہنا دیں گے، خوشبو مہیا کرنے کی تکلیف مت کرنا۔ کیونکہ ملائکہ آسمان پر فردوس سے اہتمام کریں گے اور کافور بہشتی سے دونوں عالم کو معطر کر دیں گے۔ میرا خرقة جو میں اُس وقت جسم پر پہنے ہو گا اس کے اتارنے کیلئے بھی جسم پر ہاتھ نہ لگانا اور نہ کفن پہنانے کیلئے جسم میں ہاتھ لگانا، بلکہ جیسا جیسا ارادہ اور خیال تیرے دل میں پیدا ہوتا جائیگا۔ مردمانِ غیب سب عمل کرتے جائیں گے، ایک بات یاد رکھنا کہ جس وقت میرا خرقة بدن سے اترے اس کو چارتہ کر کے میری مہر ولایت کے نیچے رکھ دینا اور پھر کفن پہنانے کا ارادہ کرنا۔ اور ایک بات یہ بھی ضروری یاد رکھنے کی ہے کہ غسل کرنے کے وقت سے تکفین ہو جانے تک اپنی آنکھیں ہرگز نہ کھولنا۔ نماز جنائے کی امامت کیلئے بھی وقت پر انتظام ہو جائے گا۔ اور تم کو بھی علم ہو جائے گا۔ تردد مت کرنا قبر میری رجال الغیب کھودیں گے۔ مدفن میرے جسم کے برابر ہو گا اور مجھ کو قبر میں اُس عہد کا مجد اتارے گا۔ اور وہی قبر کی تعمیر بھی کرے گا۔ تختے قبر کے جمال الدین ابدال جنائے کے ذریعے سے منگوائے گا۔ میرے جسم کے نیچے کی مٹی نصف درعہ کے قریب کھود کر اور مہر ولایت کے نیچے کی مٹی اور میرا خرقة مجد مذکور اپنے پاس رکھے گا۔ اور وہ بطور تبرک کے سلسلہ سلسلہ منتقل ہوتا ہے گا۔ میں تم کو آج سے ہفت اقلیم کا شاہ ولایت مقرر کئے دیتا ہوں۔ کوئی شخص حیب تک تم نہ بناؤ گے ولی نہیں بن سکتا ہے۔

یہ وہ ارشاد تھا آپ کا کہ جو واقعی قابل عمل اور باعثِ فخر و مباہات تھا جس پر عمل کر کے حضرت ترک تے ثابت کر دیا کہ شیخ کے فرمودات پر کس طرح کار بند ہو سکتا ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض شاہ ولایت اب تاب نہ لاسکے اور دھاڑ مار کر رو پڑے ، اور عرض کیا کہ حضور یہ کیا قیامت ہے کہ میں زندہ موجود ہوں گا اور حضور کو دفن نہ کر سکوں گا ، مجھے صبر نہ آئے گا یہ کہہ کر زار و قطار روتے لگے ، حضور بادشاہ دو جہان مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دست شفقت حضرت خواجہ صاحب کے سر پر پھیر کر فرمایا کہ وہ مجدد ۹۰۷ھ میں اولاد حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں سے خاندان حنفیہ علویہ کے سلسلہ سے طریقہ صابریہ میں ہوگا اگر بابا تو چاہے تو میں تجھ کو اس وقت تک زندہ رکھوں اور تجھی کو اس زمانہ کا مجدد بنا دوں لیکن خیال رکھ کر شاہ ولایت بہترین مرتبہ ہے اور مجدد ہونا مقابلتاً کم وقعت رکھتا ہے۔ خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا نہیں جیسی مرضی مخدوم کی ہو خادم کو کوئی عذر نہیں ، بہر حال صبر کروں گا پھر خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور اتنے عرصے تک جسم اقدس حضور عالی کا بلا قبر کے کیونکر رہے گا۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ تو اس باب میں اندیشہ مت کر حضرت خواجہ قطب الدین نختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انتظام کر دیا ہے۔ جا تو بھی دیکھ لے مقبرہ مولانا امام الدین میں دو سرخ سنگ رکھے ہوئے ہیں، علیم اللہ ابدال انہیں لاکر ایک داہنی جانب دوسرا بائیں طرف رکھ کر اوپر سے ملا دے گا۔ اور وہ اس عرصہ کیلئے مثل قبر کے ہو جائیں گے۔ مگر سوائے علیم اللہ ابدال کے زہار اور کوئی شخص ان پتھروں کو ہاتھ نہ لگائے حتیٰ کہ تو خود بھی نہ چھونا۔ مجدد مذکور دوبارہ میری نماز جنازہ پڑھائے گا اور دوبارہ تدفین کرے گا اور اس طرح سے میں پیر کی سنت کی برکت بھی حاصل کروں گا اس مجدد کی اولاد کلیتہً میرے ظاہر و باطن کی وارث ہوگی۔ میری پہلی تدفین کے بعد سے دوسری تدفین تک میرے جسم کے پاس کوئی شخص نہ آئے گا۔ اور شمس الدین مجدد کا مرتبہ یہ ہوگا کہ وہ حضور سرور کائنات سے لیکر اپنے وقت تک کے کل بزرگان ظاہر و باطن کے حال سے واقف ہوگا۔ اور کل حالات بوقت استفسار سب کو ظاہر کر سکے گا۔ تمامی تبرکات کا حامل ہوگا۔

ماضی و حال و مستقبل کے حالات کا علم رکھے گا۔ اور جو کوئی اس کو پائے گا وہ اس راہ میں بہرہ ور ہوگا۔ اور جو شخص اس سے انکار کرے گا وہ قطعاً بے بہرہ ور ہوگا۔ اس کے بعد چند باتیں حضرت خواجہ صاحب کو تلقین فرمائیں، اور اس کے بعد درخت گولر کے قریب تشریف لے گئے اور حسبِ عادت شاخ گولر کی تھام دوسری مٹھی بند کر کے انگشت شہادت علم کئے ہوئے قلب کے برابر لے جا کر استغراقی حالت میں رہنے لگے۔ علیم اللہ ابدال کا بیان ہے کہ اس چھ سال کے عرصہ میں کہ جب خواجہ صاحب جس کبیر (یعنی روحانی قبض) میں مبتلا تھے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔

حضرت خواجہ شمس الدین کی فوج میں بھرتی

حضرت خواجہ شمس الدین پیر و مرشد کے حکم سے شاہی فوج میں بھرتی ہو گئے اور آپ کو چتوڑ بھیجا گیا، آپ دن بھر سرکاری ڈیوٹی انجام دیتے تھے اور رات بھر یا دلہی میں بسر کرتے تھے۔

قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کئے ہوئے شاہی فوج کو کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ شاہی خمیے میدان جنگ میں نصب تھے، طول محاصرہ اور کثرتِ باران کی وجہ سے خمیوں کے رتے گل گئے سلطان نے سوت مہیا کرنے کا حکم دیا، ملازمان سوت کی تلاش میں چاروں طرف روانہ ہو گئے، شاہی سپاہیوں نے ایک گاؤں میں پہنچ کر لوگوں کو حکم سلطانی سنایا کہ اس قدر سوت کی ضرورت ہے، لوگ گھبرا گئے۔ اس گاؤں میں ایک خدا کا ولی رہتا تھا اسے جب شاہی سپاہیوں کی آمد اور گاؤں والوں کی پریشانی کا علم ہوا تو اس نے سب لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا گھیرانے کی کوئی بات نہیں انشاء اللہ میں اس کا انتظام کر دوں گا، ایک شاہی سپاہی اس ولی اللہ کے ساتھ بولیا، وہ بترگ اپنے گھر پہنچے اور ایک نلی سوت کی بانڈی میں ڈال کر اس کے منہ پر کپڑا باندھ کر ایک سوراخ کر کے نلی کے سوت کا بسرا باہر نکال کر سپاہی کے پاس لائے اور فرمایا جہاں اس کو لے جا کر جس قدر

چلے سوت کھینچ کر رستہ تباہ اور انشاء اللہ اس کا سوت کم نہ ہوگا۔

ملازم اس بانڈی کو لے کر لشکر میں آیا اور سوت کھینچنا شروع کر دیا، تو سوت کے ڈھیر لگ گئے، اس میں کوئی کمی نہ آئی، اس کرامت کی خبر سلطان کو پہنچی تو اس نے خود اس کرامت کا مشاہدہ کیا اور فوراً پایادہ اس بزرگ کی خدمت میں پہنچ کر بعد قدم بوسی عرض گزار ہوا میری فتحیابی کیلئے دعا فرمائیے، اس مرد بزرگ نے جواب دیا کہ میرے لائق جو خدمت تھی وہ میں انجام دے چکا، میں شاہی فوج کا خدمتی نہیں، یہ خدمت جس کے سپرد ہے وہ فوج میں آگیا ہے، آپ ان سے دعا کی درخواست کریں وہ دعا کریں گے انشاء اللہ ضرور فتح ہوگی۔

حضرت خواجہ شمس الدین کی دعا سے قلعہ فتح ہو گیا | سلطان علاؤ الدین نے
لا علمی ظاہر کی تو اس

مرد بزرگ نے بتایا کہ اس صاحب خدمت کی یہ پہچان ہے کہ ایک روز رات کو بارش اور زور کی آندھی آئے گی، تمام تینو ڈیرے گرجائیں گے صرف ایک خیمہ اسی صاحب خدمت کا باقی ہے گا۔ اس خیمہ میں چراغ بھی روشن ہے گا۔ اس وقت اگر تم تکلیف گوارا کرو گے تو ضرور صاحب خدمت سے مل سکو گے۔ سلطان واپس آکر وقت موعود کا منتظر رہا۔

آخر ایک سوزوہ وقت آہی گیا، بارش ہوئی خوب زور کی آندھی چلی، تمام خیمے گر گئے، بادشاہ صاحب خدمت کی تلاش میں ہر طرف پھرنے لگا، ایک خیمہ میں چراغ جلتا نظر آیا، قریب جا کر دیکھا تو خواجہ شمس الدین قرآن پاک کی تلاوت میں مجھتے خاموش کھڑا ہو گیا، کچھ دیر بعد خواجہ صاحب نے سر اٹھا کر دیکھا، سلطان سلام کر کے دعا کا ملتی ہوا حضرت خواجہ نے سر اٹھا کر دربار الہی میں دعا کی اور فرمایا جاؤ کل انشاء اللہ تمہارا لشکر فتحیاب ہوگا۔

اگلے روز صبح کو جب شاہی فوج نے حملہ کیا، حضرت خواجہ شمس الدین گھوڑا دوڑاتے قلعہ کے دروازے کے پاس جا کر اترے اور قلعہ کے دروازے سے سینہ لگا کر اسم زائے اللہ اس زور سے بلند کیا کہ اسی وقت قلعہ کے کوارگر پڑے، شاہی فوج فاتحانہ شان سے قلعہ میں داخل ہو گئی۔

ادھر شکر فتح کے جوش و غروش میں قلعہ میں داخل ہو رہا تھا ادھر حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس

وصال حضرت مخدوم پاک

الارض کو وصیت حضرت مخدوم صاحب کی یاد آئی کہ کل بموجب ارشاد عالی بروز فتح قلعہ یعنی ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ کو حضور بادشاہ دو جہاں حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر ختم الارواح سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی ہوگی آپ بلیاب ہو گئے اور اپنا کلام مجید شیخ محمد اسلم صاحب بخش فوج کے ہاتھ مبلغ گیارہ روپے شکرانہ کے عوض میں بدیہ فرمایا اور اس میں سے مبلغ آٹھ روپے کا اونی سبز رنگ کا کپڑا کفن کے لئے اور ایک روپے کا کپڑا تہ بند کیلئے خرید فرمایا، اور بقیہ دو روپے میں سامان برائے فاتحہ مثل میدہ شکر و روغن زرد وغیرہ خرید کر اور سب تو شہ کمر سے باندھ کر بغیر کسی کو اطلاع کیے کلیر کی جانب روانہ ہو گئے، اسم اعظم چشتیہ برابر تلاوت فرماتے جاتے تھے، اور بہت زود رفتاری سے کامزن تھے۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد کیا ملاحظہ فرماتے ہیں کہ علیم اللہ ابدال پریشان حال سامنے سے چلے آ رہے ہیں۔ آپ نے خیریت مزاج حضرت مخدوم صاحب دریافت فرمائی علیم اللہ ابدال نے بعد آداب بجالانے کے عرض کیا کہ آج ایک ہفتہ ہوا کہ مجھے حکم فرمایا تھا کہ تم خواجہ شمس الدین شمس الارض کی خدمت میں جاؤ اور اب انہی کے پاس رہنا۔ میں تم کو انہی کی خدمت کیلئے مقرر کرتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ علیم اللہ میرے کلیر سے جانے کے بعد کوئی خاص بات تو ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ علیم اللہ نے نصی میں جواب دیا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ خواجہ صاحب کو اتفاق سے ٹھوکر لگی اور گر پڑے۔ گرتے

ہی آنکھیں بند ہو گئی تھیں پھر آنکھ جو کھلی تو اپنے کو نواح کلیر میں پڑا ہوا پایا۔ مگر علیم اللہ ابدال کا پتہ نہیں تھا۔ آپ کھڑے ہو گئے جمال الدین ابدال تھوڑی دیر کے بعد مع اپنے جنات کے حاضر ہو کر آداب بجالائے۔ آپ نے درخت گولر کے قریب جا کر اسی سامان سے فاتحہ کیلئے کھانا تیار کیا۔ اور اس کے بعد قریب جسدا قدس کے تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ برق جلال بصورت شمشیر جسم اطہر پر گردش کر رہی ہے۔ جب آپ قریب پہنچے تو وہ شمشیر آپ کے ہاتھ پر حملہ آور ہوئی، آپ نے اپنی آستین فوراً بڑھا کر لٹکا دی، اور وہ لٹکی ہوئی آستین کٹ کر غائب ہو گئی۔ جب سے کہا جاتا ہے کہ حضرت شمس الدین شمس الارض رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مبارک میں نشانی چلی آتی ہے۔ کہ ایک ہاتھ کی آستین چھوٹی ہو جاتی ہے۔ العرض جب وہ شمشیر جلال اپنا وار کر کے رخصت ہوئی تو خواجہ صاحب نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شیر بچھا ہے اور حفاظت نعش منور کی کر رہا ہے۔ آپ کو دیکھتے ہی فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور جنگل کی راہ لی۔ اس کے بعد آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور بموجب وصیت متذکرہ صدق قریب کے چشمہ سے پانی لیا اور غسل دیا۔ اس کے بعد بموجب ارشاد عالی تہ بند و کفنی پہنائی اور دستار مبارک سر سے باندھی اور اس سلسلہ میں اپنا ہاتھ جسم مبارک سے نہیں لگایا۔ جب جنازہ مکمل ہو گیا تو اب آپ بہت متفکر ہوئے کہ ایسی مقدر ہستی کی نماز اور میں تنہا پڑھنے والا اس بات سے آپ کو بہت قلق ہوا صبر کر کے آپ مصلے پر کھڑے ہو نا ہی چاہتے تھے کہ ایک طرف سے آواز آئی کہ ذرا ٹھہرو جلدی مت کرو، یہ کام تمہارا نہیں ہے، میں آ پہنچا، خواجہ صاحب نے مڑ کر دیکھا کہ ایک سوار بہت تیز رفتار مغرب کی طرف سے صابری لباس زیب تن کئے ہوئے چہرہ پر نقاب ڈالے آ پہنچا اور گھوڑے سے اتر کر مصلے پر کھڑا ہو گیا۔ اور نماز پڑھنی شروع کر دی، حضرت خواجہ صاحب بھی شریک ہو گئے، اور ختم نماز کے سلام کیلئے شمال اور جنوب کی جانب متہ پھیرا تو ملاحظہ فرمایا

حقیقت گلزار صابری، ص ۲۳۶ طبع چہارم۔

کہ ہزاروں اولیائے کرام اور بزرگان دین نماز میں شامل ہیں، نماز سے فارغ ہو کر توشہ متذکرہ صدر پر رہنے فاتحہ پڑھی اور سب نے ایک ایک انگلی سے تیرک خوش فرمایا اس کے بعد علیم اللہ ابدال مع چند جنات کے مولانا امام الدین مرحوم شہید کے مقبرے میں جا کر دونوں سنگ یا قوت سرخ اٹھالائے اور بموجب فرمان جسدر شریف کے دائیں بائیں جانب رکھ کر ملا دیئے اور سر ہانے کی جانب بالکل بند کر کے یا ہستی کی جانب کچھ کھلا رکھا اور باقی تین طرف سے مٹی لگا کر قبر کو بند کر دیا۔

حقیقت فنا و بقا حضرت خواجہ شمس الدین نے ایک روز مخدوم پاک سے سوال عرض کیا تھا کہ فنا و بقا کا راز کیا ہے؟ تو حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا

تھا کسی وقت ظاہر کر دیا جائے گا۔ حضرت خواجہ شمس الدین کو وہ سوال یاد آ گیا مگر یہ ایک واقعہ تھا کہ جس کو مدین گزریں جو حضرت خواجہ صاحب کے ذہن سے خارج ہو چکا تھا۔ مگر آج جس وقت سب لوگ قبر شریف کی چشمہ بندی میں ملے ہوئے تھے، تو حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ امام صاحب کے ملاقات کر کے ان کے حالات نام و نشان دریافت کر لینا چاہیے۔ ورنہ یہ بات پر وہ راز میں رہ جائے گی کہ نماز جنازہ کس نے پڑھائی۔ چنانچہ آپ سوار امام کی جانب متوجہ ہوئے تو وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر سوار ہو چکے تھے اور خواجہ صاحب کو دیکھ کر گھوڑا مغرب کی جانب بڑھا دیا۔ حضرت خواجہ صاحب گھوڑے کے پیچھے دوڑے اور کچھ دور جا کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور عرض کیا کہ حضرت اپنا نام و نشان تو بتلائیے تاکہ یہ بات پردہ راز میں نہ رہے۔ یہ سن کر سوار نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھادی اور فرمایا کہ فقیر کے جنازے کی نماز فقیر ہی نے پڑھائی ہے۔ چہرہ پر نور دیکھتے ہی حیرت میں آگئے تو حضور نے قبر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ شمس الدین حیرت کی کوئی بات نہیں ہے وہ فنا ہے یہ بقا ہے، الحمد للہ کہ بموجب وعدہ کے آج یہ مسئلہ بھی تم کو حل نہیں

خود دکھلا کر سمجھا دیا۔ ایک بار مجھ پر ایفانے وعدہ کا جو باقی تھا اُس سے بھی آج سبکدوش ہو گیا۔ یہ سنتے ہی حضرت خواجہ شمس الدین ترک شمس الارض پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو کر گر پڑے، اور وہ سوار صاحب چدر سے تشریف لائے تھے ادھر کو روانہ ہو گئے۔

حضرت مخدوم پاک کی تاریخ وصال | حضرت مخدوم پاک کا وصال ۱۳۔

ربیع الاول ۴۹۰ھ کو بروز پنجشنبہ ہوا لفظ مخدوم آپ کی تاریخ وصال ہے جس کے اعداد ۴۹۰ ہیں لیکن صاحب تذکرہ جلیل نے آپ کی تاریخ وصال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تذکرہ اولیاء ہند میں روایت ہے کہ حضرت کا وصال ۱۳۔ ربیع الاول ۴۹۰ھ میں عین حالت سماع میں بعہد جلال الدین خلجی واقعہ ہوا۔ اقتباس الانوار میں ایک روایت کے مطابق ۴۶۴ھ ہے۔ سیر الاقطاب کے مطابق روایت ثانی سے جو اس نے اختیار کی ہے "جان کنخشکر بود" کے اعداد سے ۴۵۹ھ برآمد ہوتا ہے خزنیتہ الاصفیاء میں معراج الولاہیت کے حوالے سے ۱۳۔ ربیع الاول ۴۹۰ھ درج ہے اور حدیقہ الاولیاء میں ۴۹۰ھ بحالت سماع اور بوقت وفات حضرت شمس الدین کی موجودگی تحریر کی ہے مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین میں اس حضرت کی تاریخ وفات ۱۳۔ ربیع الاول ۴۹۰ھ بروز پنجشنبہ بعہد سلطان جلال الدین خلجی درج ہے۔ مصنف کلیر کا چاند کتاب بستان کے حوالے سے ۱۳۔ ربیع الاول ۴۹۰ھ بتاتا ہے۔ قریب قریب تمام ان محققین کی رائے میں آپ کی وفات کی تاریخ ۱۳۔ ربیع الاول ۴۹۰ھ ہے۔ لیکن بعض تذکرہ نویس حضرت شمس الدین ترک کا شاہی فوج میں بھرتی ہونے کے وقت سلطان بلبن کا زمانہ بتاتے ہیں اور بعض سلطان علاؤ الدین خلجی کا زمانہ۔ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ تاریخ ہندوستان سے یہ تواریخ تطابق نہیں کرتی ہیں۔ کیونکہ سلطان بلبن کا زمانہ ۱۲۶۶ء

سے ۱۲۸۶ تک رہا اور سلطان علاؤ الدین خلجی ۱۲۹۶ء میں اپنے چچا اور خسر جلال الدین کو قتل کر کے تخت نشین سلطنت دہلی ہوا اور اس نے ۱۳۱۶ء تک حکومت کی۔ اگر سنین عیسوی کا سنین ہجری کا دس یوم سالانہ کا فرق وضع کر کے تطابق کرتے ہیں تو ۴۹۰ھ مطابق ۱۲۹۱ء برآمد ہو جس میں حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی اور مزید تصدیق مضمون محبت اور مساوات کے مستقل پیامی (حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر کلیر شریف) از ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی لکھنؤ یونیورسٹی مطبوعہ مشیر اوقاف ماہ اکتوبر ۱۹۶۳ء کے صفحہ ۵۵ سے ہوتی ہے کہ آپ کا وصال ۱۳ ربیع الاول ۴۹۰ھ یعنی ۲۳ مارچ ۱۲۹۱ء میں ہوا اور اسی سال کے مطابق آپ کی درگاہ میں آپ کے اعراس کا شمار ہوتا ہے۔

۹۔ اوصاف و معمولات

بزرگان دین کے اوصاف سراپا دین ہوتے ہیں۔ ان کا ہر عمل اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے۔ حضرت مخدوم صاحب کے حالات میں جیسا کہ ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں، آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ جذب و استغراق کی کیفیات میں بسر ہوا ہے، تنہائی و عزلت گزینی بہت زیادہ پسند تھی، تجر و کی زندگی کو اولیٰ سمجھتے تھے طبیعت میں بے انتہا جلال تھا۔ اور جو کچھ زبان سے نکلتا تھا وہ ہو کر رہتا تھا، اہل دنیا کی طرف آپ شاذ و نادر توجہ فرماتے تھے، قطبیت کلیر کے بعد کسی شخص کی اتنی مجال نہ تھی کہ آپ کے سامنے پہنچ جاتا، یا آپ کی طرف دیکھ سکتا، اگر کوئی ضرورت پیش آتی تو خواجہ شمس الدین ترک اس کو حضوری میں اس وقت پیش کرتے جب استغراق و جذبہ کی کیفیت نہ ہوتی۔

حلیہ مبارک | آپ کے حلیہ مبارک کا اکثر تذکرہ لکاردوں نے ذکر کیا ہے لیکن ان سب کا ماخذ حقیقت گلزار صابری نظر آتا ہے جس میں آپ کا

حلیہ مبارک یوں بیان کیا گیا ہے

آپ کا قدمیانہ جسم لاغر اور نحیف اور سپدھا تھا۔ سر قد سے بڑا تھا جس پر گھنے سیاہ بال تھے جو بچپن سے کبھی ترشوائے نہیں گئے تھے، اور نہ ان میں کبھی شانہ کیا گیا تھا، گوش مبارک دراز اور کشادہ تھے، پیشانی اقدس بلند اور کشادہ تھی، ابرو دراز و سیاہ، چشم مبارک نہایت آبدار اور بڑی بڑی تھیں، بینی اقدس بلند، چہرہ انور نہایت چوڑا اور نہایت لمبا بلکہ متوسط، عارض مبارک سے ایک نور کی سی بارش ہوتی تھی، لبہائے مبارک پتلے، دہانہ تنگ دندان مبارک چمکدار، زبان تپلی ہونے کی وجہ سے آپ نہایت خوش الحان تھے، زیر زرخداں موئے محاسن مبارک نہایت باریک اور ملائم و سیاہ، گردن لمبی، شانہ مبارک کشادہ، سینہ فیض گنجینہ فراخ، ہاتھ لمبے، پنجہ چوڑا، انگلیاں لانبی، ناخن مبارک باریک صاف اور آبدار، کمر متوسط، سینہ اور شکم مبارک میں ناف تک سیاہ بال کثرت سے تھے۔ پشت میں دائیں شانہ کے نیچے اور جگر کے اوپر مہرہ ولایت حلی خط میں عبارت ”ہذا ولی اللہ“ منقش تھی، پائے اقدس راست و دراز اور نیچے لمبائی چوڑائی میں نہایت موزوں اور پیروں کی انگلیاں تپلی اور لانبی تھیں۔

لباس | آپ کے لباس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ کے لباس میں ایک تہ بند ایک کرتہ اور ایک خرقہ تھا۔ خرقہ کا رنگ گل ارمنی یعنی نارنگی رنگ کا ہوا کرتا تھا اور یہ رنگ آپ کو بہت پسند تھا اور سلسلہ صابریہ کے فقرا اسی رنگ کو بڑی رنگ کہتے ہیں جب تک آپ پاک پتن میں رہے تو سب عمرمانے کا استعمال کیا اور گلبریں

۱۔ حقیقت گلزار صابری از پیر محمد حسن ص ۲۷۷

تشریف لانے کے بعد سر پر کوئی چیز کپڑے کے قسم کی استعمال نہیں فرمائی اور ننگے سر ہی رہے البتہ کبھی سر پر چادر ڈال لیا کرتے تھے۔ زندگی بھر پیدائش سے لے کر وصال تک کبھی پائے مبارک میں نعلین نہیں استعمال فرمائیں، جس جگہ پر قدم مبارک رکھ دیتے تھے وہ جگہ اس قدر منور ہو جاتی تھی کہ نگاہ کام نہیں کرتی تھی اور زمین پر برہنہ پاؤں چلنے میں سکون محسوس کیا کرتے تھے جسم عموماً خوشبو سے تر رہتا۔

اس دور میں جب آپ حالت ہوش میں تھے کیفیت جذب ذوق شعری گوئی | طاری نہیں ہوئی تھی آپ کو دینی علوم سے گہرا شغف تھا۔

خصوصاً معرفت کے اشعار پڑھنے اور کہنے کی طرف آپ کا خاص رجحان تھا لیکن اس زمانے میں بھی آپ کے اشعار حقیقت میں ڈوبے ہوئے تھے آپ دنیاوی شعراء کی طرح بادشاہوں کے دربار میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کی صحبت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے پوتے حضرت رکن الدین دہلی میں سلطان وقت سے مل کر ملتان واپس جا رہے تھے تو پاک پتن بھی اترے اور بابا فرید الدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز حاصل کی۔ اور شیخ علاء الدین کی خدمت میں بھی آئے اور ان سے بغل گیر ہو کر ملے اور فرمانے لگے کہ ”اللہ نے آپ کو وہ استقامت بخشی ہے کہ آپ کو کوئی اپنی جگہ سے نہیں بلا سکتا۔ ان کے چلے جانے کے بعد شیخ علاء الدین گھر آئے۔ اور اسی وقت غسل کر کے دوسرے کپڑے پہنے اس لئے کہ شیخ رکن الدین شاہی دربار میں حاضری دے کر آئے تھے لوگوں نے یہ بات حضرت رکن الدین تک پہنچائی کہ یہ شیخ علاء الدین کا مخلص تکبر ہے لیکن شیخ رکن الدین نے ان لوگوں سے فرمایا کہ شیخ علاء الدین کی عظمت کو تم کیا جانو، ان کیلئے یہی مناسب تھا۔ کیوں کہ مجھ سے دنیا کی بو آتی ہے۔

حالت وجد و سرور میں نہایت عمدہ پر معنی عشق حقیقی کی شان کے نہایت در چسپ اشعار و غزلیں بھی کہتے تھے آپ اپنا کلام اپنے پیروں پر بانیوں کو بڑے شور سے سناتے:

کرتے تھے۔ آپ نے اپنے کلامِ فارسی میں احمد تخلص اختیار کیا تھا اور جب مرشد کی جانب سے صابر کا خطاب ملا تو اپنی غزلوں میں صابر تخلص اختیار کرنے لگے تھے۔ آپ کی مشہور و معروف غزل سالک السالکین سے ذیل میں نقل ہے۔ لے

غزل

امروز شاہِ شاہان مہمانِ شدتِ مارا خیریلِ باللائکِ دربانِ شدتِ مارا
در جلوہ گاہِ وحدتِ کثرتِ کجا بگنجد ہزار ہزار عالم یکساں شدتِ مارا
در محفلِ گدایاں مرسلِ کجا بگنجد بے برگ و بے نوائیِ سامانِ شدتِ مارا
ماخانہ جہاں را بسیار سیر کردم اے شیخِ بت پرستی امیانِ شدتِ مارا
احمد بہشت و دوزخ، بر عاشقانِ حرام است
ابنِ جبارِ رضائے جاناں رضوانِ شدتِ مارا

(۱) آج بادشاہوں کا بادشاہ ہمارا مہمان ہوا ہے، اور ملائکہ کے ساتھ خیریل ہمارا دربان ہو گیا ہے۔

(۲) وحدت کی جلوہ گاہ میں اکثریت کی کہاں گنجائش ہے، اس لئے اٹھارہ ہزار عالم ہمارے لئے برابر ہیں یعنی وہ ایک ہی میں داخل ہیں۔

(۳) فقیروں کی محفل میں مرسل (قاصد) کی کہاں سمائی ہو سکتی ہے، جب کہ ہمارا سامان بے نوائی اور غریبی کا شاہد ہے۔

(۴) ہم نے دنیا گے گھر کی بہت سیر کی اب اے شیخ! بت پرستی ہمارا ایمان ہو گیا ہے۔

(۵) اے احمد! بہشت اور دوزخ عاشقوں پر حرام ہے، یہاں محبوب کی رضا ہمارے لئے رضوان ہو گئی ہے۔

لے سیرالاقطاب شیخ عبدالرحیم ص ۲۰۰ مطبوعہ کراچی لے کلیر کاچاند از ظہور الحسن شارب مطبوعہ آگرہ ص ۵۹

ہندی کا کلام باوجود تلاش کے دستیاب نہ ہو سکا۔ ایک تذکرہ میں یہ شعر آپ سے منسوب ہے۔ لے

اس طرح اس میں ذوق لے صابر کہ بجز ہو کے غیر ہونہ رہے
مگر یہ شعر اور اس قسم کی اردو شاعری اس زمانہ میں تھی ہی نہیں، بلکہ بعض ٹوٹے پھوٹے
فقرے تھے، البتہ ہندی بھاشا کا رواج تھا، آپ کا کچھ کلام ہو گا تو وہ ہندی زبان
میں ہو گا، چونکہ شعر متذکرہ حضور کے حالات سے مناسبت رکھتا ہے، اور تخلص بھی
صابر ہے۔ پس اس وجہ سے لوگوں نے دھوکا کھایا۔

حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری کا برصغیر پاک و ہند کے شمار جلیل
سیرت القدر اذ لیا اللہ میں ہوتا ہے، آپ فنا فی اللہ کے مقام پر فائز تھے یہی
وجہ ہے کہ زندگی کا بیشتر حصہ مشاہدہ حق میں گذرایا یہی وجہ ہے آپ عوام الناس کو شریعت
اور طریقت کی تعلیم دینے سے الگ تھلک رہے لیکن جس شخص پر توجہ کی اسے کامل کر دیا آپ
علوم ظاہری و باطنی میں یکتاے زمانہ تھے، اسی لئے آپ بزرگی اور عظمت میں یگانہ تھے۔
محویت اور یاد الہی میں مستغرق رہنے کی وجہ سے آپ کی طبیعت میں جلال حد درجے کا تھا۔
سیف زبان، جہنہ سے ارشاد فرماتے سو وہی ہو جاتا۔

آپ کے افکار و اعمال سے روحانیت متشریح ہوتی تھی، جسے جو غیر مسلم بھی دیکھتا تو
فوراً مشرف باسلام ہو جاتا۔ آپ کے چہرے پر اس قدر رعب تھا کہ جس سے مخلوق خدا
بے حد مرعوب تھی۔ آپ کی روحانی خدمات اور جلال کے چرچے نہ صرف پاک تین شریفیہ و
کلیر شریف میں تھے، بلکہ پورے متحدہ ہندوستان میں آپ کی ذات گرامی شہرہ آفاق
تھی۔ دہلی میں آپ کے پیر بھائی حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی علیہ الرحمۃ، ہانسی
میں حضرت خواجہ جمال الدین ہانسوی علیہ الرحمۃ، حضرت شیخ نجیب الدین متوکل علیہ الرحمۃ

لے کلیر کا چاند از ظہور الحسن شارب مطبوعہ آگرہ ص ۵۹۔

حضرت شیخ قسب الدین خلا آبادی علیہ الرحمۃ جیسی اجل شخصیات کی زبان پر
حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کا تذکرہ رہتا۔

ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب سے آپ کے قوالوں نے دہلی میں حضرت نظام الدین
اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی آپ نے بخوشی
اجازت دیدی، اور چلتے وقت یہ بھی فرمایا کہ دہلی سے آگے بڑھ کر کلیر بھی چلے جاتا، اور
میرے صابر سے ملاقات کر کے ان کی خبر لیتے آنا، قوالوں نے بسر و چشم منظور کیا، اور
روانہ ہوئے، اور دہلی میں حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں جب حاضر ہوئے
تو یہ شاہی دربار تھا، بادشاہ دہلی آپ کا مطیع و فرمانبردار تھا، روسائے شہر آپ کی خدمت
میں حاضر ہونا اپنا فخر سمجھتے تھے اور یہ قوال تو ٹھہرے حضرت محبوب الہی کے قوال پس
آپ نے بڑی آؤ بھگت کی اور بڑی خاطر و تواضع سے پیش آئے، بادشاہی خاصے
کے کھانوں سے دعوت کی گئی، مجلس سماع میں ایک ذرا سے اٹھائے پر مالامال کر دیئے
گئے، عرض کہ قوال بہت خوش خوش وہاں سے رخصت کے طالب ہوئے، رخصتی کے
وقت حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے انعامات و اکرامات سے قوالوں کو اور زیادہ
خوش کر دیا، قوال وہاں سے مدح سرائی کرتے ہوئے روانہ ہوئے، اور کلیر کا راستہ
لیا، یہاں کا عالم ہی نہر الا تھا، جلتے بھنتے شوق زیارت میں حضور میں پہنچے، آپ
اس وقت عالم استغراق میں شاخ گولر پکڑے ہوئے کھڑے تھے، حضرت خواجہ شمس الدین
علیہ الرحمۃ نے ان لوگوں سے دریافت حال کیا، اور چپ یہ معلوم ہوا کہ یہ حضرت بابا صاحب
کے قوال ہیں تو فرمایا کہ ٹھہرو، جس وقت آپ کی حالت درست ہوگی پیش کر دوں گا
دو دن اسی انتظار میں گزرے گئے، یہاں جنگل میں کھانے کیلئے بھی کچھ میسر نہ تھا،
صرف کچے پکے گولر تھے، جو خواجہ شمس الدین صاحب نے بھی قوالوں کو بھی کھانے کے
لئے دیئے، قوال سخت پریشان تھے، کہ کہاں آکر پھنس گئے اس سے نہ آتے تو اچھا تھا۔

اب بغیر قد مہبوسی حاصل کئے ہوئے واپس جانا بھی دشوار ہے، اور معلوم نہیں کب تک یہ حالت رہے گی۔ گولران کی حلق سے کیا اترتے، کیونکہ یہ لوگ تو ترنوالے کھانے والے تھے، اور حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین محبوب الہی کے یہاں کی دعوتیں اڑائے ہوئے تھے، اور وہاں کی خاطر تواضع پر مٹے ہوئے تھے، یہاں اس کے برعکس تیسرے دن حضرت کو افاقہ ہوا، خواجہ صاحب نے پشت مبارک کی طرف سے جا کر عرض کیا کہ حضور بابا صاحب کے قوال سلام کیلئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ان کیلئے کھانے میں نمک شامل کر دو، اتنا فرمانے کے بعد پھر آپ اپنی حالت میں ڈوب گئے، قوال سخت عاجز تھے، کہ یا الہی کس طرح چھٹکارا ملے۔ جو یہاں سے جان بچا کر گھر چلیں، مگر آمدن بارادت رفتن باجارت“ سے مجبور تھے ناچار ٹھہرے رہے۔ دوسرے وقت حضرت خواجہ صاحب نے گولروں کو کٹوا کر نمک بھی علیم اللہ ابدال سے منگوا کر ان میں ڈال دیا اور قوالوں کو دیا، مگر ان لوگوں کو بھلا یہ غذا کیا بھاتی، خواجہ صاحب سے لے لیتے اور رومال کے کونے میں باندھ لیتے اور فاقہ پر فاقہ کرتے، تین دن اور گند گئے حضرت کو پھر ہوش آیا۔ تو خواجہ صاحب نے پھر حضور میں عرض کیا کہ قوال سلام کرنے کے خواہشمند ہیں۔ حکم ملا کہ سامنے بلاؤ چنانچہ پیش کئے گئے قوالوں نے قد مہبوسی کرنا چاہی مگر خواجہ صاحب نے فوراً روک دیا کہ خبردار دور سے سلام کرو۔ ورنہ جل کر خاک ہو جاؤ گے، قوالوں نے بادب تمام سلام عرض کیا، آپ نے دریافت فرمایا ”پیر من خوش است“ قوالوں نے جواب دیا حضور، اتنا سنتے ہی آپ پھر استغراق میں جذب ہو گئے۔ قوال پھر عاجز ہو کر خواجہ صاحب سے عرض کرنے لگے کہ حضور ہم لوگوں کا سلام ہو گیا ہے اگر اجازت ہو تو ہم لوگ بابا صاحب کی خدمت میں واپس جائیں خواجہ صاحب نے فرمایا بہتر ہے۔ قوال یہ سن کر رخصت ہوئے اور آپس میں کہنے لگے جان بچی لاکھوں پائے۔ بابا صاحب نے بھی کس عذاب میں پھانس دیا تھا۔

اور وہ گولر جو رومال میں باندھ لائے تھے، کھول کر پھینک دیئے اور پاک مٹن شریف کا راستہ لیا جب بابا صاحب کے حضور میں پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کہو بھائی ہمارا نظام الدین اچھا ہے، قوالوں نے آپ کی بڑی مدح سرائی کی، حضور وہ تو بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں، خلقت ٹوٹی پڑتی ہے، بادشاہ وقت اور امراء و روسا دربار پروانہ وار گردیدہ ہیں، حضور میری بڑی خاطر مدارت کی اور بہت کچھ انعام و اکرام ملا ہے۔ پھر حضرت بابا صاحب نے دریافت فرمایا کہ میرے صابر کو بھی دیکھنے گئے تھے، قوالوں نے عرض کیا، اجی حضور آپ نے ہمیں کہاں بھیجا دیا وہاں نہ آدمی نہ آدم زاد، بیابان جنگل فاقوں مر گئے نہ کھانا ملا نہ پینا، حضور کوئی بات پوچھنے والا بھی تو نہ تھا۔ حضرت بابا صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ ارے کیا کچھ بھی کھانے کو نہیں ملا، عرض کیا کہ حضور کچے گولر کوٹ کر نمک کر خواجہ صاحب نے دیئے تھے ہم لوگوں سے تو کھائے نہ گئے، حضور ادباً وہاں رومال میں باندھ لئے تھے راستہ میں ان کو پھینک دیا۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ کبختو تم نے غضب کیا کہ وہ گولر نہیں کھائے اگر تم ان کو کھا لیتے تو معلوم نہیں کیا ہو جاتے۔ وحشت تم لوگوں کے سر پر سوار تھی، نظام الدین نے تمہاری دنیا ستجالی تھی اور مخدوم صابر نے تمہاری عصبی سنبھال لینا چاہی مگر تمہاری کبختی کہ تم نے اسکی پرواہ نہیں کی، یہ سن کر قوال ہاتھ مل کر رہ گئے اور تاسف کرنے لگے بابا صاحب نے فرمایا کہ اب کیا ہوتا ہے۔ خیر یہ تو بتاؤ کہ تم سے صابر کی ملاقات بھی ہوئی تھی۔ عرض کیا ہاں حضور چھٹے دن ہم لوگوں کو حضور نے نصیب ہوئی تھی، ہم لوگوں نے سلام عرض کیا تو مخدوم صاحب نے دریافت کیا کہ "پیر من خوش است" یہ سننا تھا کہ حضرت بابا صاحب پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور اس قدر جوش و غروش ہوا کہ جتنے حاضرین محفل تھے سب وجد میں آ گئے، بہت عرصہ کے بعد جب آپ کی حالت درست ہوئی تو لوگوں نے استفسار کیا کہ حضور کو وجد کس بات پر طاری ہو گیا، آپ نے

فرمایا کہ تم لوگ واقف نہیں ہو میرا صابر اس وقت جس مقام پر ہے، وہاں بڑے بڑے اولیاء اللہ کا گذر ہونا مشکل ہے، اور اس حال میں بھی اس نے مجھ کو فراموش نہیں کیا، اور قوالوں کو دیکھتے ہی میری ہی خیریت دریافت کی اللہ اللہ کیا مرتبہ شناس ہستیاں ہیں۔

حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ کی روحانیت کے اعلیٰ مقامات اس قدر کثیر ہیں کہ جن کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ لہذا یہ روحانی مقامات حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ کی کرم التفات سے طے ہوئے۔ ہر گام حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے نہ صرف رہنمائی کی بلکہ ساتھ دیا یہی وجہ ہے حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ نے بہت ہی جلد روحانی مقامات حاصل کر لیے، جن پر انسانی عقل حیران و ششدر ہے۔ کیونکہ عقل کی بساط بالکل محدود ہے۔ جہاں عقل انسانی کی انتہا ہوتی ہے تو وہاں اولیاء اللہ کی روحانی قوت اور کرامت کی ابتداء ہوتی ہے۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب تکمیل الایمان میں تحریر فرماتے ہیں

”کرامات الاولیاء حق“

یعنی اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں جن کا انکار کرنا دراصل انبیائے اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کا انکار کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی کرامات انبیائے اکرام کے معجزات کی مظہر ہیں۔

۱۰۔ مزارِ اقدس

حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری کا مزارِ اقدس نہر گنگ کی غربی جانب کلیر شریف میں مربعِ خلاق ہے اور کلیر شریف کی شہرت بھی آپ کے مزارِ اقدس کی وجہ سے ہے اگرچہ آپ کے وصال کو صدیاں گزر چکی ہیں اور اس طویل عرصہ کے دوران آپ کے مزارِ اقدس کو زمانے کے مختلف نشیب و فراز سے واسطہ رہا مگر آپ کے تصرف و کمال کی وجہ سے زمانے کے دست و پدم سے محفوظ رہا۔
الحمد للہ

دورِ ویرانی | وصال کے بعد تقریباً دو سو سال سے زائد عرصہ تک آپ کا مزارِ اقدس آپکی جلالت کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔ تذکرہ جلیل میں اقتباس الانوار کے حوالے سے منقول ہے کہ بعض ثقہ حضرات سے ایسا سنا گیا ہے کہ شروع زمانے میں کوئی شخص بھی حضرت علی احمد صابر کے مزارِ اقدس کی زیارت کو نہیں جاسکتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر جب کوئی زائر آپ کے مزارِ اقدس کی زیارت کے ارادے سے قدم بڑھانے کی کوشش کرتا یا مزار پر پہنچ جاتا تو مزارِ شریف کے اندر سے ایک بجلی نکل کر اس شخص کو جلادیتی جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعد از وصال آپ کی بہت زیادہ جلالت تھی کہ جس کے باعث کوئی شخص بھی مزارِ اقدس پر جانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے آپ کے مزارِ مبارک کی جائے وقوع سے دور دور تک آبادی بھی قائم نہ ہو سکی اور لوگوں کے آباد نہ ہونے کی وجہ سے لوگ فراموش کر گئے کہ حضرت مخدوم صابر کا مزار کہاں تھا، اور کلیر کہاں آباد تھا۔ لیکن آپ کا روحانی سلسلہ بدستور جاری رہا۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا دور

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی
(المتوفی ۹۲۵ھ) طریقت صابریہ

میں حضرت صابر صاحب سے پانچویں پشت میں شمار ہوتے ہیں ان کا مزار حضرت صابر صاحب سے عقیدت قائم کرنے کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ رودلی میں اپنے دادا پیر حضرت خواجہ عبدالحق رحمۃ اللہ کے مزار مبارک پر جھاڑو دیا کرتے تھے کہ ایک روز صبح بعد نماز فجر جبکہ آپ جھاڑو دینے میں مشغول تھے، ایک بزرگ آپ کے پاس سے گزرے اور چلتے چلتے فرما گئے ”عبدالقدوس! ہمارے مزار پر بھی جھاڑو دے دیا کرو“ حضرت قطب العالم نے ہاں تو کر لی۔ لیکن یہ نہ پوچھ سکے آپ کون ہیں اور آپ کا مزار کہاں ہے؟ جس کی وجہ سے آپ متفکر رہنے لگے۔ ایک روز آپ نے حضرت خواجہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے حق باحق کی آواز سنی اور یہ آواز سن کر آپ از خود درختہ ہو گئے اور مزار شریف کے قریب بیٹھ کر مراقبہ شروع کر دیا۔ آخر کار کسی شخص کو بھی اس مقام پر پہنچنے کی مجال نہیں ہے۔ اگر جناب کرم کر کے جمال پر آئیں اور کیفیت جمالی ظاہر کریں اور نیز اس برق جلال کو دوری کے غلاف میں کھینچ لیں تو ایک عالم آپ کی برکتوں سے بہرہ مند ہو اور فیض حاصل کرے۔“ ان حضرت نے فرمایا کہ ”تیری خاطر سے میں نے آج ہی اپنی ذات کی اس برق کو عالم لامکاں میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور صفات جمالیہ میں سے تھوڑے سے میدان ظہور میں اس طرح نمایاں کئے کہ ہر خاص و عام میں سے سب کو اس جگہ آنے کی اجازت بخشی۔ اسی وقت سے ہر خاص و عام کو درگاہ پاک میں باریابی نصیب ہوئی اور ان کے فیوض کا خوان سب مخلوق کے بچھ گیا۔“

اس کے بعد مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین کے مصنف قلمطراز ہیں کہ ”حضرت قطب العالم نے روح مقدس سے مشرف ہو کر باشندگان کلیر کیلئے جو آپ کے قہر و جلال کے شکار ہو گئے تھے فاتحہ کے واسطے ہاتھ اٹھائے تو حضرت قدوس کے دست مبارک

ویسے ہی اٹھ رہ گئے گویا خشک ہو گئے۔ یہ دیکھ کر بعجز تمام حضرت قطب العالم نے بہت توبہ استغفار کی تو ان کے ہاتھ اصلی حالت پر آئے اور قطب العالم پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ تمام بدن لرز گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو خود کو گنگوہ میں پایا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت قطب العالم اپنے مریدوں کے ہم راہ ۱۳ ربیع الاول کو مزار اقدس پر پہنچے۔ وہاں قرآن خوانی و فاتحہ کرائیں اور جلوہ شیریں کے توشہ پر حضور کی روح کو ثواب پہنچا کر حاضرین میں تقسیم کیا اور کچھ روز وہاں قیام فرما کر حسب روایت گلزار صابری مزار اقدس کے نشان کو نمایاں کیا اور جنگل کے درختوں کے پتوں اور پھوس سے مزار اقدس کی حد بندی کی اور بانس بلیوں کے ستون بنا کر لکڑیوں کی چھت سے تربت مقدس کے اوپر سایہ کیا اور تین دن میں سب کام پورا کر کے گنگوہ واپس ہو گئے۔ اس زمانے میں چیدہ چیدہ لوگ شاذ و نادر ہی آپ کی زیارت کو جانے لگے۔ کچھ مجاور بھی آکر مزار شریف سے دور فاصلہ پر آباد ہو گئے اور دربار صابری مخلوق خدا کیلئے عام طور پر وہ عظیم احسان ہے۔ غلامان صابر پر حضرت مخدوم العالم خواجہ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۹۲۵ھ) کا کہ جنہوں نے حضرت مخدوم صابر علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں اپنے شیخ عبدالحق ردیوی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۸۳۴ھ) کی وساطت سے حاضری دے کر جلالت ختم کرتے کیلئے گزارش کی تو حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ نے آپ کی التجا کو شرف قبولیت بخشے ہوئے زائرین کو مزار اقدس پر حاضر ہونے کی عام اجازت دیدی اگر حضرت مخدوم العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ کو شمش نہ کرتے تو ہو سکتا ہے کہ تا قیام قیامت کسی کو آپ کی جائے مزار پر حاضری کی سعادت تک نصیب نہ ہوتی۔

ہندو جوگی کا واقعہ | حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی حاضری کے بعد اگرچہ لوگوں کیلئے

مزارِ اقدس پر عاضری کی عام اجازت ہوگئی لیکن اس کے باوجود مزار کے ارد گرد سناٹا چھا جانے کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت نہ ہو سکی۔ مولانا مولوی محمد اکرم صاحب اقتباس الاقوال کے بیان کے مطابق ایک ہندو جوگی ایک دن آپ کے جائے مدفن پر آیا تو اس نے جب قبر مبارک کے مقام کو دیکھا تو اسے بڑا پرہیزگاری سے نظر آیا ارد گرد کافی تعداد میں پرند چرند جمع تھے۔ اس نے سوچا کہ یہ کوئی خاص مقام ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ زمانہ قدیم میں ہماری عبادت گاہ ہو؛ میں اسے کیوں نہ آباد کروں لیکن پہلے مجھے دیکھ لینا چاہیے کہ آخر اس مٹی کے ڈھیر کے نیچے کیا ہے ہو سکتا ہے کہ اس جگہ خزانہ دبا ہوا ہو چنانچہ اس نے دل میں یہ باتیں سوچ کر اس مٹی کے ڈھیر کو کھودنے کا ارادہ کیا اس کے بعد وہ قبر مبارک کے نزدیک آیا اور لوہے کے کسی اوزار سے قبر کو کھودنا شروع کر دیا۔ اچانک ایک سوراخ قبر سے ظاہر ہوا اس سوراخ کے اندر یہ معلوم کرنے کیلئے کہ اس قبر میں کیا ہے اپنا چہرہ داخل کر دیا اس کے بعد اُس نے چاہا کہ سر کو اس سوراخ سے باہر نکالے لیکن اس کو یہ بات میسر نہ ہوئی۔ اسی جگہ مر گیا۔ جب رات ہوگئی حضرت شیخ علی احمد قدس سرہ نے دور ایک بستی میں رہنے والے ایک شخص سے خواب میں کہا کہ جلد اس جگہ پہنچو اور ایک کتے کو جو میری تربت کے ساتھ بے ادبانه پیش آیا ہے اور اپنی سزا کو پہنچ گیا ہے اس جگہ سے دور کر دو۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص بہت تیزی سے تربت شریف پر پہنچا اور اس جوگی کی نعش کو جس نے ان قدس سرہ کے مرقد پاک سے بے ادبی کی تھی وہاں سے نکالا، جب اس کے چہرہ کو دیکھا تو وہ ہوبہو کتے کی شکل پایا۔ پھر دورے جا کر اس کی لاش کو پھینک دیا۔ اس واقعہ کے بعد خادموں نے حضرت کے مرقد کے قریب سکونت اختیار کر لی مرقد مقدس کو آراستہ کیا اور اس کی چھت کو جو لکڑی کی تھی ٹھیک کیا اور یہ لوگ اس وقت سے حضور کے حکم کے مطابق قریب آستانہ اگر آباد ہونا شروع ہو گئے۔

تعمیر گنبد و مسجد | حضرت صابر صاحب کے مزار اقدس پر نچتہ گنبد کی تعمیر کے

سن کے بارے میں حتمی کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کس سن میں تعمیر ہوا کیوں کہ اس کے بارے میں تاریخیں بالکل خاموش ہیں۔ مگر صاحب حقیقت گلزار صابری لکھتے ہیں کہ حضرت قطب عالم شہنشاہ بابر کے حملہ کے وقت سلطان ابراہیم لودھی کے طرف داروں میں تھے لیکن بابر کے بعد شہنشاہ ہمایوں سے بھی آپ کو قربت حاصل ہو گئی تھی اور گزیٹر صنلع سہارن پور میں بھی تحریر ہے کہ ۱۵۳۶ء مطابق ۹۴۲ھ میں حضرت قطب عالم نے اس سے پہلے کہ شہنشاہ ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے شکست کھائی۔ حضرت قطب عالم نے شہنشاہ ہمایوں کی مدد سے مقبرے اور مسجد بنوائی تھیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسی زمانہ میں گنبد آستانہ شریف تیار ہوا اور مسجد خام بھی تیار ہوئی۔ بعد تیاری گنبد آستانہ شریف پر زائرین کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا حقیقت گلزار صابری میں بھی لکھا ہے کہ حضرت قطب عالم نے گنبد تیار کر کے ۱۳ ربیع الاول کو عرس شریف منعقد کیا، جس میں پانچ سو کے قریب زائرین و معتقدین شریک تھے۔ اس کے بعد ہر سال عرس شریف کا انعقاد ہوتے لگا اور سال بہ سال تعداد معتقدین و زائرین میں اضافہ ہوتا گیا۔ عوام الناس بلا لحاظ مذہب و ملت حضور اقدس کے مزار مبارک پر بغرض زیارت آتے لگے۔ اور آپ کی کرامات عجیبہ کا مشاہدہ کرتے لگے۔ لہ

دیگر عمارات کی تعمیر | گنبد آستانہ اور مسجد کی تعمیر کے کافی عرصہ بعد درگاہ کی دیگر عمارات کی تعمیر ہوئی۔ درگاہ کا صدر دروازہ تعمیر کیا گیا

کا نام خان معین الدین تھا جو قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور کے رئیس اعظم اور متوطن تھے، وہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد تھے۔ انہوں نے مزار مبارک پر حاضر ہو کر حضرت سے درخواست کی کہ روضہ اقدس کے ارد گرد پختہ عمارتیں بنوادیں، لیکن منظوری نہ ہوئی۔ آخر کار متواتر استدواؤں اور التجاؤں کے بعد سنوائی ہوئی تو حکم ہوا کہ نواب صاحب اور انکی بیگم صاحبہ

لے تذکرہ حلیل ص ۱۲۵

محترمہ اینٹ گارہ اپنے سردوں پر ڈھو کر لائیں، اور تعمیر شروع کر دیں، چنانچہ تین یوم متواتر نواب صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ نے اینٹ گارہ اپنے سردوں پر ڈھویا، تین روز کے بعد جب ان کی عقیدت کا امتحان ہو گیا تو چوتھے روز حکم ہوتا ہے کہ تعمیر کے کام پر مہمار اور مزدور لگا دیے جاویں، چنانچہ معماران اور مزدوروں سے کام کرانا شروع ہو گیا۔

صدر دروازے سے پیوستہ اندرونی و بیرونی سہ دربان، سنگرخانہ، دروازہ کلاں جانب شمال اور اس سے ملحقہ عمارتیں اور جانب جنوب تمبیرا بڑا دروازہ اور اس سے ملی ہوئی سہ دریاں، محفل خانہ اور صدر دروازہ کے مقابل نقارخانہ نواب صاحب موصوف کی تعمیر کردہ ہیں جس جگہ اب تالاب نچتہ ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں سے مٹی کھود کر تعمیر کیلئے گارہ بنایا گیا تھا، جس کی وجہ سے ایک عمیق گڑھا بن گیا تھا، اسی گڑھے کو نچتہ بنا کر تالاب کی شکل دے دی گئی تھی جو اُس وقت سے اب تک زائرین اور مسافروں کیلئے نہایت مفید ہے احاطہ درگاہ شریف تعمیر ہونے کے کچھ دن بعد نواب صاحب اور بیگم صاحبہ کا انتقال ہو گیا اور یہ دونوں اسی احاطہ میں مدفون ہیں اور ان کی قبریں نچتہ بنی ہوئی ہیں۔

بقیہ عمارتیں ملحقہ درگاہ شریف جنوبی دروازہ کے جانب حوض والا حصہ اس کے بعد مکان رہائشی دسرٹے بریلی والان وغیرہم ۱۸۵۶ء کے بعد کی تعمیرات ہیں اور ابھی تک عمارتوں میں اضافہ ہوتا ہی چلا آ رہا ہے، درگاہ شریف کے احاطے میں مسجد درگاہ شریف ہے، جانب جنوب یعنی مسجد اور محفل خانہ کے درمیان سہ دری کے گوشہ میں حجرہ چلہ کشی ہے، جہاں مہاروں اولیاء اللہ اور علمائے دین نے آکر چلے کئے ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ حجرے میں حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے زیرین تربت مبارک پہنچنے کیلئے سرنگ تھی جو اب بند ہو گئی ہے۔

عمارات درگاہ

درگاہ شریف کے احاطہ میں داخل ہونے کیلئے ایک دروازہ شرق رویہ ہے اور ایک دروازہ شمال رویہ ہے۔ اور جو دروازہ شرق رویہ ہے وہ صدر دروازہ کہلاتا ہے۔ اور ایک دروازہ جنوب رویہ ہے یہ تینوں دروازے زائرین کی آمد و رفت کیلئے ہیں۔ درگاہ کا احاطہ کافی وسیع ہے جس میں ہزاروں زائرین سما سکتے ہیں۔ شرقی دروازے کے باہر نقارخانہ ہے جہاں صبح و شام بارہ مہینے نقارے بجتے رہتے ہیں۔ شرقی دروازے کے باہر پھول، اگر تہی اور شرمینی والوں کی دوکانیں ہیں۔ شرقی دروازے پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

ہم باب و ہم احاطہ درگاہ را بصدق خان معین الدین کہ بنا مستقیم داد،

در فکر سال عقل سر خود بچپ برد

آمد ندائے غیب کہ اجر عظیم باد

روضہ اقدس | روضہ اقدس کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ غلام گردش کہلاتا ہے۔ دوسرا حصہ بنگلہ اور تیسرا حصہ جس میں مرقد مقدس ہے۔ آستانہ شریف کہلاتا ہے مزار شریف والے حصہ کے اوپر گنبد بنا ہوا ہے۔ بنگلہ اور گنبد کے چاروں طرف جالی دار غلام گردش ہے جس کے چاروں سمتوں پر چار آہنی سلاتوں کے بنے ہوئے دروازے لگے ہوئے ہیں۔ غلام گردش سے گزر کر مزار اقدس پر داخلہ کے لئے پہلے بنگلہ میں گزر کر زیر گنبد تربت اقدس پر حاضری ہوتی ہے۔ تربت اقدس کے چاروں طرف سنگ مرمر کا کبیڑا بنا ہوا ہے۔ باہر واپسی کیلئے دوسری کھڑکی ہے۔ بنگلہ اور مزار شریف میں داخلہ کے اور باہر آنے کی تین کھڑکیاں ہیں جن کے کیواڑوں پر چاندی کے پترے چڑھے ہوئے ہیں۔

احاطہ درگاہ شریف میں زائرین کو داخل
اوقات حاضری آستانہ شریف ہونے کی ہر وقت اجازت ہے۔ البتہ

احاطے کے بڑے دروازے عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد بند کر دیے جا۔ ہیں اور صبح کو نماز فجر سے پہلے کھولے جاتے ہیں۔ پھر ہی دفتر درگاہ شریف کے قریب چھوٹے دروازے اور صدر دروازے کی کھڑکی سے احاطہ کے اندر داخل ہو سکتا ہے۔ آستانہ شریف کی دونوں کھڑکیوں اور عمامہ گردش کا صدر دروازہ اپنے مقررہ اوقات پر کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ یہ دروازے صبح کو بعد نماز فجر کھولے جاتے ہیں گویا آستانہ شریف میں حاضری کیلئے وقت صبح بعد نماز فجر سے ہے۔ زوال کے وقت پونے بارہ بجے سے پون بجے دن میں شام کو مغرب کی نماز کے وقت اور شب کو بعد نماز عشاء آستانہ شریف حاضریں دربار کیلئے مامون رہتا ہے۔ اور اس دوران میں کبھی نہیں کھولا جاتا۔ ایام عرس شریف یا دیگر خاص مواقع پر جب اجتماع زائرین زیادہ ہوتا ہے تو بعد نماز عشاء کچھ وقت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ ویسے مامون ہونے کے بعد غیر اوقات میں آستانہ مبارک نہیں کھولا جاتا ہے۔ آستانہ مبارک کی خدمات کا کام ایک خاص خادم کے سپرد ہیں جو بعد نماز عشاء خدمات مزار شریف یعنی صفائی وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد درگاہ مامون کرتا ہے اور تہجد کی نماز کے وقت پھر آستانہ مبارک میں جا کر خدمت کرتا ہے۔ اس وقت کوئی دوسرا آدمی اس کے ہمراہ مزار شریف پر جا نہیں سکتا۔ خدمت کرنے کے بعد پھر آستانہ شریف پھر مامون کر دیا جاتا ہے۔ جو بعد نماز فجر عام حاضری کیلئے کھولا جاتا ہے۔ آستانہ شریف میں وضو کر کے داخل ہونا افضل ہے۔ درگاہ شریف میں تنگے سر، جوتے پہن کر یا کسی غیر مہذب طریقے پر داخل ہونا اور تمباکو نوشی کرنا ممنوع ہیں۔

مسجد درگاہ شریف | مسجد میں اذان اور نماز پنج گانہ باجماعت اپنے صحیح اوقات پر ہوتی ہیں۔ نماز ظہر میں جماعت سے پہلے کلمہ شریف تحنم

مولسری پر اور بعد نماز عصر باداموں کی وظیفہ خواجگان پڑھایا جاتا ہے اور ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ کلمہ جہر پڑھا جاتا اور نماز فجر اور نماز عشاء کی جماعت سے پانچ منٹ پہلے تین مرتبہ الصلوٰۃ والسلام وعلیک یا حبیب اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام وعلیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام وعلیک یا نبی اللہ، مؤذن مسجد آواز بلند پڑھتے ہیں۔ ہر جمعہ کی نماز اور نماز عیدین بھی اسی مسجد میں ہوتی ہیں۔

ماہ رمضان المبارک میں باقاعدہ تراویح ہوتی ہیں اور کوئی نہ کوئی صاحب اعتکاف میں بھی بیٹھتے ہیں۔ ۲۶۔ ۲۷۔ رمضان المبارک کی درمیانی شب کو شبینہ متجانب سید سعید مرتضیٰ صاحب ہر سال ہوتا ہے۔ ۲۷۔ ۲۸۔ رمضان المبارک کی درمیانی شب کو درگاہ شریف کی طرف سے ختم کلام اللہ کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور ۲۸۔ ۲۹۔ رمضان المبارک کی درمیانی شب میں حضرت مولانا قاری عبداللطیف صاحب سیکری والوں کے کلام مجید کا ختم غلام گردش آستانہ مبارک میں ہوتا ہے۔

لنگر | درگاہ شریف میں روزانہ دونوں وقت فقراء کو کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ لنگر کا انتظام درگاہ شریف کے انتظام کی طرف سے ہوتا ہے اسی لنگر کے اخراجات کی کفالت کیلئے شہنشاہ شاہجہاں نے موضع کلیر کی کل آراضی بدریغہ فرمان شاہی عطا کی تھی اور جو بعد میں اپیل پر یوی کاؤنسل کے ۱۹۲۲ء میں طے ہو گیا کہ موضع کلیر درگاہ کیلئے وقف ہے جس کو شاہان مغلیہ نے معافی میں عطا کیا تھا۔ جب تک سجادگان درگاہ اس وقف کے متولی رہے وہ لنگر کا انتظام کرتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں سجادہ صاحب درگاہ کے تولیت سے معزول ہونے کے بعد سیوران اور سنی سینٹرل بورڈ آف لکھنؤ کے انتظام میں رہا۔ یہ درگاہ شریف کے اخراجات کی سب سے بڑی مدد ہے۔ ہر جمعرات کو اور دیگر تقریبات کے مواقع پر تعداد فقراء و زائرین بڑھ جانے سے لنگر کی تقسیم میں بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

محل خانہ | سہ دری حجرہ چلہ سے ملا ہوا جانب جنوب محل خانہ ہے۔ ہر جمعرات کو مابین

عصر و مغرب یہاں ختم شریف اور محل سماع ہوتی ہے۔ اور سجادہ صاحب صدر مجلس ہوتے ہیں
محل خانہ کے جنوب میں کبوتر خانہ ہے جس میں ہزاروں کبوتر پالتو رہتے ہیں۔ کبوتر پالن کی خانہ
وجہ تو سننے میں آئی نہیں۔ بلکہ معلوم یہی ہوا کہ کسی خادم درگاہ کا شوق تھا جو اب املاک درگاہ کا
جز بن گیا ہے۔ فصل کے موقع پر ان کبوتروں کیلئے مصافحات درگاہ شریف سے کچھ اناج اکٹھا
ہو جاتا ہے۔ بقیہ سال ان کی کفالت بذمہ درگاہ شریف ہوتی ہے۔

نومبر ۱۹۷۰ء میں سابق وائی ریاست مالیر کوٹہ پنجاب ہر ہائینس تو اب احمد علی خاں
صاحب مرحوم کی بیگم محترمہ جنابہ محمودہ بیگم صاحبہ پیران کلیر شریف تشریف لائیں تھیں۔ دوران
زیارت انہوں نے درگاہ کے خادم سے دریافت فرمایا کہ ”یہاں کوئی ایسی بھی علامت ہے کہ جس
جس کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور حضرت صابر صاحب قدس سترہ کی کرامت سمجھیں۔
خاکسار کیلئے اس سوال کا جواب دینا بہت دشوار تھا۔ پھر بھی بیگم صاحبہ محترمہ سے جواب میں
عرض کر ہی دیا کہ حضرت قدس سترہ کی کرامت خاص کا مشاہدہ وہی کر سکتا ہے جس کو
وہ چاہیں میری کیا مجال ہے کہ میں اس کا اظہار کروں۔ جو کچھ میں نے اپنی ملازمت کے
تو سال میں دیکھا وہ یہ ہے کہ علاوہ اس سکون اور سرور قلب جو آپ کی تربت پر حاضری
کے وقت محسوس ہوتے ہیں کبوتروں کو ہی دیکھ لیجیے گا کہ درگاہ شریف کی ہر عمارت کی
منڈیروں حتیٰ کہ مسجد کے میناروں پر بھی بیٹھے ہوئے ملیں گے۔ لیکن حضور کے آستانہ شریف
کی منڈیروں یا گنبد پر ان کبوتروں میں سے کوئی بھی بیٹھا ہوا نہیں ملے گا۔ چنانچہ بیگم صاحبہ
محترمہ اگلے روز صبح ہی بعد نماز فجر جس وقت کبوتر کھلے جنوبی دروازے سے ملحقہ سہ درگی میں
بیٹھ گئیں اور کبوتروں کی نشست و پرواز کو دیکھتی رہیں۔ دو گھنٹہ متواتر گزر جانے کے بعد
کبوتروں کو گھیرا کر آستانہ مبارک کی طرف اڑا دیا۔ پھر بھی کوئی کبوتر آستانہ شریف پر نہ
بیٹھا۔ ناچار سو کر اور احساس عقیدت لے کر ناشتہ پر تشریف لائیں۔

اور یہ کرامت ہے حضرت مخدوم صابر پاک علیہ الرحمۃ کی کہ دار فانی سے رحلت ہونے

کے بعد بھی کرامات کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور سدا جاری رہے گا۔ اگرچہ مادہ پرست اس کا انکار کرتے ہیں، مگر اس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ مادہ پرست قسم کے لوگ جن کی جس قدر محدود عقل کہتی ہے اس پر تو یقین رکھتے ہیں مگر کرامات اولیاء سے منکر ہیں۔ ان کی مادہ پرستی خود ایسے منکر لوگوں کی تباہی کا موجب ہے، اولیاء اللہ کی روحانی اور علمی مشعلیں جل رہی ہیں، جن پر خدام و معتقدین پروانہ وار فریفتہ ہو رہے ہیں، ان کے آستانہ عالیہ جن پر حاضری ذہن و قلب کے اطمینان کا موجب ہے، یہ وہ حقائق ہیں جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

گرنہ بیند بروز شپہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

آپ کا عرس مبارک

حضرت مخدوم صابر کلیری علیہ الرحمۃ کا عرس مبارک برصغیر پاک و ہند میں بہت بڑا مشہور ہے۔ آپ کا عرس کلیر شریف میں ہر سال ربیع الاول میں ہوتا ہے اور عرس کے خاص ایام ربیع الاول ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ تاریخ ہے۔ لیکن یکم ربیع الاول ہی سے مزار شریف کے گرد و تواریح میں عرس کی وصوم وھام شروع ہو جاتی ہے۔ اور دوکانات لگنا شروع ہو جاتی ہیں۔ خاص ایام میں تو ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں لوگ آتے ہیں۔ اور غریب، امیر، گدا و فقیر دربار عالی میں پارہ پنہ حاضر ہوتے ہیں، اور زیارت مزار سے فیضان ظاہری و باطنی حاصل کرتے ہیں۔ حضور عالی سے اس قدر تصرفات و کرامات ظہور میں آتے ہیں کہ جن کی انتہا نہیں۔

عرس کی ابتداء عرس کی ابتداء کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس عرس کی ابتدا قطب عالم حضرت خواجہ شیخ عبدالقدوس کے زمانہ میں ہوئی۔ آپ

کے تذکرات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ^{۱۰} سالہ میں بھی عرس ہوتا تھا۔ اور خاصی تعداد میں لوگ عرس میں شرکت کرتے تھے۔ لیکن جوں جوں عرس میں زیادہ لوگ شرکت ہوتے لگے تو ان کے قیام و طعام کے ذرائع اور خرید و فروخت سامان کے سلسلہ میں دکان دار اپنی اپنی دکانیں لگانے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اچھا خاصا میلہ بھرنے لگا۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا آپ کے عرس میں بھی شامل ہونے والوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ ایک وقت آیا کہ آپ کا عرس مبارک میلہ پیران کلیر کے نام مشہور ہو گیا۔

میلہ پیران کلیر شریف میلہ پیران کلیر کے بارے میں حاکم علی پیرزادہ نے تذکرہ جلیل میں لکھا ہے کہ درگاہ شریف میں تقریباً

عرس منعقد ہوتی ہیں اور باہر میدان میں ایک عظیم الشان میلہ بھرتا ہے۔ یہ میلہ گز بیٹھ میلہ ہے اور بذریعہ نوٹیفیکیشن ۱۹۵۲- نمبر ۱۲۲۷- اے۔ آئی/۸۸۸ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۵۳ء جیسا کہ گرام سبھا اور بھومی پر بند حکم سمستی مینول مصنفہ شری رام صورت سنگھ ایڈیشن ۱۹۶۶ء کے صفحہ ۱۲۲ پر واضح ہے۔ یہ میلہ گاؤں سبھا کے اختیارات سے مستثنیٰ ہے۔ اس میلہ اور عرس کے جملہ انتظامات درگاہ شریف کے منتظمان کے سپرد ہیں اور عرس و میلہ کی تمام آمدنی درگاہ شریف کی یافتنی ہے اور کل اخراجات بذمہ درگاہ ہیں البتہ میلہ کے انتظام کیلئے علاقہ رڑکی کے ایس۔ ڈی ایم صاحب بہادر میلہ انچارج ہوتے ہیں اور میلہ کے انتظام کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی ایام میلہ سے قبل جناب ایس ڈی ایم صاحب مذکور مدعو کرتے ہیں جس میں ضلع کے ہر محکمہ اور محکمہ فوج کے اعلیٰ افسران۔ سربراہ درگاہ شریف اور عمادین شہر رڑکی شریک ہوتے ہیں۔ اس کمیٹی کے مشورہ کی بنا پر میلہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے کہ میلہ کے انتظامات کا بیان جاری رکھا جائے تقریبات عرس شریف کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ لہ

مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عرس کے موقع پر خاصی تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں اس لئے حکومت کو وسیع پیمانے پر انتظام کرنا پڑتا ہے۔ آپ کے مزار اقدس کے ارد گرد لاکھوں کی تعداد میں زائرین حاضر ہو کر روحانی استفادہ حاصل کرتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مزار اقدس کے باہر اچکا
ایام عرس کی رونق عرس مبارک یکم ربیع الاول ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔
 اور درگاہ کے باہر ایام عرس میں عارضی دوکانیں لگتی ہیں ان کے بارے میں سخاوت مرزا کا بیان ہے کہ مزار مقدس کے مشرقی دروازہ سے بازار کی ایک تظار شروع ہوتی اور دوڑنگ

لہ تذکرہ حلیل از حاکم علی پیرزادہ ص ۱۴۶

چلی جاتی ہے۔ دوسری قطار شمالی دروازہ سے شروع ہوتی ہے ان دونوں قطاروں میں سینکڑوں بساٹیوں، بزازوں، ظرف فروشوں اور انواع و اقسام کی دوکانات جن میں لاکھوں روپیہ کا مال ہوتا ہے اور وہ دُور سے آتی ہیں نہایت خوشنمائی اور خوش اسلوبی کے ساتھ لگائی جاتی ہیں کہ جن کو دیکھ کر انسان محویت ہو جاتا ہے اور آگے بڑھتے کو جی نہیں چاہتا ہے، تیسری قطار دوکانات کی جنوبی دروازہ سے شروع ہوتی ہے اور یہ قطار باورچیوں اور کھانے کی دوکانوں نیز اشیاء خوردنی کی دوکانوں کیلئے وقف ہے۔ ہر دوکان پر مختلف قسم کا عمدہ اور نفیس کھانا جنکی خوشبو سے دماغ معطر اور جن کے ذائقہ سے طبیعت خوش ہو جاتی ہے ہر وقت موجود رہتا ہے، مغرب کی جانب دوکانات کا سلسلہ نہیں ہے بلکہ اس طرف ایک وسیع باغ ہے اور اسی طرف حضرت سجادہ نشین صاحب کے مکانات ہیں۔ ایک شاہی وقفہ کا پختہ تالاب جو گذشتہ ایام کی یاد دلاتا ہے شکستہ حالی میں موجود ہے۔

زائرین اور تاجران کی آمد آمد پہلی ربیع الاول سے شروع ہو جاتی ہے اور روز بروز آدمیوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ اور یہاں تک تو بت پہنچتی ہے کہ کندھے سے کندھا چھلنے لگتا ہے، اور احاطہ درگاہ کے پھاٹک میں صبح کو داخل ہو کر مزار شریف تک پہنچنے میں دوپہر ہو جاتی ہے، اور لوگوں کا شوق زیارت کسی طرح سے کم نہیں ہوتا ہے۔ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ میں جس طرح سے ممکن ہو جلد مزار اقدس کی زیارت کر لوں۔ اسے میلہ کی رونق کے بارے میں تذکرہ جلیل میں لکھا ہے کہ اس روحانی اجتماع کے ساتھ ساتھ دور دراز سے آنے والے بڑے دکان دار مالکان ہوٹل میلہ میں اپنی اپنی دکانیں اور ہوٹل آراستہ کرتے ہیں۔ میدان درگاہ شریف میں دو بارارون میں سچتہ دکانیں بنی ہوئی ہیں۔ بقیہ دکانیں ٹین پوش یا مچھولہ داری کی بنائی جاتی ہیں۔ دوکانوں کی بکنگ اور انتظام

لے تذکرہ علی احمد صابر از سخاوت مرزا ص ۱۳۰-۱۳۱ مطبوعہ کراچی،

عرس و میلہ ۶، محرم سے شروع ہو جاتا ہے۔

محکمہ حفظانِ صحت، پولیس، ڈاک خانہ، بجلی اور ٹیلیفون کے خاص انتظامات ہوتے ہیں۔ ریلوے اور روڈ سروس کی جانب سے اسپیشل گاڑیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ فوج کی طرف سے محافظ کشتیاں نہر گنگ میں مامور کی جاتی ہیں اور پانی مہیا کرنے کیلئے واٹر پمپ و کیتوس حوضِ میلہ میں عاریتاً استعمال ہوتے ہیں خیمہ جات لگانے کیلئے ٹھیکیدار مقرر ہوتے ہیں۔ تمام میدان درگاہ ڈیروں اور خیموں سے مزین ہوتا ہے غرض یہ ہے کہ یہ میلہ ڈیروں کا میلہ کہلاتا ہے۔ اگر اس میلہ پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو میلوں میں ڈیرے ہی ڈیرے نظر آتے ہیں، امام صاحب کی درگاہ کو جانے والی سڑک پر ٹھیل تماشہ والے اپنے اپنے کرتب دکھاتے ہیں۔

روشنی | حضرت صابر صاحب کے عرس مبارک پر چراغاں کرنا رسمِ روشنی کے نام سے مشہور ہے یہ روشنی کی رسم دسویں، گیارھویں اور یازھویں ربیع الاول کو کی جاتی ہے اور اس روشنی میں یلب، ٹیوب، جھاڑ فانوس، کنول کثرت سے روشن کیے جاتے ہیں اور خاص کر روضہ اقدس پر جولاٹنگ کی جاتی ہے وہ قابلِ دید ہوتی ہے اور درگاہ کا سارا احاطہ بقعہ نور بن جاتا ہے۔

ختم قرآن پاک | ۱۳ ربیع الاول چونکہ آپ کی تاریخ وصال ہے لہذا اس روز درگاہ شریف میں قرآنی خوانی ہوتی ہے جو قیل خوانی کے نام سے مشہور ہے اس قرآن خوانی میں سینکڑوں کلام پاک ختم کئے جاتے ہیں۔ اسی روز مزار اقدس پر فاتحہ خوانی بھی بکثرت ہوتی ہے، اس روز قرآن خوانی کے بعد زائرین کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔

غسل | ربیع الاول کی ۱۴ تاریخ کو مزار اقدس کو غسل دیا جاتا ہے عرس شریف

۱۴۹، ص ۱۴۹،

کی تقریبات کے سلسلے میں رسم غسل بھی بڑی مشہور ہے۔ اس لئے غسل کے روز بہت زیادہ ہجوم ہوتا ہے غسل میں عرق گلاب استعمال کیا جاتا ہے لیکن بقدر ضرورت سادہ پانی بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ غسل کے پانی کو حاصل کرنے کا ہر شخص شائق ہوتا ہے۔ اس لئے غسل کا پانی لینے کیلئے لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں کیونکہ عقیدت مند غسل کا پانی کو حاصل کرنا بڑی سعادت مندی خیال کرتے ہیں۔ اس لئے لوگ پانی لینے کیلئے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ کوئی صراحی لئے ہوئے کوئی کٹورہ، کوئی گلاس، کوئی گھڑا، غرضیکہ جس کو جو برتن مل گیا وہی لئے ہوئے ٹوٹ پڑتا ہے، کسی کو ایک قطرہ، کسی کو ایک چلو، کسی کو ایک گھونٹ، غرضیکہ جس کو جس قدر مل گیا لیکر جاتا ہے، جس کے پاس برتن نہیں ہوتا وہ اپنے کپڑے ہی تر کر لیتا ہے اور اپنے مقام پر جا کر اس کپڑے کو پھوڑ کر اور دھو کر وہ آب حیات تیار کر لیتا ہے، اس سے سینکڑوں مریضوں کو شفا حاصل ہوتی ہے لوگ تبرکاً آب زمزم کی طرح آنکھوں میں لگاتے ہیں اور اس سے اپنی چشم باطن کی بصارت کو جلا دیتے ہیں غرضیکہ مزار اقدس کے باہر پانی کا ایک قطرہ بھی بہہ کر نہیں جاتا پاتا۔

رسم مہندی | عرس کی تقریبات کے سلسلے میں ایک رسم مہندی ڈوری بھی ہے اور یہ رسم چاند رات کو چاند نکلنے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ یہ رسم اس طرح ہے کہ اس شب کو آستانہ شریف فوراً بعد نماز عشاء مامون کر دیا جاتا ہے اور گاؤں میں سجادہ صاحب کے مکان پر فقرا اور جملہ خادمان درگاہ شریف اکٹھے ہوتے ہیں اور وہاں سے جلوس کی شکل میں سجادہ صاحب اور ان کے چند خواص اپنے سروں پر مہندی رکھی ہوئی تھالیں لئے ہوئے اللہ ہو اللہ ہو کے نعرے لگاتے ہوئے روانہ ہوتے ہیں۔ سب آگے قوالیاں ہوتی ہوئیں اور اس کے بعد فقراء حلقہ کرتے ہوئے چلتے ہیں اور جب درگاہ شریف میں آتے ہیں۔ اس وقت درگاہ کے صدر دروازے پر بڑا ہجوم ہوتا ہے جلوس کے آستانے پر پہنچنے کے بعد آستانہ شریف کی کنجیاں سجادہ کو پیش کر دی جاتی ہیں اور وہ

خود اپنے دست مبارک سے آستانہ شریف کو کھول کر اندر داخل ہوتے ہیں اور رسم مہندی
 ڈوری ادا کرتے ہیں۔ اس رسم کے ختم ہونے کے بعد سجادہ صاحب اسی طرح جیسے کہ تشریف
 لائے تھے مشعلوں اور منڈوں کی روشنی میں حلقہ کرتے ہوئے گاؤں کو واپس ہو
 جاتے ہیں۔

محافل سماع | قوالی چونکہ سلسلہ چشتیہ کے ساتھ خاص طور پر منسوب ہے اس لئے حضرت
 مخدوم صابر پاک کے عرس کے موقع پر بھی سماع کو خاص اہمیت حاصل ہے
 آپ کے عرس میں ملک بھر کے قوال آتے ہیں اور مرکزی محفل سماع، سماع خانے میں ہوتی ہے
 لیکن مزار اقدس کے ارد گرد مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں عرس کے دنوں میں
 برابر قوالی ہوتی رہتی ہے اور قوالیوں میں زیادہ حضرت صابر صاحب اور سلسلہ چشتیہ
 کے مناقب پڑھے جاتے ہیں۔ اگرچہ قوالی کی محافل میں کئی امور اصلاح طلب ہیں محافل
 سماع کے بارے میں حاکم علی پیر زادہ کا بیان ہے کہ

ملک کے کونے کونے سے قوال اور گانے والے آتے ہیں ڈیروں پر بھی علاوہ احاطہ درگاہ

شریف کے جا بجا قوالیاں ہوتی ہیں۔

۱۹۶۵ء سے پہلے احاطہ درگاہ شریف میں طوائفوں کے مجروروں کا وقت شب کے ایک
 بجے سے تا اذان فجر مقرر تھا۔ جبکہ طوائفیں برقعہ اوڑھ کر مجرور تھیں لیکن عرس ۱۹۶۵ء
 میں جناب سید سعید مرتضیٰ صاحب نے جو اس درگاہ کے رسیور تھے طوائفوں کے مجروروں کی
 اندر احاطہ درگاہ شریف میں سخت ممانعت کر دی تھی۔ اس وقت سے یہ طوائفیں اپنے
 اپنے ڈیروں میں گانے بجانے لگی تھیں لیکن عرس ۱۹۶۳ء سے جبکہ خان زادہ و دود علی خاں
 صاحب مرحوم رسیور درگاہ ہوئے انہوں نے اندر حدود میلہ طوائفوں کے گانے بجانے کی
 قطعی ممانعت کر دی۔ حالانکہ طوائفوں کی طرف سے بڑی جدوجہد اور مقدمہ بازی کی گئی۔
 لیکن کوئی کارگر نہیں ہوئی اور مرحوم اپنے ارادے پر اٹل رہے اس وقت یعنی ۱۹۶۳ء کے

عرس سے اس میلہ میں طوائفوں کا ناچ گانا قطعاً بند ہو گیا ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ طوائفوں کے گانے اور داخلہ پر امتناع (روک) کی وجہ سے میلہ کی رونق کم ہو جائے گی۔ صرف ۱۹۷۳ء کے عرس پر تو اس کا ضرور اثر ہوا لیکن بعدہ میلہ اپنی اسی شان و شوکت کے ساتھ ہوتا ہے۔

بزرگانِ دین کے سالانہ اعرائس پر عورتوں کا ہجوم، رقصاؤں کی آمد، ملنگوں کے گھنگھروں کی جھنکار بالکل غلط ہے۔ بلکہ بزرگانِ دین کے عرسوں کے اصل مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے خرافات سے بچنا چاہیے۔

لنگر دورانِ عرس | تقسیم لنگر میں پہلی تاریخ سے اضافہ ہو جاتا ہے اور آٹھ ربیع الاول سے صوفیائے کرام اور ان کے مریدین کیلئے ان کے بستروں پر لنگر تقسیم

کیا جاتا ہے۔ ہر سترے کیلئے تعداد بخش مقرر ہے جو کہ ۱۴ ربیع الاول کو دوپہر تک بستروں پر پہنچا جاتے ہیں۔ دورانِ عرس دو یوم متواتر ۱۲، ۱۳ ربیع الاول کو صرف ایک وقت لنگر تقسیم ہوتا ہے۔ ان تاریخوں میں لنگر خان محمود علی خاں صاحب ریس کیلاش پور کی جانب سے ہوتا ہے۔ ان تواریخ کا لنگر مست لنگر کہلاتا ہے۔ علاوہ اس سرکاری لنگر کے دیگر اصحاب خیر اپنے اپنے ڈیروں پر یا کسی دوسری جگہ نذر و نیاز کی دیکیں لکھ کر خیرات کرتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول کی شب کو بارہ وفات کے سلسلہ میں ۱۳ کلو سوچی چھبیس کلو چینی کے حلوے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ دلا کر یہ حلوہ بطور تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔ عرس شریف کی جملہ تقریبات جیسا کہ پروگرام میں واضح کیا گیا ہے۔ ہر سال اس طرح انجام دی جاتی ہیں قل اور غسل کی خاص تقریبات ہیں جن میں سجادہ صاحب بہ نفس نفیس صدر مجلس ہوتے ہیں اور رسم غسل اپنے دست مبارک سے انجام دیتے ہیں۔ اور ۱۴ ربیع الاول کو بعد غسل شریف تبرکات تقسیم کرتے ہیں۔ عرس شریف میں علاوہ ہندوستان کے غیر ممالک، پاکستان وغیرہ

لے تذکرہ جلیل از حاکم علی پیرزادہ، ص ۱۵۰، مطبوعہ دہلی،

سے بھی ہر سال زائرین بڑی عقیدت کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ درگاہ شریف میں ہی نہیں بلکہ تمام میدان میلہ میں اس قدر مجوم ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے ادھر درگاہ شریف میں روحانی اجتماع ہوتا ہے اور یا ہر میلہ کی شان و شوکت قابل دید ہوتی ہے۔ اندازہ، کہ ہر سال دو ڈھائی لاکھ کا مجمع اس عرس شریف میں ہوتا ہے۔

بزرگان دین کے اعراس کے اہتمام کرنے کا مقصد حاضر ہی کے علاوہ باہمی ملاقاتیں شد و ہدایت کے سلسلہ کو مزید بڑھانے روحانی کمالات کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل بیشتر خانقاہی نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ روحانی سلسلہ کی بجائے امارت کو ترجیح دی جا چکی ہے۔ جیسے کہ نبرداری نظام ہوتا ہے یا مورثی معاملہ ہوتا ہے، باپ اگر اس دارفانی سے رخصت ہوتا ہے تو بیٹا باپ کی مورثی جائیداد کا وارث ہوتا ہے۔ بعینہ یہی کیفیت آج بھی موجود ہے حالانکہ تصوف میں بزرگان دین کے نزدیک ایسا کرنا بالکل غلط ہے کسی بزرگ نے روحانیت کو وراثت سمجھ کر اپنے بعد اپنے بیٹے کو سجادہ نشین بنانے یا بننے کی وصیت نہیں فرمائی۔ بلکہ جو بھی اہل نظر آیا اسے ولایت تفویض کر دی۔ یہ روحانی سلسلہ کسی نسبت کا محتاج نہیں رہا ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق نسبت نہیں بلکہ روحانیت سے ہے۔ روحانی سلسلے کی روایت کو ماضی کے اولیائے کاملین نے برقرار رکھا ہے۔ جو ثبوت کے طور پر بزرگان دین کی کتابیں ملاحظہ فرمائیں۔

تکمیل عرس اور زائرین کی واپسی | ۱۵ ربیع الاول حضرت صابر صاحب کے عرس کی تقریبات کا آخری دن ہوتا ہے،

اور اس عرس ختم ہوتا ہے اور زائرین واپس چل دیتے ہیں اور ملک کے کونے کونے سے آنے عاشقان صابر اپنی منزل کی راہ لیتے ہیں۔ لیکن دوکاندار حضرات ایک دو روز کے بعد واپس ہوتے ہیں۔

واپسی کے موقع پر زائرین کو کلیر سے رڑ کی تک کچھ دقت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

بلکہ کلیسے سے ڈر کی کے اسٹیشن تک وہ ہنگامہ برپا ہوتا ہے کہ جسکی انتہا نہیں مسافروں کی بھیڑ بھاڑ اور کثرت کی وجہ ٹکٹ لینا مشکل ہوتا ہے مسافر خانہ سے پلیٹ فارم تک پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے، اور ریل کے اندر بھیڑنا تو انتہائی جانفشانی اور دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔

پہلی سے پندرہ دن تک یہ جنگل فردوسی کیفیات کا مخزن بن جاتا ہے۔ اور ہر قسم کی عجیب و غریب چیزیں نظر آتی ہیں، دنیا داروں کی تدریس، مرادیں منتیں، فقراء کی بے اختیاری، بیخودی، حضرات اولیائے کرام کا جذب و کیفیت، کوئی صابر صابر چلا رہا ہے کوئی عالم استغراق میں غرق، کوئی چلہ کشی میں مصروف غرضیکہ ہر شخص کسب کمال میں مصروف نظر آتا ہے۔ ایک دلکش اور دلآویز چہل پہل نظر آتی ہے۔ ہر شخص ایک مستی اور بیخودی کے عالم میں شراب عقیدت اور بادۂ ارادت سے سرمست نظر آتا ہے۔

والسپی پرتھوین حسین قدر روحانی مسرت محسوس کرتے ہیں جسے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے زائرین کی حاضری ان دو کیفیتوں سے خالی نہیں پہلی یہ کہ حاضری سے خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے، دوسری یہ کہ فیضانِ اولیاء اللہ کی بدولت نہ صرف گناہ جھڑتے ہیں بلکہ ان میں روحانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور طمعانیت قلب و روح حاصل ہوتی ہے اور جو زیارات قبور احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعرات اور سوموار کے دن اکثر جنّت البقیع میں تشریف لے جا کر ان قبروں میں مدفون شدہ لوگوں کی مغفرت کیلئے دعا فرماتے،

کلیر شریف میں دیگر اولیاء اللہ کے مزارات

حضرت مخدوم پاک سید علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمۃ کی مشہور و معروف درگاہ کے علاوہ کلیر شریف میں بزرگان دین کے چند دیگر مزارات بھی ہیں جو اپنے اپنے دور میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ولی ہوئے جن کے مختصر حالات یہاں تحریر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت امام ابو صالح | حضرت امام ابو صالح کا مزار اقدس درگاہ حضرت امام صاحب

رؤیہ تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر مرجع خلائق ہے۔ حضرت امام صاحب کا مزار اقدس سطح زمین سے تقریباً ۱۰ فٹ بلند ہے اور گیارہ سیرٹھیاں طے کرنے کے بعد احاطہ درگاہ آتا ہے۔ چاروں طرف دو فٹ اونچی چار دیواری ہے اور درمیان میں حضرت امام ابو صالح کا مزار ہے۔ مزار کے ارد گرد ایک خوبصورت غلام گردش بنا ہوا ہے جو خورشید بگیم تے ۱۳۳۹ھ میں بنوایا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی درگاہ کے ساتھ ایک مسجد ایک مدرسہ اور تکبہ ہے۔

حضرت امام صاحب کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ حضرت صابر صاحب سے پہلے کے بزرگ ہیں اور معرکہ کلیر میں اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے اور اس دور میں آپ راجہ کرن جو کلیر کا راجہ تھا اسے شکست دی۔ آپ کی زیر کمان فوج میں متعدد ولی اللہ بھی تھے جنہوں نے راجہ کرن کے خلاف جہاد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے ہمراہ آپ کی منہ بولی بہن سیدہ بی بی گوہر فاطمہ بھی تھیں جنہوں نے باقاعدہ جہاد میں حصہ لیا اور جب قلعہ فتح ہو گیا اور حضرت امام صاحب ہمراہ اپنی ہمشیرہ کے جب قلعے میں داخل ہوئے تو راجہ کرن کے کسی سپاہی نے آپ دونوں کو شہید کر دیا اور بعد میں آپ کو اور آپ کی

ہمیشہ کو وہی دفن کر دیا گیا۔

حضرت امام صاحب کی درگاہ پر ہر سال محرم میں ۲ تاریخ کو عرس ہوتا ہے جس میں قرآن خوانی، نعت خوانی اور محفل سماع منعقد ہوتی ہے۔
شجرہ نسب اور تاریخ وصال نامعلوم ہے۔

مزار حضرت کلکلی شاہ | درگاہ حضرت مخدوم پاک کے شرق رو یہ نہر کے پار حضرت کلکلی صاحب کا مزار اقدس ہے۔ یہاں سے امام صاحب

کا مزار بھی قریب ہی ہے۔ آپ بھی معرکہ کلپیر میں حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آئے تھے۔ آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ امام صاحب کے ساتھ ان ۲ بزرگوں میں سے ہیں امام صاحب کی فوج نے دہلی سے روانہ ہو کر چند روز میں کلپیر کی حدود میں داخل ہو کر کلپیر کا محاصرہ کر لیا اور چھ ماہ تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ نظام ہرجب کوئی صورت فتح کی نہ آئی تو اس وقت لشکر اسلام میں بہتر ولی کامل بزرگ ہمراہ تھے۔ ان سب کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ نے حکم دیا کہ شہر کے ہر دروازے پر بزرگ کرامات کمر بستہ ہو جائیں چنانچہ حضرت کلکلی شاہ نے شہر کے دروازہ پر ایسا زور کا نعرہ لگایا کہ تمام قلعہ لرز گیا۔ عمارتیں ہل گئیں۔ جب دوسرا اور تیسرا نعرہ لگے بعد دیگرے تمام بزرگوں نے لگایا تو زمین میں جگہ جگہ شگاف پڑ گئے۔ پھر حضرت کلکلی صاحب نے بلند دروازہ کو پکڑ کر زور لگایا تو دروازہ اکھڑ گیا اور اسلامی فوج قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور قلعہ فتح ہو گیا۔

آپ کے مزار مبارک کے قریب بھی ایک مسجد تہی ہوئی ہے آپ کا مزار شریف کا گنبد بہت پرانا اور بوسیدہ ہو گیا تھا جس کو دہلی کے جناب نواب خان صاحب نے ۱۹۷۴ء میں دوبارہ تعمیر کرایا ہے۔ آپ کی کرامات بھی اظہر من الشمس ہیں اور آپ کے مزار اقدس پر ہر خاص و عام کو فیض حاصل ہوتا ہے۔

آپ کا اصلی نام کلک علی تھا جو بگڑ کر کلکلی ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ آپ حضرت امام صاحب کے

ماموں تھے۔ اور ان کے ہمراہ مشہد سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔

مزار حضرت پیر غائب | پیر غائب صاحب کا مزار کلکلی صاحب کی درگاہ کے راستے میں نہر گنگ کے بائیں کنارے پر بنا ہوا ہے۔ آپ بھی شہداء

معرکہ کلیر میں سے ہیں اور صاحب کرامت ہیں۔ آپ کے مزار کی اگرچہ بظاہر کوئی عمارت نہیں لیکن روحانی جاہ و جلال بہ وقت برسا رہتا ہے جس وقت مسٹر کاٹلی نے ایک صدی پہلے نہر گنگ تعمیر کر کے پانی جاری کر لیا تو آپ کے مزار مبارک کے متصل آکر رک گیا اور ہر امکانی کوشش کے باوجود آگے نہ بڑھ سکا مسٹر کاٹلی حیران تھا۔ آپ نے خواب میں بشارت دی کہ ہمارا مزار تعمیر کرواؤ تب مسٹر کاٹلی نے مزار تعمیر کروایا اور تعظیم و تکریم بجالایا تو پانی جاری ہو گیا۔

حضرت مخدوم پاک کی درگاہ کے پشت پر جانب | حضرت مخدوم پاک کی درگاہ کے پشت پر جانب

غرب باغ ہے اس باغ میں سے ابدال صاحب کے مزار پر راستہ جاتا ہے، تقریباً باغ سے نصف فرلانگ سے بھی کم پر ابدال صاحب کا مزار ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ مزار علیم اللہ ابدال کا ہی ہے اور بعض کہتے ہیں کسی اور ابدال کا ہے اللہ اعلم، لیکن یہ بھی صاحب کرامت ہیں۔

مزار شہید بابا چرم پوش | درگاہ حضرت خواجہ صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانب شمال ایک فرلانگ کے فاصلے پر ندی کے کنارے حضرت چرم پوش

صاحب کا مزار ہے، یہ بھی ولی کامل تھے اور انہوں نے اپنی تمام زندگی میں کپڑا نہیں پہنا تھا۔ یہ بھی اسی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔

حضرت شاہ چراغ علی صاحب | درگاہ حضرت مخدوم پاک کے قریب موضع بیڑ پور میں حضرت شاہ چراغ علی صاحب کا مزار مبارک ہے آپ

بھی صاحب کمال و ترک و تجرید تھے اپنے حال میں رحلت فرماتی ہے، اپنے اپنی تمام عمر قرب صابر اسی موضع بیڑ پور میں گزار دی، بعد نماز اشراق آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا کرتے تھے۔

۱۳۔ حضرت شمس الدین ترک پانی پتی

حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی حضرت علی احمد صابر کلیری کے خلیفہ و جانشین تھے۔ کیونکہ حضرت صابر صاحب کا روحانی فیض سلسلہ چشتیہ صابریہ کی صورت میں آپ کے ذریعے سے جاری ہوا۔ آپ کے حالات کا کچھ حصہ تو حضرت صابر صاحب کے حالات میں ضمناً بیان کیا جا چکا ہے لیکن ان کے متعلق مفصل معلومات متدرجہ ذیل ہیں۔

نام و نسب آپ کا نام نامی شمس الدین تھا۔ اور شمس الاولیاء خطاب ہے آپ حضرت علی کی اولاد سے تھے۔ سیر الاقطاب میں آپ کو حضرت محمد حنفیہ کی اولاد

قرار دے کر علوی کہا گیا ہے۔ آپ کے والد کا نام سید احمد تھا۔ آپ کا نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

شمس الدین ترک بن سید احمد بن سید عبد المؤمن بن سید عبد الملک بن سید سیف

الدین بن خواجہ درغنا بن بابا ترغنا۔

تحصیل علم حضرت خواجہ ترکستان کے شہر طراز کے رہنے والے تھے آپ نے شعور حاصل کرنے پر ایک مدت تک ترکستان میں تعلیم حاصل کی جب آپ ظاہری

علوم سے فارغ ہو گئے تو آپ کو روحانیت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔

تلاش مُرشد روحانیت کے حصول کی خاطر آپ نے گھر بار چھوڑ کر تجربید کی راہ اختیار کی۔ پھر مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ پہلے ترکستان کے متعدد

بزرگوں اور مشائخ کرام سے ملاقاتیں کیں، مگر کسی سے دل بستگی نہ ہوئی۔ پھر ماؤر النہر تشریف

لائے بزرگوں سے ملے مگر تسلی نہ ہوئی، بالآخر ہندوستان کا رخ کیا اور اجودھن (موجودہ پاکپن)

پہنچے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں کچھ مدت رہے۔ پھر حضرت بابا صاحب

نے آپ کو شیخ علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔ چنانچہ آپ کلید شریف میں آئے اور حضرت شیخ کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہے۔

شیخ علی احمد صابرؒ کی خدمت میں رہ کر آپ نے عظیم مجاہد کیے۔
ریاضت و عبادت | طرح طرح کی مشقتیں اور ریاضتیں کیں اور پیر و مرشد کی نظر کی میا اثر سے روز بروز کسب سلوک میں ترقی کرتے گئے۔ خود درجہ کمال کو پہنچے اور دوسروں کو بھی کمالات کا عامل بنا دیا۔ چنانچہ ریاضت و مجاہدات ذوق و شوق و استغراق میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ ظاہری و باطنی و کشف و کرامات میں کمال درجہ رکھتے تھے۔

خبر خلافت | جب علی احمد صابر کلیدی کی وفات کے دن قریب آئے تو انہوں نے شیخ شمس الدینؒ کو بلا کر خرقہ خلافت عطا فرمایا اور وصیت کی کہ جب میں اس دار فانی سے رحلت کر جاؤں تو تم تین دن سے زیادہ یہاں قیام نہ کرنا، بلکہ پانی پت میں جا کر خلق اللہ کی رہنمائی میں مصروف ہو جانا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے پانی پت کی خدمت تمہارے سپرد کر دی ہے، آپ نے عرض کیا کہ میری دلی خواہش تو یہ ہے کہ میں ساری عمر آپ کے قدموں میں رہوں اور خدمت کرتا رہوں لیکن اب جبکہ آپ حکم دیتے ہیں تو مجھے کوئی عذر نہیں مگر پانی پت میں حضرت شرف الدین بوعلی قلندرؒ تشریف فرما ہیں، میرا ان سے نباہ کس طرح ہوگا۔ حضرت صابر صاحبؒ نے فرمایا، فکر نہ کرو، انکی مدت ہو چکی ہے، تمہارے پہنچنے تک وہ شہر کو خالی کر چکے ہوں گے۔ پھر چند روز کے بعد انتقال کر جائیں گے۔

پانی پت میں آمد و قیام | غرضیکہ حضرت علی احمد صابرؒ کے وصال کے بعد چوتھے روز آپ پانی پت آگئے اور یہاں پہنچ کر آپ نے ایک دیوار کے سائے کے نیچے قیام فرمایا۔ حضرت بوعلی قلندرؒ کو آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی، آپ نے دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندرؒ کی خدمت میں بھیجا۔ اور اپنا سلام کہلوا یا حضرت بوعلی قلندرؒ کی خدمت اقدس میں جب وہ پیالہ لایا گیا، تو وہ

مسکرائے اور انہوں نے ایک گلاب کا پھول اس میں رکھ کر پیالہ واپس کر دیا۔ جب پیالہ واپس آیا تو حضرت شمس الدین صاحب مسکرائے بعد میں اس کے بارے میں جب آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکا مطلب یہ تھا کہ ولایت پانی پت میرے مرشد کے فرمان کے مطابق میرے سپرد ہو چکی ہے دوسرے کی گنجائش نہیں تو حضرت بوعلی قلندر نے جو اس پر پھول رکھ کر واپس کیا تو انکا مطلب یہ تھا کہ ولایت پانی پت سے انکا اب کوئی تعلق نہیں ہے گا۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت بوعلی قلندر وہاں سے کرناں چلے گئے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

پانی پت میں تشریف لانے کے بعد آپ خلق اللہ کی ہدایت میں مشغول ہو گئے اور اس علاقے کے لوگوں کو بہت فیض پہنچایا۔ بہت سے لوگ مرید اور معتقد ہو گئے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے وطن میں ایک مرتبہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور بہت سے دوسرے اکابر بھی وہاں موجود تھے۔ بہت سے سید بھی موجود تھے۔ ایک سید نے جو اکابر شہر سے تھا اور بہت شہرت رکھتا تھا آپ سے استہزا کیا کہ آپ کے سید ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ آپ نے اپنا نسب نامہ بیان کر دیا۔ اس شخص نے کہا یہ بھی ثبوت کا محتاج ہے۔ یہ سن کر آپ جلال میں آ گئے، فرمایا یہ بات عوام میں مشہور ہے کہ سید کے جسم کو آگ نہیں جلا سکتی، اگرچہ اس کا کبھی تجربہ نہیں کیا گیا مگر اس سے بہتر کوئی دلیل نہیں کہ ایک گڑھے میں خوب آگ روشن کی جائے اور ہم دونوں اس میں داخل ہوں جسے آگ نہ جلانے وہی سید ہے۔

لوگوں نے یہ بات قبول کی اور ایک گڑھے میں آگ روشن کر دی گئی۔ جب اسکی گرمی خوب شدت اختیار کر گئی تو آپ اس میں داخل ہو گئے۔ لیکن آگ نے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔

آپ نے سید کو آواز دی کہ آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ۔ کیوں دیر کرتے ہو۔ سید لوگوں کی

شرم کے مارے اور اپنی آن رکھنے کی خاطر آگے بڑھا مگر آگ کی حدت کو محسوس کر کے جو اس
 ہو گیا۔ جونہی گڑھے کے قریب پہنچا، اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ چیخ و فریاد
 کرنے لگا۔ حضرت شمس الدین گڑھے سے باہر آگئے اور اپنا دست مبارک اسکے کپڑوں پر
 پھیرا۔ آگ فوراً بجھ گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ شخص آپ کے قدموں پر گر پڑا اور معافی مانگی۔
 دوسرے لوگ بھی یہ واقعہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے۔

آپ صاحبِ عظمت تھے علمِ ظاہری و باطنی میں اپنی مثال آپ تھے
 زہد و تقویٰ میں مشہور تھے۔ ریاضتِ مجاہدہ اور عبادت میں بے نظیر
 تھے۔ وضعِ قطع قلندرانہ تھی۔ آپ کا لباس چرمی ہوتا تھا۔ آپ سیفِ الزبان تھے جو کچھ زبان
 سے نکالتے وہی پورا ہو جاتا۔

آپ نے حضرت شیخ جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کو
 خلافتِ عطا کی۔

آپ نے ۱۵ جمادی الثانی ۱۶۱۶ھ کو اس دارفانی سے سفر
 دارالآخرت فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس پانی پت میں مرجعِ خلائق ہے۔
 آپ جب ترکستان میں تھے تو اس وقت آپ نے شادی کی۔
 آپ کے صاحبزادے کا نام سید احمد حواری تھا۔ مگر آپ ہندوستان
 میں اکیلے تشریف لائے۔

۱۲۔ اعمالِ صابریہ

مختلف وظائف کی کتب میں حضرت علی احمد صابرؒ سے کچھ وظائف اور اعمال منسوب ہیں لیکن تحقیقی لحاظ سے حضرت صابر صاحب کے موقوفات یا تعلیمات میں ان کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ کیونکہ حضرت صابر صاحب کے بارے میں حقیقی بھی معتبر کتب ہیں ان میں ان کا کوئی ذکر نہیں مگر یہ وظائف آپکی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، ان اعمال کا مقصد نیک ہے اس لئے ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں تاکہ لوگ مستفید ہوں۔

۱۔ زیارت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

کہ اگر کوئی شخص اس بات کا خواہاں ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھوں تو اس کو چاہیے کہ جمعہ کی رات کو دو رکعت نماز نفل اس ترتیب سے پڑھے کہ ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے ایک بار آیت الکرسی اور پندرہ بار سورہ قل ہو اللہ احد، اخلاص نہایت ہی خلوص دل سے پڑھ کر پاک بستر پر چپ چاپ سوئے، انشاء اللہ تعالیٰ وہ شخص خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے فیض یاب ہوگا۔

۲۔ قبولیت دعا کا وظیفہ حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔

کہ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میری دعا قبول ہو تو اس کو چاہیے کہ حضور قلب کے ساتھ باطہارت کاملہ ذیل کی دعا اکتالیس دن تک بلا تاخیر پڑھے، انشاء اللہ تعالیٰ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا فوراً مل جائے گا۔

نہایت ہی مجرب و آزمودہ ہے لیکن کسی غیر مشروع کام کیلئے ہرگز نہ کیا جائے وہ دعا یہ ہے۔
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا مَنْ يَمْلِكُ حَوَائِجَ السَّائِلِينَ وَيَعْلَمُ ضَعْفَ الصَّامِتِينَ
 وَإِنَّ لَكَ فِي كُلِّ مَسْئَلَةٍ سَمْعًا مَخْضِرًا وَجَوَابًا عَنِيدًا وَإِنَّ لَكَ فِي
 كُلِّ صَامِتٍ عِلْمًا نَاطِقًا مُحِيطًا مَوَاعِيدِكَ صَادِقَةً وَأَيَادِيكَ
 فَاضِلَةً وَرَحْمَتَكَ وَاسِعَةً وَنِعْمَتَكَ سَابِغَةً أَنْظِرْ إِلَى
 مِنْكَ بِنُظْرَةِ رَحِيمَةٍ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

۳۔ صاحب کشف بنے کا عمل | حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ سے
 منسوب ہے کہ کچھ لوگ کشف قبور کے

تواہمندی ہیں، حالانکہ یہ تو ایک بچوں کا کھیل ہے، خیر اگر ابتدا میں اسی کا شوق ہو تو
 چاہیے کہ کسی کامل بزرگ سے بیعت کر کے ہر روز نماز عشاء کے بعد سونے سے پیشتر
 آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر سینہ پر دم کیا کرے۔ اس کے بعد دس بار سورہ فاتحہ
 اور اللہ تعالیٰ کے نام اور اسمائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ کر اپنے دائیں
 بائیں پہلو پر دم کرتا ہے، پھر درود شریف سو بار پڑھ کر سر کی جانب پھونکے اور سورہ
 الم نشرح پڑھنا پڑھتا بستر پر لیٹ جائے اور اسی حالت میں سو جائے انشاء اللہ
 تعالیٰ جس بزرگ کا خیال دل میں لا کر سوئے گا اسکی زیارت سے مشرف ہوگا۔

اکتالیس دن کے بعد جب سب بزرگوں کی زیارت کرے گا تو پھر جس قبر کے پاس
 با وضو و زانو بیٹھ کر مراقبہ کرے گا، انشاء اللہ تعالیٰ معاصحاب قبر کی زیارت ہوگی۔
 اگر دل زیادہ صاف ہو اور تمام الاٹش سے پاک و صاف ہو تو اسکو بات چیت
 کرنے کی بھی توفیق ہو جائے گی، اور صاحب قبر سے فیوض باطنی بھی حاصل کر سکتا ہے۔

۴۔ استخارہ کا طریقہ | حضرت علی احمد صابر سے منسوب کرتے ہوئے بیان
 کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کام کی

بھلائی برائی خواب میں دکھنی چاہے تو رات کو وضو کر کے پاک کپڑے پہنے اور داہنی
 گروٹ پر لیٹ کر رُو قبیلہ ہو کر سات بار سورۃ والشمس سات بار سورۃ واللیل -
 سات بار سورۃ والتین اور سات بار سورۃ اخلاص پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے نہایت
 عجز و انکساری سے التجا کرے کہ الہی قلاں کام کا انجام مجھے معلوم ہو جائے پھر کسی سے
 نہ بولے۔ اسی طرح سات روز تک کرے، انشاء اللہ تعالیٰ سات روز کے اندر ہی
 اشارہ ہو جائے گا۔ نہایت ہی مجرب اور آزمودہ ہے۔

۵۔ **سنجیر عام کا عمل** | اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ عام لوگ میرے مطیع ہو
 جائیں اور رجوعات اور مستخرات بکثرت ہو تو چاہیے

کہ جب آفتاب ایک تیزہ بلند ہو تو اس وقت آفتاب کی طرف منہ کر کے سورۃ رحمن
 کو حضور قلب پڑھے اور ہر فی آتی الاء زیکما تکذبن پر آفتاب کی طرف انگلی
 سے اشارہ کرے۔ اول چالیس روز بہ نیت زکوٰۃ پڑھے پھر ہر روز ایک بار پڑھ لیا کرے
 اور حیب کسی کے سامنے جائے تو یہ سورت ایک بار پڑھ کر جائے۔ اگر اس قدر پڑھنے کی
 فست نہ ہو تو صرف فی آتی الاء زیکما تکذبن تین بار پڑھ لے نہایت ہی
 مجرب اور کسیر ہے۔

۶۔ **حصول علم کا عمل** | اگر کسی کا حافظہ اس قدر کمزور ہو گیا ہو جلدی بھول جاتا ہو
 تو اسکو چاہیے اور جس طالب علم کو سبق یاد نہ ہوتا ہو اور

اسکی تعلیم کی طرف توجہ نہ ہو اسے ذیل کی آیات کو آب زمزم سے کاغذ پر لکھ کر اکتالیس
 دن تک دھو کر پیئے، انشاء اللہ تعالیٰ اس میعاد کے اندر ہی اس کے حافظہ میں ایسی تسقی
 ہوگی کہ وہ خود حیران اور متحیر ہوگا۔ گذشتہ زمانہ میں اور موجودہ زمانہ میں کسی شخصوں
 نے اس عمل کو آزمایا ہے۔ بالکل صحیح اور درست پایا۔ اب بھی جو شخص نہایت خلوص
 دل سے اس کو عمل میں لائے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کو ویسا ہی پائے گا۔ بڑا مجرب عمل

ہے وہ آیات یہ ہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ الرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبِیَانَ ۝ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حِیَابًا ۝ وَ النَّجْمُ وَالشَّجَرُ مَسْجُدًا ۝ لَا تُحَرِّكُ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَجْلِبَ بِهٖ اِنْ عَلَّمْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَاِذَا قُرْآنَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ اِنْ عَلَّمْنَا بِیَاۤتِیَہٗۤ اِنْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِیْدٌ ۝ فِی لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝

۷۔ عبادت کیلئے رات کو اٹھنے کا عمل | اگر کوئی شخص رات کو کسی وقت اٹھنا چاہے اور اس وقت کوئی اٹھانے

والا پاس نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ ذیل کی آیات بجنور دل پڑھ کر سوئے، انشاء اللہ تعالیٰ جس وقت جتنے بچے خیال کر کے سوئے گا۔ ضرور بالفور ٹھیک اسی وقت آنکھ کھل جائے گی۔ نہایت ہی مجرب ہے اور آزمودہ ہے۔ وہ آیات یہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَہُمْ جَنٰتٌ اَلْفِرْدَوْسِیْنَ نَزْلًا ۝ خَلِدِیْنَ فِیْہَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْہَا حِوْلًا ۝ قُلْ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِیْدًا ۝ اَدَّ اَلْکَلِمٰتِ رَبِّیْ لِنَقْدِ الْبَحْرِ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتِ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنْہَا اَلْہٰکُمُ اللّٰہُ وَ اَنۡجِدُّہٗ فَمَنْ کَانَ یَرْجُو اِلْقَاءَ رَبِّہٖ فَلِیَعْمَلْ عَمَلًا صّٰلِحًا ۝ وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّہٖ ۝ اَحَدًا ۝

۸۔ سخی بننے کا عمل | اگر کسی شخص میں نخل کی مرض یہاں تک بڑھ جائے کہ وہ اپنے عیال و اطفال کے حقوق کو بھی بھول جائے تو اسے سخی

بنانے کیلئے ذیل کی آیات کو اس کے کسی کپڑے پر مدھم سا پوشیدہ طور پر لکھے، انشاء اللہ العزیز ان آیات کی برکت سے وہ خود بھی اپنے تن پر خرچ کرے گا۔ اور اپنے عیال و اطفال کو بھی روپیہ پسیہ دینے سے دریغ نہیں کرے گا۔ وہ آیات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ لَنْ نُنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی نُنْفِقُوْا مِنْهَا
تُحِبُّوْنَ ۝ كُلُّ ۝ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ ۝ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝ كُلُّ
الطَّعَامِ كَانَ حِیْلًا لِّبَنِيْ اِسْرٰٓءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرٰٓءِیْلُ
عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ ۝ فَاتَّقُوا
بِالتَّوْرَةِ فَاتَّقُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

۹۔ شیطانی وساوس سے بچنے کا عمل | اگر کسی شخص کو شیطان بہت تنگ کرتا ہو۔
یا وساوس شیطانی بکثرت آتے ہوں۔

تو اسکو چاہیے کہ یہ کلمات لکھ کر تعویذ بنا کر دائیں بازو پر باندھے، انشاء اللہ تعالیٰ ان کلمات
کی برکت سے شیطان کا فوراً ہوجائے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ
التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَا مَّةٍ وَّ مِنْ شَرِّ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَةٍ
یہ وہ کلمات ہیں جنکو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واسطے ویز فرمائے تھے۔

۱۰۔ سورت یسین کا فائدہ | اگر کوئی شخص حالت نزع میں گرفتار ہو اور سکر
موت کی تکلیف شدید ہو رہی ہو تو چاہیے کہ وضو
کر کے سورۃ یسین کو حضور قلب پڑھائے انشاء اللہ تعالیٰ سکرات موت کی سختی آسان
ہو جائے گی۔ بارہا آزما یا گیا ہے۔

۱۱۔ کشادگی رزق کا عمل | اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں خوش گذران رہوں۔
تو اسکو چاہیے کہ ہر روز بعد نماز فجر کے کلمہ طیبہ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝ ایک سو بار بلانا
پڑھے انشاء العزیز ایک سو اکیس دن میں غیب سے کشائش رزق کے
اسباب پیدا ہو جائیں گے۔

۱۲. حصول روزگار کا عمل

اگر کسی کو کوئی ملازمت نہ ملتی ہو اور ذریعہ معاش کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو تو اس کو چاہیے کہ آواز سے سورہ یسین کو اس ترتیب سے پڑھے کہ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے اکتالیس بار اول و آخر درود شریف پڑھے پھر اس صورت کو اول سے لفظ مُبِیْن تک پڑھے۔ پھر لفظ مُبِیْن سات بار کہہ کر شروع سے پھر پڑھے اور دوسرے لفظ مُبِیْن پر پہنچ کر مُبِیْن کو سات بار پڑھے پھر شروع سے پڑھے اور تیسرے لفظ مُبِیْن پر بھی اسی طرح کرے یعنی ہر مُبِیْن پر پہنچ کر مُبِیْن کے لفظ کو سات بار پڑھے اور شروع صورت سے پڑھے۔ ساتویں مُبِیْن پر اسی طرح کرنے کے بعد تمام صورت کو ایک بار پڑھے پھر درود شریف پڑھ کر دعا مانگے۔ چالیس روز تک اسی طرح بلا ناغہ کرتا رہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اول تو امید قوی ہے کہ پہلے چلہ میں ہی کوئی صورت نکل آئے گی۔ ورنہ دوسرا چلہ بھی اسی طرح کرے پھر بھی اگر خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلے تو تیسرا چلہ شروع کر دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تیسرے چلہ میں تو ضرور بالفرض معاش کی کوئی نہ کوئی بہتر صورت نکل آئے گی۔

۱۳. مصائب سے نجات کا وظیفہ

کسی نے حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ کیا حضرت اللہ میرے لئے کوئی ایسا عمل بتلائیے کہ جس سے مجھے فقر و فاقہ تکلیف و مصیبت سے رہائی ہو۔ اپنے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو ہر روز بلا ناغہ با وضو ایک مقام پر ذیل کے شعر کو تہایت الحاح و زاری سے اکتالیس دن تک پڑھے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو اس مصیبت سے جلدی فارغ کر دے گا وہ شعر یہ ہے۔

آمد کہ آنکہ عہد ہا تا زہ کنیم
شد آنچه شدائے صنم گذشت آنچه گذشت

۱۴۔ اداۓ قرض کا عمل | اگر کوئی شخص قرض میں سخت مبتلا ہو تو اسکو چاہیے کہ ذیل کی آیات کو پانچ بار ہر روز ہر فرض نماز کے بعد اکتالیس روز تک پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو قرض سے بہت جلد رہائی ہوگی۔ وہ آیات متبرکات یہ ہیں۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمَلِكِ تَوْتِي الْمَلِكِ مِنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكِ مِنْ تَشَاءُ وَتُعْزِزُ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِبَيْدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ تُوَجِّعُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوَجِّعُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

۱۵۔ خلاصی قرض کی مجرب دعا | اگر کوئی شخص سخت مفروض ہو اور اس کے ادا کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس کو

چاہیے کہ ہر روز بوقت تہجد دو نفل پڑھ کر نہایت خلوص سے ذیل کی دعا اکتالیس بار پڑھے۔ تین ماہ تک متواتر بلا ناغہ پڑھتا رہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قرض بہت جلد اتر جائے گا۔ نہایت مجرب و آزمودہ ہے۔ یہی دعا موطا امام محمد میں بھی اداۓ قرض کیلئے مرقوم ہے۔ وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْاَصْبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَنًا وَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ - حُسْبَانًا اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ وَ مَتِّعْنِي بِسَمْعِي وَ بَصَرِي وَ قُوْنِي فِي سَبِيْلِكَ -

۱۶۔ قضائے حاجات کا مجرب عمل | حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قاضی

حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ جس شخص کو کسی قسم کی حاجت درپیش ہو تو اسے چاہیے کہ تازہ غسل کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر یوں

کہے۔ الہی بحرمت آن ساعت کہ باخواجہ ابوالسحاق نہاوندی آشتی کردی۔ ایں حاجت
مرارواکن۔ اگر اسکی حاجت پوری نہ ہو تو وہ قیامت کے دن میرا دامن پکڑے۔
اکیس دن تک متواتر پڑھنا چاہیے۔ مجرب ہے۔

۱۷۔ گمشدہ چیز کے ملنے کا عمل

اگر کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو اسکو
چاہیے کہ سورۃ الفتحہ کو سات بار
مع اول و آخر سات بار درود شریف کے پڑھ کر انگشت شہادت اپنے سر کے گد
پھر اٹے پھر سات بار حضور دل کہے۔ لَا صَبَحْتُ فِيْ اَمَانِ اللّٰهِ وَ اَمْسَيْتُ فِيْ جَوَارِ
اللّٰهِ وَ اَمْسَيْتُ فِيْ اَمَانِ اللّٰهِ وَ اَصْبَحْتُ فِيْ جَوَارِ اللّٰهِ ط یہ پڑھ کر دستک دے۔
انشاء اللہ تعالیٰ وہ گمشدہ چیز جلدی مل جائے گی۔

۱۸۔ جان و مال کی حفاظت کا عمل

جو شخص ہر روز پچیس بار ذیل کا استغفار
پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسکی جان و مال
کو ہر طرح کے ضرر و نقصان سے محفوظ رکھے وہ استغفار یہ ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ
الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ۔
اگر کسی شخص کو ہر وقت دشمنوں کا خوف
رہتا ہو تو اسکو چاہیے کہ وضو کر کے فجر

۱۹۔ دشمنوں سے محفوظ رہنے کا عمل

کی نماز کے بعد سو بار درود شریف پڑھے پھر سورۃ قریش ایک ہزار بار پڑھے پھر سو
بار درود شریف پڑھے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ دعا مانگے
انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتہ کامل پڑھنے سے دشمنوں پر غلبہ ہو جائے گا۔

۲۰۔ قید سے رہائی کا عمل

صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی
شخص قید میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیے کہ چالیس
روز تک بلا ناغہ سورۃ یوسف پڑھتا رہے۔ انشاء اللہ العزیز نہ چالیس دن نہ گزرنے

پائیں گے کہ وہ قید سے رہا ہو جائے گا۔ اگر کسی کو سورہ یوسف یاد نہ ہو۔ یا اتنی فرصت نہ مل سکے تو اسکو چاہیے کہ ذیل کے کلمات کو ایک جگہ ہزار بار ہر روز بلا ناغہ پڑھا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑے ہی دنوں میں اس کو قید سے رہائی ہو جائے گی۔ وہ کلمات یہ ہیں۔ مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ. حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ.

۲۱۔ اولاد نرینہ کیلئے مجرب عمل | اگر کسی عورت کے ہاں اولاد نرینہ نہ پیدا ہوتی ہو۔ تو اسکو چاہیے کہ ذیل کے کلمات

طیبات کو باطہارت کا ملر مشک اور زعفران سے لکھ کر کو سے برتن میں پانی بھر کر ڈال دے سات روز تک اس پانی کو دونوں میاں بیوی پیتے رہیں۔ ان دنوں سوائے اس پانی کے اور پانی نہ پیئیں۔ اگر پانی کم ہو جائے تو اور تازہ پانی اس میں ملا لیں۔ ہفتہ کے روز اس کا استعمال کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اولاد نرینہ پیدا ہوگی۔ وہ کلمات یہ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاِنِّیْ اَسْمِدُكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الْقَدَمُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ وَلَمْ یَلِکْ لَهٗ کُفُوًا اَحَدٌ هٗ اِلٰهٰی بِحُرْمَةِ مُحَمَّدٍ وَعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالحُسَیْنِ وَالحُسَیْنِ اَنْ تَرْزُقَنَا وَلَدًا صَالِحًا طَوِیْلَ الْعُمُرِ وَصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ اَجْمَعِیْنِ ۝

۲۲۔ نظر بد کو دور کرنے کا عمل | اگر کسی لڑکے، لڑکی یا گائے بھینس وغیرہ کو نظر لگ جائے تو اسکو ذیل

کی آیت ایک بار یا تین بار پڑھ کر دم کرے یا لکھ کر گلے میں ڈالے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تین دفعہ متواتر دم کرنے سے صحت کلی ہو جائے گی وہ آیت یہ ہے۔ وَاِنَّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیْزُ لِقَوْلِکُمْ بِاَبْصَارِہِمۡ لَسَمِعُوْا الذِّکْرَ وَنَقُوْا لَوْنِیْ اِنَّمَا لَیَجْنُوْنَ ۝ پانچواں پارہ ۵۰

۲۳. دانت درد کو ختم کرنے کا مجرب عمل | اگر کسی کے دانت کو سخت درد ہوتا ہو تو چاہیے کہ باطہارت کامل

ایک پاک تختی لے کر اس پر تھوڑی سی ریت بھیلادے۔ پھر اس پر میخ یا لکڑی سے ایجد ہو زحطی لکھے۔ پھر اس میخ یا لکڑی کو پہلے حرف پر رکھ کر بڑے زور سے دبا کر ایک دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے اور درد ولے کو کہے کہ مقام درد پر اپنی انگلی رکھے۔ جب پڑھ چکے تو اس سے پوچھے کہ تجھے آرام ہوا ہے یا نہیں۔ اگر وہ کہے کہ اب آرام ہو گیا ہے تو بہتر۔ ورنہ اس میخ یا لکڑی کو دوسرے حرف پر رکھ کر دو دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے پھر اس شخص سے پوچھے کہ تجھے آرام ہوا ہے یا نہیں۔ اگر وہ کہے کہ اب آرام ہو گیا ہے تو بہتر ورنہ پھر تیسرے حرف پر میخ یا لکڑی کو رکھ کر تین دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے۔ پھر اس شخص سے پوچھے کہ تجھے آرام ہوا ہے یا نہیں۔ اگر وہ کہے کہ اب آرام ہو گیا ہے تو بہتر ورنہ پھر اسی طرح چوتھے پر پھر پانچویں پر غرض آخر تک کرتا چلا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اخیر حرف سے پہلے پہل ہی اس درد سے صحت کلی ہو جائے گی۔ مجرب ہے۔

۲۴. آنکھ کے پھپھکے کا علاج | اگر کسی کی آنکھ پھپھکتی ہو تو اس کو چاہیے کہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کے ساتھ

ذیل کی دعا پڑھ کر انگلی پر لب لگا کر دم کرے۔ اور آنکھ پر اس کو طے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فی الفور آرام ہو۔ وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا ضَرَّ اِلَّا ضَرُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

۲۵. تریاق لقوہ | اگر کسی کو لقوے کی بیماری ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ کسی کامل بزرگ سے سورہ زلزالت مع بسم اللہ کے کسی پاک برتن میں لکھوا کر اکیس دن تک لگاتار گھول کر پیئے انشاء اللہ تعالیٰ اس مبعاد کے اندر ہی اس مرض کا قلع قمع ہو جائے گا۔

۲۶۔ تریاق اھڑا کا عمل | جس عورت کا بچہ نہ جتیا ہو اس کیلئے دو شنبہ کے روز دوپہر کو اجوائن اور سیاہ مرتح پر سورہ وائس کو چالیس بار پڑھے اور ہر دفعہ اول و آخر درود شریف پڑھے اور اس اجوائن اور مچوں کو عورت حمل سے کہ بچہ کے دودھ چھڑانے تک ہر روز تھوڑی تھوڑی کھالیا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس عمل کو بلا ناغہ کرنے سے یہ شکایت رفع ہو جائے گی۔ نہایت ہی آزمودہ اور مجرب ہے۔

لاہور کے اولیاء کے مستند حالات و واقعات

تذکرہ اولیائے لاہور

لاہور اولیاء کا شہر ہے حضرت علی بھڑائی، حضرت سید میرا حسین
زنجانی، حضرت شاہ حسین، حضرت میاں میر، حضرت پیر مہدی،
حضرت شاہ جمال، حضرت شاہ محمد غوث اور لاہور کے دیگر اولیاء کا مکمل تذکرہ

عالم فقہری

شعبہ برادرزہ اردو بازار لاہور

حکام کی تصانیف

مفتوح

احکام حج = نمازِ جنفی

احکامِ روزہ = نمازِ مترجم

احکامِ زکوٰۃ = احکامِ نماز

اذکارِ قرآنی * گلزارِ صوفیاء * اللہ سے دوستی * روحانی عملیات

اللہ کا فقیر * اسمِ اعظم * اللہ کی شہادت توبہ * اولیائے پاکستان

روحانی ڈگری = احکامِ طہارت * پیارے رسولؐ پیاری دعائیں * تذکرہ علیؑ صبارِ کلیریؒ

اداسنت * اقوالِ تصوف * پیغمبرِ مصطفیٰؐ * روحانی اعتکاف

ہمارا اخلاق * اخلاقِ حسنہ * سستی بہشتی زیور * برکاتِ درود

منازلِ لائیت * خزانہ اخلاق * سستی فضائلِ اعمال * فقری مجموعہ وظائف

فقری وعظ * تذکرہ القلوب * خزانہ درود شریف * نماز کی کتاب

شبیبیؒ رازدار * اردو بازار - لاہور

حکام کی تصانیف

مفتی علامہ

احکام حج - نمازِ جنمی

احکامِ روزہ - نمازِ مترجم

احکامِ زکوٰۃ - احکامِ نماز

اذکارِ قرآنی - گلزارِ صوفیاء - اللہ سے دوستی - روحانی عملیات

اللہ کا فقیر - اہم اہم - اللہ میری توبہ - اولیائے پاکستان

روحانی آری - احکامِ اطہار - پیارے رسولِ پیاری دُنیا - تذکرہ علیٰ صبار کلیری

اداسنت - اقوالِ اصفیاء - پیغمبرِ مصطفیٰ - روحانی اعشکاف

ہمارا اخلاق - اخلاقِ حسنہ - سستی بہشتی زیور - برکاتِ درود

منائیکِ لائے - خزنیہ اخلاق - سستی فضائلِ اعمال - فقری مجموعہ وظائف

فقری وعظ - تزکیۃ القلوب - خزنیہ درود شریف - نماز کی کتاب

شبلیہ - اردو بازار - لاہور

حکام کی تصانیف

مفتی علامہ

احکام حج - نمازِ جنمی

احکامِ روزہ - نمازِ مترجم

احکامِ زکوٰۃ - احکامِ نماز

اذکارِ قرآنی - گلزارِ صوفیاء - اللہ سے دوستی - روحانی عملیات

اللہ کا فقیر - اہم اہم - اللہ میری توبہ - اولیائے پاکستان

روحانی آری - احکامِ اطہار - پیارے رسولِ پیاری دُنیا - تذکرہ علیٰ صبار کلیری

اداسنت - اقوالِ اصفیاء - پیغمبرِ مصطفیٰ - روحانی اعشکاف

ہمارا اخلاق - اخلاقِ حسنہ - سستی بہشتی زیور - برکاتِ درود

منائیکِ لائے - خزانہ اخلاق - سستی فضائلِ اعمال - فقری مجموعہ وظائف

فقری وعظ - تزکیۃ القلوب - خزانہ درود شریف - نماز کی کتاب

شبلیہ - اردو بازار - لاہور